دشت عشقم
تحریر: رمشا حیات

"آپ کا دماغ تو ٹھیک ہے؟ میں کسی سے نکاح نہیں کروں گی۔ چاہے کچھ بھی ہو جائے۔

آپ کے لیے میری زندگی کیا مزاق ہے؟

کبھی کسی مرد کے پاس بھیجنے کی آپ بات کرتے ہیں کبھی کسی مرد

کے پاس۔۔

لیکن میری ایک بات آپ بھی کان کھول کر سن لیں۔میں آپ

کے ہاتھ کی کٹ پتلی نہیں ہوں اور نا ہی اب مجھے فرق پڑتا ہے کہ

آپ کیا چاہتے ہیں اور کیا نہیں"۔

کنزل نے سامنے کھڑے بے حس انسان کو دیکھتے چیخ کر کہا۔

جس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔جبکہ کنزل کا خود کا لہجہ بھیگا

تھا۔

"محبت کرتا ہوں تم سے تمہیں نکاح کرنا ہی ہو گا ورنہ میں کیا

کروں گا تم سوچ بھی نہیں سکتی۔"

مقابل نے کرخت لہجے میں کہا۔

"آپ کو جو کرنا ہے کر لیں لیکن میں اب آپ کی کوئی بات نہیں

مانوں گی چاہے کچھ بھی ہو جائے"۔ کنزل نے چیختے ہوئے کہا۔

"میں نے تمھاری رائے نہیں پوچھی۔۔۔ بلکہ تمہیں حکم دیا

ہے۔۔"

مقابل نے کہتے ہی کنزل کو بازو سے پکڑ کر دروازے کی طرف

پھینکا۔

کنزل اپنا توازن برقرار نہیں رکھ پائی اور زمین پر اوندھے منہ جا

گری۔

اس نے نظریں اٹھا کر اوپر دیکھا۔

تو اس کے چہرے پر مقابل کو دیکھ کر بے یقینی کے تاثرات

ابھرے تھے۔

تم !!!

کنزل نے بس اتنا ہی کہا جب سامنے کھڑے انسان نے نیچے جھکتے سفید رومال کنزل کے منہ پر رکھا جس پر بے ہوشی کی دوا لگی ہوئی تھی۔

لاکھ حیل وحجت کے باوجود وہ بے ہوش ہو چکی تھی۔

"جمشید!! اب آپ کی بہن کیا ساری زندگی ہمارے گھر ہی بیٹھی رہے گی؟ کون اٹھائے گا اُس کی اور اُس کی بیٹیوں کی زمہ داری؟"

تہمینہ نے اپنے شوہر کو دیکھتے پریشانی سے کہا۔

"امی کا فیصلہ ہے کہ اب سے وہ یہی رہے گی اور ایک کمرا اگر ہم

اُسے دے بھی دیں گے تو اس میں کیا مضائقہ ہے۔؟"

جمشید نے بہن کے حق میں چند الفاظ کہہ کر گویا بات ختم کرنا

چاہی۔

"آپ نہیں جانتے کہ اب اس گھر میں کیا ہونے والا ہے۔

مجھے تو فکر کھائی جا رہی ہے اگر اُن لڑکیوں نے اپنے حسن کے جال میں میرے بیٹوں کو پھنسالیا تو میں کیا کروں گی؟ وہ تو خوبصورت بھی بہت ہیں۔"

تہمینہ نے پریشانی سے کہا۔

"تمہارے بیٹے دو سال کے چھوٹے بچے نہیں ہیں جو کسی کے بھی جال میں پھنس جائے گے۔۔"

جمشید نے غصے سے کہا اور اُٹھ کر وہاں سے چلا گیا۔

"آپ نہیں جانتے جمشید آپ کی بہن اور اُس کی بیٹی کن چکروں

میں اس گھر میں آئی ہیں۔"

تہمینہ نے منہ میں بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

اور خود بھی کمرے سے باہر کچن کی طرف چلی گئی۔

"تم کہاں جارہے ہو؟ اور تمھارا بھائی کہاں ہے؟"

تہمینہ نے باہر آتے اپنے چھوٹے لاڈلے کو دیکھتے پوچھا۔

جس نے سر پر رومال باندھا ہوا تھا کان میں بالی پہنی تھی۔ پینٹ

بقول اس کی ماں کے جگہ جگہ سے پھٹی ہوئی تھی۔ تہمینہ کا کہنا تھا

کہ جب اتنے پیسے خرچ کر کے مہنگے کپڑے لینے ہی ہیں تو انسان وہ

کپڑے لے جو پھٹے ہوئے نہ ہو جیسی پینٹ اس کے بیٹے نے پہنی

ہوئی تھی ویسی تہمینہ بھی اسے بنا کر دے سکتی تھی۔

لیکن زبیر کا کہنا تھا کہ یہ آج کل کا فیشن ہے۔

"مام مجھے کیسے معلوم ہو گا کہ آپ کا بیٹا کہاں ہے؟" زبیر نے اپنی

ماں کو دیکھتے کہا۔

"تو اور کسے پتہ ہو گا؟ تم دونوں نے تو میری ناک میں دم کیا ہوا ہے

پتہ ہی نہیں چلتا کب گھر آتے ہو کب باہر جاتے ہو؟"

تہمینہ نے غصے سے کہا۔

"مام بھائی کا غصہ آپ مجھ پر کیوں نکال رہی ہیں آپ کو معلوم تو

ہے کہ ڈیڈ کا بزنس اب وہی سنبھالتے ہیں تو اُسی میں لگے ہوں

گے۔

اور میں نے سنا ہے پھوپھو یہاں آئی ہیں اپنی دو عدد بیٹیوں کے

ساتھ؟ کیا یہ سچ ہے۔۔؟"

زبیر نے اپنی ماں کو دیکھتے رازداری سے پوچھا۔ جبکہ آنکھوں میں

واضح شیطانی چمک تھی۔

خبردار اگر تم مجھے اُن دونوں لڑکیوں کے آس پاس نظر آئے تو

بہت برا حال کروں گی تمھارا تہمینہ نے زبیر کو گھورتے ہوئے

دھمکی دیتے کہا۔

"اب ایک ہی گھر میں رہتے ہیں تو چلتے پھیرتے نظر تو پڑ ہی سکتی

ہے اور سامنا بھی ہو سکتا ہے۔"

زبیر نے اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرتے مسکرا کر کہا۔

تم!!!اس سے پہلے تہمینہ کا غصہ آؤٹ اوف کنٹرول ہوتا زبیر وہاں

سے بھاگ گیا تھا۔

تہمینہ دل میں شائستہ کی بیٹیوں کو کوستی ہوئی کچن کی طرف چلی گئی

تھی۔

شاداب صاحب کے دو بچے تھے۔ایک بڑا بیٹا جمشید اور چھوٹی بیٹی

شائستہ

جمشید کی شادی تہمینہ کے ساتھ ہوئی تھی۔ جو شاداب صاحب کی

بیوی نور بانو کی دور کی سہیلی کی بیٹی تھی۔

جمشید کے تین بچے تھے۔ دو بیٹے اور ایک بیٹی

بڑے بیٹے کا نام عدیم چھوٹے بیٹے کا نام زبیر اور سب سے چھوٹی بیٹی

کا کا نام سدرہ تھا۔

شائستہ کی شادی نارمل گھرانے میں ہوئی تھی۔ وہ لوگ زیادہ امیر

نہیں تھے۔

لیکن شائستہ اپنی فیملی کے ساتھ خوش تھی لیکن یہ خوشی زیادہ دیر

کے لیے نہیں تھی۔

ایک دن شائستہ کو خبر ملی کہ ان کے شوہر کا ایکسیڈنٹ ہو گیا

ہے۔ ایکسیڈنٹ اتنا شدید تھا کہ شائستہ کے شوہر کی موقع پر ہی

موت ہو گئی۔

اور شائستہ اپنی ماں کے کہنے پر اپنی دونوں بیٹیوں کے ساتھ میکے

آ گئی تھی۔

شائستہ کی بڑی بیٹی کا نام کنزل اور چھوٹی بیٹی کا نام رنم تھا۔

شاداب صاحب کا کچھ سال پہلے انتقال ہو گیا تھا۔

نور بانو تھوڑی سخت مزاج خاتون تھیں۔

گھر میں ان کی ہی چلتی تھی۔

جمشید بھی اپنی ماں کے حکم کا پابند تھا۔نور بانو کی مرضی کے بنا گھر

میں ایک پتہ تک نہیں ہلتا تھا۔

لیکن نور بانو کو شائستہ کی دونوں بیٹیاں پسند نہیں تھی۔نا جانے

کیوں وہ دونوں انکی نواسیاں تھیں لیکن پھر بھی انہیں پسند نہیں

کرتی تھی۔

اور شائستہ کے ساتھ بھی وہ اگر ضروری ہوتا تو بات کرتی،۔ ورنہ وہ انہیں مخاطب کرنا بھی گوارا نہیں کرتی تھی۔ لیکن جمشید اور اُس کے بچوں سے انہیں بہت محبت تھی۔

یہ بات آج تک شائستہ کو معلوم نہیں ہوئی کہ کیوں اس کی اپنی سگی ماں اسے اور اس کی بیٹیوں کو پسند نہیں کرتی۔

اور یہ بات گھر کی سب جانتے تھے لیکن کسی میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ وہ نور بانو سے پوچھ سکے۔

"آپی ہم اس کمرے میں کب تک بند رہے گے؟"

رنم نے کنزل کو دیکھتے پوچھا کیونکہ نور بانو جو انکی نانی تھی انہوں نے سختی سے منع کیا تھا کہ یہ دونوں اپنے کمرے سے باہر نہیں آئے گئیں۔

"تم نے باہر جا کر کیا کرنا ہے گڑیا؟" کنزل نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"آپی میں نے کالج جانا ہے آپ جانتی ہیں ناں مجھے پڑھنے کا شوق ہے اور آپ بھی تو یونی نہیں جا رہی؟" رنم نے منہ بگاڑ کر معصومیت سے کہا تو کنزل مسکرا پڑی۔

"تم فکر مت کرو میں امی سے بات کرتی ہوں تم کالج ضرور جاؤ گی۔"

کنزل نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اور آپ؟!! رنم نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"مھے آگے نہیں پڑھنا میں نے جتنا پڑھنا تھا۔ پڑھ لیا ہے۔

تم زیادہ مت سوچو۔"

کنزل نے وہاں سے اٹھتے ہوئے کہا۔

رنم خاموش رہی تھی۔

ان کا اگر کرائے کا گھر نہ ہوتا تو شائستہ کبھی بھی یہاں نہ آتی۔

لیکن اب یہاں آنا ان کی مجبوری تھی۔

"تم نے کھانا کھایا؟ "

کنزل نے رنم کو دیکھتے پوچھا۔

"کھانا اُس وقت کمرے میں آئے گا جب گھر میں سب لوگ کھا لیں گے اور ملازمین کے کھانے کی باری آئے گے تو ہمیں بھی مل جائے گا۔"

رنم نے سرد لہجے میں کہا اور اس بار خاموش رہنے کی باری کنزل کی تھی سچ ہی تو وہ کہہ رہی تھی۔

باپ کا سایہ سر پر نہ ہو تو انسان کو کتنا کچھ برداشت کرنا پڑتا ہے۔

"میں تمھارے لیے کچھ کھانے کو لاتی ہوں"۔ کنزل نے کہا اور کمرے سے باہر چلی گئی۔

رنم نے پیچھے گہرا سانس لیا تھا۔

کنزل کچن کی طرف جا رہی تھی جب کسی نے اسے بازو سے پکڑ کر خود کی طرف کھینچا۔ کنزل نے اپنے منہ ہر ہاتھ رکھے اپنی چیخ کا گلہ گھونٹا تھا۔

اس نے مقابل کو دیکھا تو وہاں کوئی اور نہیں بلکہ عدیم کھڑا مسکرا رہا تھا۔

"میرا ہاتھ چھوڑیں۔۔" کنزل نے سنجیدگی سے اپنا ہاتھ چھڑواتے کہا۔

"دور کیوں بھاگ رہتی شوہر ہوں تمھارا، اب تو عادت بنالو قریب

رہنے کی،۔"

عدیم نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور گہری نگاہ اس کے نازک

سراپے پر ڈالی

کنزل نے آنکھوں میں نفرت لیے عدیم کو دیکھا تھا۔ جبکہ عدیم کو

اس نفرت نے کمینی سی خوشی دی تھی۔

"جانتی ہو تمھارے ساتھ گزاری گئی وہ رات کتنی حسین تھی میں

لفظوں میں بیان نہیں کر سکتا۔کاش وہ لمحے دوبارہ ہمارے درمیان

آجائیں۔۔"

عدیم نے کنزل کے چہرے پر جھولتی لٹ کو ہاتھ سے پیچھے کرتے

گھمبیر لہجے میں کہا۔

"چھوڑیں۔۔مجھے نفرت ہے آپ کے چہرے سے آپ کے لمس

سے اگر ہمت ہے تو گھر والوں کو بتائیں کہ آپ نے زبردستی مجھ

سے نکاح کیا ہے۔۔"وہ نفرت سے بول کر جانے لگی۔

"محبت کب کرو گی۔۔"عدیم نے گال کو سہلائے بے باکی کی۔

"کیوں سب سے چھپا رہے ہیں؟ کیوں مجھے برباد کر رہے ہیں۔؟"

کنزل نے زہریلے لہجے کہا۔

"تم سے نکاح میں نے صرف اس لیے کیا کہ تمھاری ضد تھی

کیونکہ تم بنا نکاح کے میرے ساتھ رات گزارنے کے لیے تیار

نہیں تھی۔"

عدیم نے بے باکی سے کنزل کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"ضد نہیں آپ نے مجھے برباد کرنے کا سوچ لیا تھا۔۔"

آپ آخر چاہتے کیا ہیں؟ کیوں مجھے برباد کر دیا ہے؟"

کنزل نے آصف کو پیچھے دھکا دیتے کہا۔ جبکہ لہجے میں دکھ ہی دکھ تھا۔

"اب تو مجھے تم سے کچھ نہیں چاہیے۔ بہت جلد تمہیں آزاد کر دوں گا۔ لیکن کچھ راتیں اور گزرانے کے بعد۔۔ وہ کیا ہے ناں یہ حسین سراپا میرے دل کو بے چین رکھتا ہے۔"

۔ عدیم نے مسکراتے ہوئے ایک آنکھ دباتے کہا اور وہاں سے چلا گیا۔

کنزل نے بے بسی سے اپنے ہاتھ کی کلائی کو دیکھا تھا جو سرخ ہو رہی تھی۔

وہ نہیں جانتی تھی کہ آگے اس کے ساتھ کیا ہونے والا ہے لیکن جو کچھ اس کے ساتھ ہوا تھا وہ بہت برا تھا۔ کاش وہ اس گھر کے لوگوں کو بتا سکتی کہ اُن کا بیٹا کتنا نیک ہے۔ اپنی نانی کو بتا سکتی کہ اُن کا نواسا کتنا بے ہودہ انسان ہے۔ لیکن افسوس کہ وہ کسی کو بتا نہیں سکتی تھی۔

"اسفند کیا صورتحال ہے؟" عدیم نے کرسی کھینچتے اُس پر بیٹھتے

ہوئے پوچھا۔

"سر جیسا آپ نے کہا تھا سب کچھ ویسے ہی ہوا ہے۔

اور کوئی کام؟"

اسفند نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"اسفند مجھے لگتا ہے تھوڑا وقت تمہیں خود پر بھی دینا چاہیے پچھلے

دو سالوں میں تم نے دن رات میری خدمت کی ہے۔ اور مجھے لگتا

تم آرام کرلو۔

یا ایسا کرو شادی کر لو پھر تو تمہیں خود کے لیے وقت نکالنا ہی پڑے گا۔"

عدیم نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"سر ابھی میرا شادی کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔شادی کے بہت مسئلے ہوتے ہیں اور ابھی مجھے اپنی زندگی سکون سے گزارنی ہے۔"

اسفند نے نظریں جھکائے پر اثر لہجے میں کہا۔

"یہ تو تم نے بلکل ٹھیک کہا۔تو پھر ایسا کرو کچھ دن آفس سے چھٹی لے لو تمھارے فلیٹ پر میں ایک خوبصورت لڑکی بھیج دوں گا جو تمھارا دل لگا کر رکھے گی۔"

عدیم نے اپنے لیپ ٹاپ پر نظریں گاڑھتے ہوئے کہا۔

"نہیں سر!! بہت شکریہ آپ جانتے ہیں میں ایسے شوق نہیں رکھتا۔"

اسفند نے فوراً منع کیا۔

"یہی تمھارے عادت مجھے تمھاری پسند نہیں ہے۔لائف انجوائے کے لیے ہوتی ہے۔ خیر یہ تمھارا ذاتی معاملہ ہے لیکن ایک ہفتے تک تم مجھے آفس میں نظر نہیں آؤ گے۔ایک ہفتہ تم نے آرام کرنا ہے۔"عدیم نے کہا تو اسفند اثبات میں سر ہلائے وہاں سے چلا گیا۔

عدیم بھی اپنے کام میں مصروف ہو گیا تھا۔وہ کسی سے بھی اس طرح بات نہیں کرتا تھا جیسے اسفند سے کرتا تھا اسفند پر اسے خود سے زیادہ بھروسہ تھا۔وقت نے اسفند کی فرمانبرداری اور اس کی

پر اعتمادی نے عدیم کو قائل کیا تھا۔عدیم کا حکم سر آنکھوں پر رکھتا تھا۔

جو بنا کوئی سوال کیے اس کا حکم مانتا تھا۔

دو سال پہلے اسفند نے اپنی جان پر کھیل کر اس کی جان بچائی تھی

اُس دن سے وہ عدیم کا خاص آدمی بن گیا تھا۔

"کنزل تم یونیورسٹی کیوں نہیں آرہا؟" گل کی آواز سن کر کنزل کے چہرے پر مسکراہٹ آگئی تھی۔

"گل کیسی ہو تم؟" کنزل نے محبت بھرے لہجے میں پوچھا۔ وہ گل کو سچ میں مس کر رہی تھی۔

"ہمارے کو کیا ہونا ہے تم اپنا بتاؤ تم یونیورسٹی کیوں نہیں آرہا؟ گل نے غصے سے پوچھا پہلے تو وہ اسکی کال اٹینڈ نہیں کر رہی تھی اور اب بھی اسے حال چال کی پڑی تھی۔

"میں اب یونیورسٹی نہیں آؤں گی۔ میں نے یونیورسٹی چھوڑ دی ہے۔"

کنزل نے گہرا سانس لیتے ہوئے گل کو بتایا۔

"کیا مطلب ؟" گل نے حیرانگی سے پوچھا۔

"میرے ابو کی دیتھ ہو گئی ہم لوگ اپنی نانی کی طرف آ گئے جو

ہمیں دیکھنا پسند نہیں کرتی یہاں کھانے کو دو وقت کی روٹی بمشکل

ملتی یونیورسٹی آنے کی اجازت کیسے ملے گی؟"

کنزل نے تمسخرانہ انداز میں کہا جبکہ دل خون کے آنسو رو رہا تھا۔

کاش وہ گل کو وہ سب بھی بتا سکتی جو اسکے ساتھ ہوا تھا۔ کاش وہ

اپنے پر ہوئے ایک ایک ظلم اور تکلیف کا بھی بتا سکتی۔

"کنزل تم کیسا ہے؟ اور اچانک یہ سب کیسے ہو گیا؟ بہت افسوس ہوا تمہارا ابابا۔۔۔"

گل نے پریشانی سے پوچھا۔ فرطِ جذبات سے وہ تعزیت بھی نہیں کر پا رہی تھی۔

"میں نہیں جانتی گل میں نہیں جانتی ہمارے ساتھ اچانک کیا ہو گیا۔

کبھی کبھار انسان کتنا بے بس ہو جاتا ہے اور یہ بات صرف اُسے یا اُسکے اللہ کو ہی معلوم ہوتی ہے۔ اس وقت میں بہت بے بس ہوں

لیکن میں ٹوٹنا نہیں چاہتی اگر میں ٹوٹ گئی تو میری امی اور بہن کا کیا ہو گا؟

تم بس میرے لیے دعا کرنا اور اپنا بہت سا خیال رکھنا اگر زندگی رہی تو بہت جلد ہماری ملاقات ہو گی۔"

کنزل نے اپنے آنکھ سے نکلتے آنسو کو ہاتھ کی پشت سے رگڑتے ہوئے کہا اور موبائل بند کر دیا۔

ابھی اس نے موبائل رکھا ہی تھا جب باہر سے کچھ آوازیں سنائی دی تھیں۔

رنم بھی تو تھوڑی دیر پہلے باہر گئی تھی۔ کنزل کو پتہ تھا کہ اسکی بہن

تھوڑی غصے کی تیز ہے۔ کہی وہ کسی کے ساتھ جھگڑنا پڑی ہو اس

لیے کنزل اُٹھ کر جلدی سے باہر گئی۔

وہی ہوا جس کا کنزل کو ڈر تھا۔

سدرہ اور رنم کا کسی بات کو لے کر جھگڑا ہوا تھا۔

بات سدرہ نے ہی غلط کی تھی۔ اور رنم کیوں برداشت کرتی۔

"کیا ہو رہا ہے یہاں تم لوگوں نے گھر کو پاگل خانہ بنا دیا ہے۔"

دادی نے وہاں پر آتے سخت لہجے میں دونوں کو دیکھتے پوچھا۔

"دادی جان اسے میں نے کچھ نہیں کہا بس یہی کہا کہ میرے لیے

چائے بنادو تو یہ بولنے لگی کہ میں کیوں بنا کر دوں۔"

سدرہ نے دادی کو دیکھتے جھوٹ بولتے ہوئے کہا۔

"لیکن ایسا کچھ نہیں تھا سدرہ نے اس کے ساتھ بدتمیزی کی تھی۔

"لڑکی کیا مسئلہ ہے تمہیں اگر تم ایک کپ چائے بنادو گی تو کون سی

قیامت آجائے گی۔؟"

دادی نے غصے سے رنم کو دیکھتے ہوئے کہا۔

شائستہ بھی وہی آگئی تھی۔

"معاف کیجیے گا نانی۔۔مجھے نہیں پتہ کہ آپ کو ہم تینوں ماں بیٹی

سے اتنی نفرت کیوں ہے۔ لیکن میں آپ کی پوتی کی نوکر نہیں

ہوں اس کے ہاتھ ٹوٹے نہیں ہوئے خود بھی اپنا کام کر سکتی

ہیں۔ لیکن یہاں بات چائے بنانے کی ہوئی بھی نہیں تھی۔

اور امی ہم یہاں سے آج ہی جائیں گئے۔ اللہ نے کچھ نا کچھ تو

ہمارے نصیب میں لکھا ہو گا۔

دو وقت کی روٹی کے لیے ہم اپنی عزتِ نفس کو روند نہیں سکتے۔ اگر آپ میرے ساتھ نہیں آئی تو میں کنزل کو لے کر یہاں سے چلی جاؤں گی۔"

رنم نے اپنی ماں کو دیکھتے کہا اور وہاں سے چلی گئی۔ کنزل بھی اسکے پیچھے ہی چل پڑی تھی۔

یہ تربیت کی ہے تم نے اپنی بیٹیوں کی؟ دادی نے شائستہ کو دیکھتے غصے سے کہا۔

"امی ویسے اُس نے ایسا کچھ غلط بھی نہیں کہا اور مجھے لگتا ہے کہ وہ ٹھیک کہہ رہی ہے یہاں آنا میری زندگی کی سب سے بڑی غلطی تھی۔

میں خود سب کچھ برداشت کر سکتی ہوں لیکن میری بیٹیوں کو کوئی کچھ کہے میں برداشت نہیں کروں گی۔

آپ کی یہ پوتی مجھے باتیں سناتی ہے تو مجھے لگتا ہے آپ کو اس گھر کے بچوں کی تربیت پر دھیان دینا چاہیے تھا۔ کیونکہ اپنی بیٹیوں کی تربیت میں نے بہترین اچھی کی ہے۔

اتنی نفرت تو کوئی اپنی سوتیلی اولاد سے نہیں کرتا جتنی آپ مجھ سے اور میری بچیوں سے کرتی ہیں۔

آپ نے میرے شوہر کے گزر جانے کے بعد مجھ پر بہت بڑا احسان کیا اور ایک کمرا ہمیں دیا اُس کے لیے آپ کا شکریہ۔۔۔"

شائستہ نے اپنی ماں کو دیکھتے بے بسی سے کہا۔

کیونکہ ان کچھ ہی دنوں میں وہ تنگ آگئی تھی۔ کبھی تہمینہ اسے باتیں سناتی اور کبھی اس کی بیٹی اور اب تو اس کی ماں نے رہی سہی کسر پوری کر دی تھی۔

شائستہ وہاں سے چلی گئی پیچھے تہمینہ اپنی ساس کے پاس آئی تھی۔

"امی دیکھا آپ نے کتنی لمبی زبان ہے اس کی آپ کے سامنے

جواب دے رہی تھی"۔

تہمینہ نے جلتی پر تیل کا کام سرانجام دیا تھا۔

نور بانو نے گھور کر تہمینہ کو دیکھا اور وہاں سے اپنے کمرے کی

طرف چلی گئی۔

"اب تو یہ پکا پکا یہاں سے چلی جائیں گی۔۔"

سدرہ نے اپنی ماں کے پاس آتے خوشی سے کہا۔

"اللہ کرے ایسا ہی ہو"۔ تہمینہ نے منہ بسوڑتے کہا اور وہاں سے چلی گئی۔

"رنم کیا ضرورت تھی بحث کرنے کی؟ اور ہم لوگ کہاں جائیں گے؟" کنزل نے پریشانی سے رنم کو دیکھتے کہا۔

اتنے میں شائستہ بھی کمرے میں آگئی تھی۔

"کہیں بھی چلے جائیں گے لیکن یہاں نہیں رکنا ہم نے اور مجھے یہاں آنا ہی نہیں چاہیے تھا۔"

شائستہ نے بے بسی سے کہا۔

"لیکن امی ہم لوگ کہاں جائیں گے۔ کوئی ایک ٹھکانہ بھی نہیں ہے۔۔۔"

کنزل نے پریشانی سے پوچھا۔

"اللہ کی زمین بہت بڑی ہے۔۔ کہیں نہ کہیں جگہ مل جائے گی۔۔"

شائستہ نے تکلیف دہ لہجے میں کہا۔ کنزل خاموش ہو گئی تھی۔

اُسے یہی فکر کھائی جارہی تھی کہ وہ لوگ کہاں جائیں گے۔

دوسری جانب عدیم گھر آیا تو اُسے اپنی ماں کی زبانی سارا معاملہ پتہ

چلا۔

وہ سیدھا دادی کے کمرے کی طرف آیا تھا۔

"انہیں یہاں سے ہرگز آپ نہیں جانے دیں گی۔۔"

عدیم سنجیدگی بھرے دوٹوک انداز میں بولا۔

"کیوں نہیں جانے دوں۔۔ سدرہ کے ساتھ رویہ بگاڑ رہی ہے،

آگے ناجانے کیا کریں گی اس بچی کے ساتھ۔۔"

دادی بگڑ کر بولیں

"دادی سدرہ بچی نہیں ہے۔اور یہاں اگر وہ رہ رہی ہیں تو یہ ان

کا گھر بھی ہے۔۔اور مجھے پورا یقین ہے آپ اپنے پوتے کی بات

بالکل نہیں ٹالیں گی۔۔"

وہ دادی کو دیکھتا کمرے سے نکل گیا۔۔جبکہ ان کی خاموشی کو وہ

سمجھ چکا تھا۔

وہ پھپھو کے کمرے میں آیا۔

جہاں پر رنم اپنا سامان باندھ رہی تھی۔

"پھپھو آپ کہاں جا رہی ہیں"؟ عدیم نے لہجے میں فکر مندی لیے

پوچھا۔

کنزل نے عدیم کو دیکھتے ہی نفرت سے رخ موڑ لیا تھا۔

"بیٹا ہم لوگوں کا یہاں سے جانا ہی بہتر ہے"۔

شائستہ نے عدیم کو دیکھتے کہا۔

"گھر میں جھگڑے تو ہوتے رہتے ہیں لیکن اس کا مطلب یہ تو نہیں

ہے کہ آپ گھر چھوڑ کر چلے جائیں۔

پلیز میری خاطر آپ یہاں رک جائیں میں سدرہ کو بھی سمجھا دوں

گا بلکہ وہ آپ سے معافی بھی مانگے گی"۔عدیم نے سنجیدگی سے

کہا۔بڑی مشکل سے تو وہ ان تینوں کو یہاں لے کر آیا تھا۔

تو کیسے اتنی آسانی سے ان کو جانے دے سکتا تھا۔

لیکن بیٹا شائستہ نے کچھ کہنا چاہا۔

"پلیز میری خاطر بیٹا سمجھ کر ہی میری بات مان لیں۔"

رنم نے آگے بڑھنا چاہا جب کنزل نے اس کا ہاتھ پکڑے اس روکا

تھا۔

"ٹھیک ہے بیٹا۔۔"شائستہ نے کچھ دیر سوچنے کے بعد کہا۔اس کا مان بھرا انداز انہیں روک چکا تھا۔

"اور مجھے سدرہ کی معافی کی ضرورت نہیں ہے۔وہ بھی میری بیٹیوں کی طرح ہے"۔شائستہ نے عدیم کو دیکھتے کہا۔

"ٹھیک ہے جیسی آپ کی مرضی اور شکریہ آپ میرے کہنے پر رک گئی ہیں۔"

عدیم نے مسکراتے ہوئے کہا اور ایک گہری نظر کنزل پر ڈال کر

وہاں سے چلا گیا۔ کنزل ان نگاہوں کا مفہوم اچھی طرح سمجھ چکی

تھی۔

اس کے جاتے ہی رنم اپنی ماں کے سامنے آ کر کھڑی ہوئی گئ

تھی۔

اس سے پہلے وہ کچھ کہتی شائستہ بول پڑی تھی۔

"رنم ابھی کچھ مت کہنا جاؤ سو جاؤ۔۔ کیونکہ اس وقت تم۔ غصے

میں ہو۔۔" شائستہ نے اپنی جگہ سے کھڑے ہوتے کہا۔

اور کمرے سے باہر چلی گئی۔

کنزل نے رنم کی طرف دیکھا تھا جو غصے میں بستر میں جا کر گھس گئی۔

کنزل کو خود سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ ایسا کیا کرے کہ سب کے بعد سب کچھ ٹھیک ہو جائے۔

لیکن اسے کچھ بھی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔

"تم شادی کر رہی ہو؟" حسام نے گل کو بازو سے پکڑ کر دیوار کے ساتھ لگاتے سرد لہجے میں پوچھا۔

"تم کو تمیز نہیں ہے کہ ایک لڑکی سے کیسے بات کی جاتی ہے؟ اگر ہمارے لالہ کو تمھاری اس حرکت کا پتہ چل گیا تو وہ۔۔۔" اس سے پہلے گل مزید کچھ کہتی حسام نے آگے آتے اپنے طریقے سے گل کی بولتی بند کی تھی۔

گل کی آنکھیں باہر آگئی تھیں اس نے حسام کے سینے پر ہاتھ رکھے اسے پیچھے دھکا دیا۔جو ایک قدم گل سے پیچھے کھڑا ہو کر گہری نظروں سے گل کو دیکھ رہا تھا۔

تم کتنا واہیات ہے۔

یہ سب کرنے کے لیے تم نے لالہ سے دوستی کی تاکہ تم گھر آکر یہ واہیات حرکتیں کر سکو۔گل نے غصے سے حسام کو دیکھتے کہا۔

جو پھر سے گل کے قریب آیا تھا اور اس نے ہاتھ آگے بڑھا کر گل کے چہرے پر آئے بالوں کی لٹ کو کھینچتے اس کے چہرے کو اپنے چہرے کے قریب کیا۔

"تو تمہیں پتہ چل ہی گیا ہے کہ میں کتنا واہیات ہوں اور کیا کچھ کر سکتا ہوں تو یہ بھی سوچ لو کہ تمھیں کسی بھی وقت اٹھا کر میں اپنے ساتھ لے کر جا سکتا ہوں اس لیے شرافت سے اس رشتے سے انکار کر دو ورنہ پھر جو میں کروں گا وہ تمہیں اچھا نہیں لگے گا۔"

تمہیں میں نے کہا تھا کہ واپس آکر میں تمھارے لالہ سے بات کروں گا پھر بھی تم نے اس رشتے کے لیے ہامی بھر لی؟

حسام نے گل کی آنکھوں میں دیکھتے دانت پیستے پوچھا۔

"ہمارا دماغ خراب ہے جو ام رشتے سے انکار کر کے تیرے جیسے سر پھیرے انسان سے شادی کرے۔" گل نے اپنی گھبراہٹ پر قابو پاتے خود کو بہادر بناتے حسام کو کہا۔ ورنہ دل تو ایسے دھڑک رہا تھا جیسے ابھی باہر آ جائے گا۔

"اگر میں سر پھیرا انسان ہوں تو میرے قریب آنے پر تمھارا دل اتنی زور سے کیوں دھڑک رہا ہے؟" حسام نے لہجے میں حیرانگی لیے پوچھا۔

گل نے اپنے خشک ہوتے ہونٹ زبان سے تر کیے تھے۔ حسام کی نظریں ان پر ہی جمی ہوئی تھیں۔

"رشتے سے انکار کر دو آخری بار کہہ رہا ہوں اور ہاں ایک اور بات۔۔۔"

حسام نے پہلی بات سنجیدگی سے اور دوسری بات اس کے کان کے پاس جھکتے ہوئے کہی۔

"جب میں نے تمہیں پہلی بار دیکھا تھا اُس وقت بھی مجھے تمھارے گلابی ہونٹ بہت خوبصورت لگے تھے اور اس وقت تو اُف کیا بتاؤں اب میں تمہیں ۔۔۔"

حسام نے ذو معنی انداز میں کہا اور پیچھے ہوتے ہی گل کو دیکھتے ایک آنکھ دباتے وہاں سے چلا گیا۔

گل ابھی بھی اپنا سانس روکے کھڑی ہوئی تھی۔

حسام کے جاتے ہی وہ اندر کی طرف بھاگ گئی تھی۔

دھڑکنوں کا شور کان میں سنائی دے رہا تھا۔

رات کنزل جاگ رہی تھی نیند اسکی آنکھوں سے کوسوں دور تھی

جب اس کا موبائل رنگ ہوا پاس اس کی ماں اور بہن سوئی ہوئی

تھی وہ کہی جاگ نا جائے اس لیے کنزل نے اپنا موبائل پکڑا اور

چھوٹے سے بنے ٹیریس پر آ گئی۔ جہاں پرانا سامان پڑا ہوا تھا۔

اس نے نمبر دیکھا جو انجان تھا۔ ابھی وہ موبائل کو ہی دیکھ رہی تھی

جب کال بند ہو گئی لیکن ایک سیکنڈ بعد پھر سے موبائل رنگ ہوا

تھا۔ اس نے کال اٹینڈ کی اور موبائل کان سے لگایا۔

"نکاح بہت بہت مبارک ہو مسز عدیم ۔۔"

مقابل کی وزنی آواز سے زیادہ اس انکشاف نے اسے حیران کیا

تھا۔ وہ جو کوئی بھی تھا اس کے نکاح کے بارے میں کیسے جانتا تھا۔

" ککلکون ؟" کنزل نے گھبرائے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"میں کون ہوں یہ تو میں خود نہیں جانتا لیکن قسمت میں اگر ہمارا

ملنا لکھا ہوا تو ضرور تمہیں اپنے بارے میں بتاؤں گا۔

لیکن اس وقت میں نے تمہارے دکھ میں شامل ہونے کے لیے

تمہیں کال کی ہے"۔ مقابل کی آواز سے ایسا لگا جیسے وہ مسکرا رہا

ہو۔

کون سا دکھ ؟" کنزل نے ارد گرد دیکھتے پوچھا کہ کوئی اسے دیکھ نا

لے ورنہ الگ مسئلہ بن جائے گا۔

وقت آنے پر پتہ چل جائے گا۔

"میری نظریں ہمیشہ تم پر رہے گی۔اور مجھے لگتا ہے بہت جلد

ہماری ملاقات ہو گی۔"

مقابل نے کہتے ہی فون بند کر دیا۔

کنزل نے پریشانی سے موبائل کی سکرین کی طرف دیکھا تھا۔

لگتا تھا ساری مصیبت اور پریشانی نے اسی پر آنا تھا۔

"اب یہ کون ہے"؟ کنزل نے منہ میں بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ اور

اندر آگئی لیکن وہ نہیں جانتی تھی کہ آگے جا کر یہی انسان اس کے

ساتھ کیا کچھ کرنے والا ہے۔

"کنزل ابھی اور اسی وقت میرے کمرے میں آؤ۔ اور اگر تم نہ

آئی تو مین آجاؤں گا۔"

عدیم کا میسج سکرین پر جگمگایا تھا۔

پہلے تو اس نے میسج کو اگنور کرنا چاہا۔ لیکن پھر اسے یاد آیا کہ اسے

بھی بات کرنی ہے۔

اس لیے اپنی جگہ سے اُٹھ کر عدیم کے کمرے کی طرف چل

پڑی۔

عدیم کو پورا یقین تھا کہ کنزل اس کے کمرے میں نہیں آئے گی

لیکن اس نے وہاں آکر اُسے غلط ثابت کیا تھا۔

"میں کہیں خواب تو نہیں دیکھ رہا؟ میرے ایک بار بلانے پر تم آگئی۔ وہ بھی میرے کمرے میں ؟" عدیم نے کھڑے ہوتے اپنے لہجے میں حیرانگی لیے پوچھا۔

"مجھے آپ سے بات کرنی ہے۔۔"

کنزل نے اس کی بات کو اگنور کرتے کہا۔

" کہو نا میں سن رہا ہوں۔۔ بلکہ آج تمہیں ہی سنوں گا۔" عدیم نے کنزل کی طرف اپنے قدم بڑھاتے ہوئے مسکرا کر کہا۔ جبکہ لہجے میں الگ سی پراسراریت تھی۔

"آپ کو میرے ساتھ جو بھی کرنا تھا کر لیا ہے۔اب مجھے طلاق

دے دیں۔"

کنزل نے سفاک لہجے میں کہا تو عدیم کے چہرے کی مسکراہٹ ایک

پل میں غائب ہوئی تھی۔

"ایک بار پھر بولو کیا کہا؟؟"اس کے جبڑے کو دبوچے وہ پھنکارا

تھا۔

کنزل کے چہرے پر درد بھرے تاثرات ابھرے تو عدیم کی

گرفت کچھ کم ہوئی۔

"طلاق دینا یا نہ دینا وہ میرا معاملہ ہے اس کا حق میں نے تمہیں نہیں دیا۔ اور آج کے بعد یہ لفظ منہ سے مت نکالنا۔۔"

عدیم نے کنزل کو کمر سے پکڑ کر خود کے بے حد قریب کرتے کہا۔

اس نے جھک کر کنزل کی شفاف گردن پر لب رکھ دیے تھے۔

کنزل جو چہرے پر بنا کوئی تاثر لیے کھڑی تھی۔ عدیم کے چھونے پر اس نے عدیم کو پیچھے کرنا چاہا۔ جس نے آنکھوں میں خمار لیے کنزل کی طرف دیکھا تھا۔

"اب دور کیوں ہو رہی ہو؟" عدیم نے مسکراتے ہوئے کہا۔

کنزل خاموش رہی تھی۔

"کل سے تم یونیورسٹی جاؤ گی اور تمھاری بہن کالج جائے گی۔۔"

عدیم نے جھک کر ہلکا سا کنزل کے ہونٹوں کو چھوا اور پھر پیچھے ہو گیا۔

کنزل نے محسوس کیا تھا۔ اس بار اس کے لمس میں وحشت نہیں تھی۔ وہ بہت پیار سے کنزل کو چھو رہا تھا۔ اور یونیورسٹی جانے کی اجازت پر بھی وہ حیران ہوئی تھی لیکن خاموش رہی تھی۔

"تم خاموش کیوں ہو؟؟" اس کے گال کو انگوٹھے سے سہلائے وہ گھمبیرتا سے بولا۔

اس کی نرمی کنزل کی جان نکال رہی تھی۔ کئی عرصے کا دبا طیش جیسے ابھر کر آیا تھا۔

"آپ چاہتے کیا ہیں؟ کس نے آپ کو حق دیا میری زندگی خراب کرنے کا؟ کیا بگاڑا تھا میں نے آپ کا جو یہ سب آپ نے میرے ساتھ کیا؟"

کنزل نے لہجے میں بے بسی لیے عدیم کو دیکھتے کہا۔ اس کی بھیگی آنکھوں میں درد کی تیز لہر تھی۔

اس نے کنزل سے نظریں چرائی ۔۔

"جاؤ یہاں سے اور صبح سدرہ کے ساتھ ہی تم یونیورسٹی جاؤ گی۔"

عدیم نے رخ موڑے سنجیدگی سے کہا۔

"اس نوازش کی وجہ جان سکتی ہوں؟ یقیناً اس میں بھی آپ کا کوئی نہ کوئی فائدہ ہو گا۔ کیونکہ آپ کبھی بنا فائدے کوئی کام نہیں کرتے۔۔۔"

کنزل نے طنزیہ انداز میں اسے کہا۔

"میری جان۔ میرے فائدے اور نقصان کا مت سوچو۔۔ اگر

سوچنا بھی ہے تو ہمارے رشتے کے بارے میں سوچو، ان لمحوں کا

سوچو جو ہم نے ساتھ گزارے ہیں۔۔"

عدیم نے دوبارہ اپنی ٹون میں آتے مسکرا کر کہا۔

کنزل کے چہرے پر تلخی پھیلی،۔ سر جھٹکتی وہ بمشکل اپنے آنسو پر

قابو رکھ پائی۔

"اگر تم یہی میرے ساتھ رات گزارنا چاہتی ہو تو مجھے کوئی مسئلہ

نہیں ہے تم رک سکتی ہو ۔۔"

عدیم نے آنکھوں میں چمک لیے کنزل کو دیکھتے کہا۔

جس کے چہرے پر خوف کا سایہ لہرایا تھا اسے اب یقین ہو گیا تھا کہ

عدیم جیسا انسان کچھ بھی کر سکتا ہے اس لیے یہاں سے جانے میں

ہی بہتری تھی۔اس لیے خاموشی سے وہاں سے نکل گئی۔

"یہ مجھے کیا ہو رہا ہے۔"؟

عدیم نے کنزل کے جاتے ہی خود سے کہا۔

اسکی عجیب سے کیفیت ہو رہی تھی جسے وہ خود بھی سمجھ نہیں پا رہا تھا۔

اس نے سگریٹ کی ڈبی پکڑی اور ٹیریس کی طرف چلا گیا۔

اس کا ارادہ تو کنزل کو طلاق دینے کا تھا لیکن اب طلاق کا سوچتے ہی اسے عجیب لگتا تھا۔

"حیرت ہے ہمیں کالج اور یونی جانے کی اجازت مل گئی؟ لیکن یہ سب ہوا کیسے ان کے دل میں ہمارے لیے اتنا پیار کیسے آ گیا؟"

رنم نے کنزل کو دیکھتے پوچھا جو یونیورسٹی کے لیے تیار ہو رہی تھی۔

شائستہ بھی پاس ہی بیٹھی ہوئی تھی۔اس کی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں

تھی اس لیے خاموشی سے بیٹھی ہوئی تھیں۔

"رنم تمھارے دل میں اتنا زہر کیوں بھرا ہوا ہے؟ تمہیں تو خوش

ہونا چاہیے کہ ہمیں اجازت مل گئی ہے۔"

کنزل نے اسے سمجھانا چاہا۔

"کنزل تم بہت معصوم ہو یقیناً اس میں بھی ان کا کوئی نہ کوئی فائدہ ہو گا بنا فائدہ کے یہ لوگ کوئی کام نہیں کرتے ۔۔"

رنم نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"اچھا ٹھیک ہے جس کا بھی فائدہ ہے تم یہ بتاؤ یونیورسٹی نہیں جاؤ گی"؟ کنزل نے بات کو بدلتے پوچھا۔

"نہیں آج موڈ نہیں ہے کل سے جاؤں گی تم نے بتایا بھی تو صبح ہے تو میں کل جاؤں گی۔"

رنم نے کہا.

"ٹھیک ہے تم پھر امی کا دھیان رکھنا میں چلتی ہوں"۔ کنزل نے

اپنی ماں کے پاس آتے اس کا ماتھا چومتے ہوئے کہا اور وہاں سے

چلی گئی۔

باہر آتے ہی اس کا سامنا زبیر سے ہوا تھا۔

"ماشاءاللہ آج تو چاند کا ٹکرا لگ رہی ہو۔"

زبیر جو سیٹی بجاتے سیڑھیوں سے نیچے اتر رہا تھا کنزل کو دیکھتے اس

نے لوفرانہ انداز میں کہا۔

وہ اس کو نظر انداز کیے وہاں سے جانے لگی جب وہ جلدی سے

کنزل کے سامنے آیا۔

"اتنی بھی کیا نفرت ہم کزنز بھی ہیں تو بات تو کر ہی سکتے ہیں۔؟"

زبیر نے مسکراتے ہوئے کہا اس وقت کنزل کو زبیر زہر لگ رہا تھا۔

اس سے پہلے وہ زبیر کو کوئی جواب دیتی سدرہ بھی وہاں آگئی تھی۔

"تم کہاں جا رہی ہو؟" سدرہ نے لہجے میں حیرانگی لیے پوچھا۔

یونیورسٹی۔۔" کنزل نے کہا اور وہاں سے جانے لگی۔

"تمہیں اجازت کس نے دی؟" سدرہ نے کنزل کو ہاتھ پکڑتے پوچھا۔

"میں نے اجازت دی ہے کیوں کوئی مسئلہ ہے؟" عدیم نے سنجیدگی سے سدرہ کو دیکھتے پوچھا۔

"نہیں بھائی مجھے بھلا کیا مسئلہ ہو گا۔ آپ مجھے یونیورسٹی چھوڑ دیں دیر ہو رہی ہے"۔ سدرہ نے جلدی سے کہا اور باہر چلی گئی۔ زبیر بھی اپنے بھائی کو دیکھ کر وہاں سے کھسک گیا تھا۔

کنزل نے ایک نظر عدیم پر ڈالی جو بلیک کلر کے پینٹ کوٹ میں

کافی وجیہہ لگ رہا تھا۔ لیکن کنزل نے اس اگنور کیا جو کچھ وہ اس کے

ساتھ کر چکا تھا اُس کے بعد عدیم اسے زہر ہی لگتا تھا۔ کنزل اس

کے پاس سے گزرتے ہوئے وہاں سے چلی گئی۔ عدیم بھی ہلکا

مسکراتے کنزل کے پیچھے گیا۔

پورے راستہ خاموشی سے گزرا تھا۔

اس نے سدرہ اور کنزل کو یونیورسٹی چھوڑا اور خود آفس آ گیا۔

سدرہ نے کنزل کو دوبارہ دیکھا تک نہیں تھا اور وہاں سی چلی گئی۔

گل نے کنزل کو دیکھا تو اُس کی خوشی کا ٹھکانہ نہیں تھا اور بھاگتے ہوئے کنزل کے گلے آ لگی۔

"کنزل ام کہی خواب تو نہیں دیکھ رہا۔"

جلدی سے چٹکی کاٹو گل نے اپنا بازو کنزل کے آگے کرتے کہا جس نے مسکرا کر زور سے چٹکی کاٹی تھی۔

"یا اللہ اتنی زور سے بھی نہیں کہا تھا"۔ گل نے گھورتے ہوئے کہا۔

"تم کیسی ہو گل؟" کنزل نے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"ام نے کیسی ہونا ہے ایک تو وہ کمبخت ہمارے پیچھے پڑا ہے۔ اُس کی وجہ سے تو گل اپنے کھانے پر بھی دھیان نہیں دے پا رہی۔۔"

گل نے منہ بسوڑتے کہا۔

کون؟" کنزل نے حیرانگی سے پوچھا۔

"وہ تم چھوڑو ام بعد میں بتا دے گا۔

تمھارے ابو کا انتقال کیسے ہوا؟ وہ تو اچھے بھلے تھے"۔ گل نے دلگیری سے پوچھا۔

"ان کا ایکسیڈنٹ ہوا تھا۔اور بس زندگی نے مہلت ہہ نہیں

دی۔۔"

کنزل نے تکلیف سے کہا۔

"تم نے مجھے فون کیوں نہیں کیا؟مجھے تو معلوم ہی نہیں تھا مارٖا

دوست پر اتنا کچھ بیت گیا اور گل کو کوئی خبر ہی نہیں ہے۔"

گل نے کنزل کو دیکھتے کہا۔

"تم سچ میں نہیں جانتی گل کہ میرے ساتھ کیا کچھ ہوا ہے۔میں

بے بسی کے کس موڑ پر آچکی ہوں۔۔"

کنزل نے دل میں سوچا۔

"گل چلو کلاس کا ٹائم ہو گیا ہے باقی باتیں بعد میں کریں گے۔۔"

کنزل نے گہرا سانس لیتے کہا۔

"ٹھیک ہے تم کلاس میں جاؤ ہم اپنی کتابیں لے کر آتا ہے۔۔وہ

درخت کے نیچے میں بیٹھی پڑھ رہا تھا۔ش

"گل!!! پڑھ رہی تھی۔۔"کنزل نے اس کے جملے کی درستگی

کرتے کہا۔

ہاں ہاں وہی گل نے مسکرا کر کہا اور وہاں سے چلی گئی۔

کنزل کلاس کی طرف چلی گئی تھی ابھی اسے نے کچھ ہی قدم آگے بڑھائے تھے۔جب اسے زمین گھومتی ہوئی محسوس ہوئی اس نے زور سے اپنے سر کو جھٹکا۔ لیکن زمین ویسے ہی گھوم رہی تھی۔

وجاہت چہرے پر بھرپور سنجیدگی لیے اپنی کلاس کی طرف جا رہا تھا جب اس کی نظر کنزل پر پڑی جو گل کے ساتھ کھڑی باتیں کر رہی تھی۔وہ اسے پہلے کی نسبت کمزور سی لگی تھی۔

آج کتنے دنوں بعد اس نے کنزل کو دیکھا تھا۔اور شاید اسے احساس بھی نہیں ہوا کہ وہ رک چکا ہے،۔کس خاص شخص کے

لیے بھی نہ رکنے والا آج ایک لڑکی کو دیکھ کر تھما تھا۔ اس نے

کنزل کے ڈگمگاتے قدموں کو دیکھا۔

کنزل نے بمشکل کچھ قدموں کا فاصلہ طے کیا تھا اس سے پہلے وہ

زمین پر گرتی وجاہت نے آگے بڑھ کر اسے بازو سے پکڑ کر گرنے

سے بچایا تھا۔

کنزل نے نظریں اٹھا کر وجاہت کی طرف دیکھا جو ہمیشہ کی طرح

ماتھے پر بل لیے اسے دیکھ رہا تھا۔

"میں ٹھیک ہوں مجھے چھوڑ دیں۔" کنزل نے دھیمے لہجے میں کہا۔

وجاہت نے اُسی وقت اس کے بازو سے اپنا ہاتھ پیچھے کر لیا تھا۔ وہ تو شکر تھا کنزل نے دیوار سے سہارا لیا تھا ورنہ جس طرح وجاہت نے اسے چھوڑا تھا اس نے زمین بوس ہونا تھا۔

"مجھے بھی شوق نہیں ہے آپ کو چھونے کا۔ اگر آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے تو گھر پر آرام کریں یہاں آ کر دوسروں کی توجہ حاصل کرنے کی ضرورت نہیں ہے"۔ وجاہت نے سرد لہجے میں کہا۔ کنزل نے بھیگی آنکھوں سے سامنے کھڑے ظالم انسان کو

دیکھا تھا جو اپنے لفظوں سے دوسروں کو گھائل کرنے کا ہنر جانتا تھا۔

وجاہت نے کنزل کی بھیگی آنکھیں دیکھی تو زور سے اپنے ہاتھ کی مٹھی کو بھینچے اپنے غصے کو کنٹرول کیا اور ایک آخری نظر اس پر ڈال کر وہاں سے اپنی کلاس کی طرف چلا گیا۔

"تم کو کیا ہوا۔۔ ابھی تو ٹھیک تھا؟؟" گل نے فکرمندی سے اس کا چہرہ دیکھا۔ جو بالکل پیلا ہو چکا تھا۔

" تم اب مزید کلاس نہیں لے پائے گی۔۔" گل اسے کینٹین کی

جانب لے گئی تھی۔

"کس کے گھر رشتہ لے کر جانا ہے؟" عالم نے حیرانگی سے حسام کی

طرف دیکھتے پوچھا۔

"گل کے گھر رشتہ لے کر جانا ہے۔" حسام نے عام سے لہجے میں

کہا۔

"اس کا تو رشتہ فائنل ہو چکا ہے نا تو اب جانے کا کیا فائدہ؟" عالم

نے گھورتے ہوئے کہا۔

"رشتہ ہی ہوا ہے۔ کون سا نکاح ہو گیا ہے۔ جو کچھ ہو نہیں سکتا اگر

اُس کا نکاح بھی ہو چکا ہوتا تو بھی میرے پاس دوسرے طریقہ

موجود ہے"۔

حسام نے عالم کو دیکھتے کہا۔

دماغ ٹھیک ہے؟؟" عالم نے اسے گھورا۔

"جی ٹھیک ہی ہے۔۔" وہ لاپرواہی سے بولا۔

"یعنہ تم چاہ رہے ہو میں یعنی عالم اُنکے گھر رشتہ لے کر جاؤں اور وہ

صاف میرے منہ پر انکار کر دیں؟

اور میں خاموشی کے ساتھ گھر واپس آجاؤں؟"

عالم نے سرد لہجے میں حسام کو دیکھتے ایک آئبرو اچکاتے پوچھا۔

"پلیز ناں میں اب اکیلا جاتا ہوا اچھا تو نہیں لگتا نا؟" حسام نے عالم کو

دیکھتے معصومیت سے کہا۔

ایک حسام ہی تھا جس سے عالم اس لہجے میں بات کرتا تھا ورنہ

باقیوں کے لیے تو وہ جلاد ہی تھا۔

"تم اتنی محنت کیوں کر رہے ہو لڑکی کو اٹھا کر نکاح کر لو۔۔"

عالم نے سگریٹ ڈبی سے نکالتے اسے سلگاتے ہوئے کہا۔

"یہ آپ کہہ رہے ہیں؟" حسام کی آنکھیں پھیلی۔۔

"ہاں۔۔۔عالم کے چہرے پر سنجیدگی تھی۔

" اچھا تا کہ لڑکی بھی ہاتھ سے جائے ابھی تو وہ مجھے صرف ناپسند کرتی ہے پھر نفرت کرنے لگے گی"۔ حسام نے دانت پیستے کہا۔

"اس سے فرق نہیں پڑتا وہ تمھاری بیوی بن جائے گی یہ زیادہ معنی رکھتا ہے۔"

عالم نے کہا تو حسام نے حیرانگی سے اس کی کر دیکھا۔

"یہ طریقہ تم خود پر آزمانا۔" حسام نے گھورتے ہوئے کہا۔

"جب وقت آئے گا تو میں ایسا ہی کروں گا۔" عالم نے پر سرار لہجے میں کہا۔

"عالم تمھارے بھائی کی پوری زندگی کا سوال ہے یار۔۔" حسام نے

زچ ہوئے کہا۔

"تم اتنے بڑے بزنس مین ہوتے ہوئے بھی مجھ سے مدد مانگ

رہے ہو کتنے افسوس کی بات ہے۔

میرا جواب ابھی بھی نا ہے۔میں اُن کے گھر ہرگز نہیں جاؤں گا۔

اور جس لڑکے سے اُس کی بات پکی ہوئی وہ لڑکا اچھا نہیں ہے کسی

طرح تم اُسکے بھائی کو یہ بتا دو رشتہ خود ہی ختم ہو جائے گا۔"

عالم نے تفصیل سے کہا۔اور ایک جتاتی نظر ڈالے باہر نکل گیا۔

حسام کے چہرے پر مسکراہٹ آگئی تھی۔

"میرا بڑا بھائی کتنا عقل مند ہے"۔ حسام نے اپنے کندھے کو تھپتھپاتے ہوئے شاباشی دیتے کہا۔ جیسے عالم کو دے رہا ہو۔

"اب مزا آئے گا اب تو میں بھی گل کے لالہ سے بات نہیں کروں گا۔ جو بھی کرے گا وہ خود کرے گا۔"

حسام نے کچھ سوچتے ہوئے مسکرا کر کہا اور وہاں سے چلا گیا۔ دل کی کیفیت اب کچھ ہلکی محسوس ہو رہی تھی۔

کنزل گھر جلدی آگئی تھی اس کی طبیعت کچھ زیادہ ہی خراب ہو گئی تھی۔اس لیے گل نے اسے کہا کہ وہ گھر چلی جائے۔

اپنے کمرے میں آئی تو وہاں نا رنم تھی اور نا ہی اس کی ماں اس نے رنم کو کال کی۔

کہاں ہو تم؟؟؟اور امی کہاں ہے؟؟" کنزل نے پریشانی سے پوچھا۔

"امی کی طبعیت ٹھیک نہیں تھی ان کو ہاسپٹل لائی ہوں۔۔"

"میں بھی آجاتی ہوں۔۔" کنزل چادر لیے اٹھی۔ فون ہونز کان

سے لگا تھا۔

"نہیں ہم گھر ہی آرہے ہیں تم پریشان مت ہو۔۔"

رنم کے کہنے پر وہ وہی بیٹھ گئی۔

دادی اپنے کمرے میں تھی اور تہمینہ اپنی بہن کے گھر گئی تھی۔

کنزل لوگوں کا کمرہ اوپر والی منزل پر تھا۔

اس سے غلطی یہ ہوئی کہ اس نے دروازے کو لاک نہیں لگایا اور

ویسے ہی آکر بیڈ پر ڈھے گی۔

جب کوئی آہستگی سے دروازہ کھولے اندر آیا۔

پتہ تو کنزل کو اُس وقت لگا جب اسے محسوس ہوا کہ کوئی اس کے

پاؤں کو چھو رہا۔ کنزل فوراً اُٹھ بیٹھی تھی اس نے جب سامنے دیکھا

توزبیر کھڑا مسکرا رہا تھا۔

وہ کنزل کو گھر آتے دیکھ چکا تھا اسے دیکھتے ہی اس کے چہرے پر

مسکراہٹ آگئی اور چلتا ہوا کمرے تک آگیا۔

کنزل فوراً سیدھی ہوئی تھی۔

"تم یہاں کیا کر رہے ہو؟"

کنزل نے کھڑے ہوتے غصے سے پوچھا۔

"تمہیں گھر آتے دیکھا تو سوچا تمھارا حال چال پوچھ لوں ویسے تم اتنی جلدی کیوں واپس آگئی؟" زبیر نے اپنے قدم کنزل کی طرف بڑھاتے مسکرا کر پوچھا۔

"دفع ہو جاؤ یہاں سے۔۔"

کنزل نے مضبوط لہجے میں دروازے کی طرف اشارہ کرتے کہا۔

اندر سے اس کا دل خوف سے لرز رہا تھا۔ اگر کوئی یہاں آگیا تو اس کی بات پر تو کوئی یقین نہیں کرے گا۔ سارے اسے ہی غلط سمجھے گئے کوئی زبیر کو کچھ بھی نہیں کہے گا۔

"ویسے مجھے تو معلوم ہی نہیں تھا کہ میری کزن اتنی خوبصورت ہے۔"

زبیر نے اپنا ہاتھ کنزل کے چہرے کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ اس سے پہلے وہ کنزل کے چہرے کو چھوتا کنزل نے ایک زور دار تھپڑ اس کے منہ پر دے مارا تھا۔

کمرے میں تھپڑ کی آواز گونجی تھی۔

زبیر نے حیرت سے اسے دیکھا جس نے دلیری کی حد کر دی تھی۔ایک دم چہرے پر غضبنا کی بڑھی تھی۔

"ابھی اور اسی وقت اس کمرے سے نکلو ورنہ تمھارے بھائی کو تمھاری حرکتوں کے بارے میں بتاؤں گی"۔کنزل نے سرد لہجے میں کہا۔

"بھائی تم پر کچھ زیادہ ہی یقین کرتا ہے نا اب دیکھنا میں تمھارے ساتھ کیا کرتا ہوں بھائی کا یقین تو اُٹھے گا ہی ساتھ تمہیں خود اس

گھر سے دھکے دے کر باہر نکالے گا۔یادرکھنا میری بات۔۔۔تم

نے تھپڑ مار کر اچھا نہیں کیا۔۔"

زبیر نے اسے تنبیہ کرتے کہا اور غصے سے وہاں سے چلا گیا۔

اس کے جاتے ہی کنزل نے دروازے کو لاک لگایا اور بیڈ پر آکر

بیٹھ گئی پتہ نہیں اچانک سے اسے اتنے چکر کیوں آنے لگے تھے۔

اس نے تکیہ اپنے سر کے نیچے رکھا اور دوبارہ آنکھیں موندے

لیٹ گئی۔

وجاہت اپنے لیکچر کے بعد اپنے آفس بیٹھا تھا لیکن اس کا دماغ اس وقت کہی اور تھا۔

بار بار اس کی آنکھوں کے سامنے وہ بھیگی آنکھیں آرہی تھیں۔

"کیا مصیبت ہے میں کیوں اس کے بارے میں اتنا سوچ رہا ہوں۔"

وجاہت نے اپنے ہاتھ میں پکڑا اپن ٹیبل پر پھینکتے ہوئے کہا۔

اس نے اپنا موبائل اٹھایا اور نمبر ڈائل کرتے فون کو کان سے لگایا۔

"فارغ ہو کر مجھ سے ملو مجھے تم سے ضروری بات کرنی ہے"۔ وجاہت نے سنجیدگی سے کہا۔

"بھائی آج نہیں مل سکتا۔ آج کچھ ضروری کام ہے"۔ مقابل نے کہا۔

"سارے کام چھوڑ کر مجھ سے ملنے آنا۔" وجاہت نے اپنی بات کہتے فون بند کر دیا۔

ابھی اس نے فون رکھا ہی تھا جب دروازہ ناک ہوا۔

اس نے اندر آنے کی اجازت دی تو سدرہ چہرے پر مسکراہٹ لیے

اندر آئی تھی۔

"پروفیسر مجھے ایک ٹاپک سمجھ میں نہیں آرہا آپ پلیز مجھے سمجھا

دیں گے ؟"سدرہ نے چہرے پر مسکراہٹ لیے پوچھا۔

"جب میں لیکچر دے رہا تھا تو آپ نے ٹھیک سے سنا کیوں نہیں؟

"

وہاج نے چہرے پر سنجیدگی لیے پوچھا۔

وہ پروفیسر اُس دن میں آئی نہیں تھی۔ سدرہ نے جلدی سے کہا۔

"تو یہ آپ کی غلطی ہے۔ اور آپ کی سزا ہے چھٹی کرنے کی اب آپ جا سکتی ہیں۔"

وجاہت کہتے ہی نظریں نیچے کیے کام کرنے لگا۔

سدرہ منہ کھولے وجاہت کو دیکھ رہی تھی۔

اس نے سوچا کہ وہ ٹاپک سمجھنے کے بہانے پروفیسر کے قریب آنے کی کوشش کرے گی۔ لیکن یہاں تو پروفیسر نے صاف صاف لفظوں میں منع کر دیا تھا۔

"آپ گئی نہیں ابھی تک؟" وجاہت نے سنجیدگی سے کہا نظریں

ابھی بھی جھکی ہوئی تھیں۔

سدرہ ہوش میں آئی اور فوراً وہاں سے چلی گئی۔

وجاہت نے اس کے جاتے ہی پن کو دوبارہ ٹیبل پر رکھا اور پریشانی

سے اپنے ماتھے کو مسلنے لگا۔

ناجانے اسے ٹینشن کس بات کی ہو رہی تھی۔

وہ خود بھی سمجھنے سے قاصر تھا۔

لیکن آج اسے ایک بات پتی چل گئی تھی کہ وہ اس لڑکی کو تکلیف

میں نہیں دیکھ سکتا وہ واحد لڑکی تھی جسے وہ تکلیف میں نہیں دیکھنا

چاہتا تھا۔

" آجاؤ آجاؤ حسام تم بھی مٹھائی کھاؤ ہمارے بہن کا دو دنوں بعد

نکاح ہے۔" آج خاور بہت خوش تھا۔

خاور خان نے حسام کو دیکھتے اسے گلے لگاتے کہا۔

"یہ تو بہت اچھی بات ہے۔بہت بہت مبارک ہو تمہیں۔۔"

حسام نے چہرے پر زبردستی کی مسکراہٹ لاتے کہا۔

"ویسے لڑکا کرتا کیا ہے؟" حسام نے خاور کو دیکھتے پوچھا۔

"لڑکا کا اپنا دکان ہے پشاور میں۔۔" خاور نے فخر سے کہا۔

"دکان؟ کیسی دکان؟" حسام نے نا سمجھی سے پوچھا۔

"چپل کی دکان ہے میں خود دیکھ کر آیا ہے ماشاءاللہ سے بہت بڑا

دکان ہے۔"

خاور نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اور حسام تمھیں ہمارا مدد کرنا ہو گا۔ دو دن بعد نکاح ہے اور میں

اکیلا تیاری کیسا کرے گا۔"

خاور نے کہا تو حسام ہنس پڑا۔

"میں اس لیے تو یہاں آیا ہوں تا کہ تمھاری مدد کر سکوں

۔۔"حسام نے مسکرا کر کہا۔

"تم ہمارا بہت اچھا دوست اور بھائی ہے۔"

خاور نے دل سے حسام. کی تعریف کرتے کہا۔

حسام نے بس مسکرانے پر ہی اکتفا کیا تھا۔ اس سے زیادہ وہ کر بھی کیا سکتا تھا۔

گل اور خاور دو بہن بھائی تھے۔

جب خاور چھوٹا تھا تو اُس وقت ہی ان کی ماں باپ کا کار ایکسیڈنٹ میں انتقال ہو گیا تھا۔

خاور نے گل کو اکیلے پالا تھا سارے رشتے داروں نے منہ موڑ لیا تھا۔ تو خاور بھی اب کسی رشتے دار سے نہیں ملتا تھا۔ جب مصیبت

میں اس کی کسی نے مدد نہیں کی تو اب خاور بھی کیوں اس سے

رشتہ رکھتا۔

دو دن بعد اس کی بہن کا نکاح تھا تو وہ نہیں چاہتا تھا کہ کوئی بھی کمی

ہو اس لیے خاور کی پوری کوشش تھی کہ وہ اپنی طرف سے ہر چیز

کو پرفیکٹ کرے۔

شام میں اسفند وجاہت سے ملنے آیا تھا۔

"بھائی میں بہت بزی تھا یار"

اسفند نے وجاہت کو دیکھتے کہا۔

آج سے اس نے پھر سے کام پر جانا تھا۔عدیم نے جو اسے ایک ہفتہ چھٹیوں کا بولا تھا وہ ختم ہو گئی تھیں۔

"اپنے بھائی سے بڑھ کر تمھارے لیے کچھ بھی ضروری نہیں ہونا چاہیے۔"

وجاہت نے بنا اسے دیکھے سنجیدگی سے کہا۔

"بھائی مجھے عدیم کے سامنے جھوٹ بولنا پڑتا ہے اُسے تو یہی معلوم ہے کہ میری کوئی فیملی نہیں ہے۔

اسفند نے پیچھے ٹیک لگاتے اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرتے کہا۔

"اب تمہیں واپس آجانا چاہیے۔" وجاہت نے اسفند کے چہرے پر تھکاوٹ محسوس کرتے کہا۔

"ابھی میرا کام پورا نہیں ہوا دو سال کی محنت کو میں ایسے ضائع نہیں کر سکتا۔"

"مجھے پوری امید ہے کہ بابا زندہ ہیں۔ لیکن کہاں ہیں وہ بھی بہت جلد پتہ چل جائے گا۔"

اسفند نے وجاہت کو دیکھتے کہا۔

وجاہت خود بھی اس بات سے واقف تھا کہ اس کا باپ زندہ

ہے۔ لیکن اس نے پہلے بہت کوشش کی اُن کو تلاش کرنے کی

لیکن جب اسے سچائی معلوم ہوئی تو پیچھے ہٹ گیا تھا۔ اور اب اسفند

اپنی کوشش کرنا چاہتا تھا۔

عدیم نے اُس لڑکی سے نکاح کیوں کیا؟

وجاہت نے گہرا سانس لیتے سامنے دروازے کو دیکھتے پوچھا۔

اسفند نے نظریں اٹھا کر وجاہت کی طرف دیکھا تھا۔

"بھائی آپ اُس لڑکی کو پسند کرتے ہیں؟" اسفند نے الٹا وجاہت کو دیکھتے سوال کیا۔

" تمہیں لگتا ہے کہ میں اُس لڑکی کو پسند کرتا ہوں جو عدیم کی بیوی ہے؟ عدیم سے جڑی ہر چیز سے مجھے نفرت ہے۔"

وجاہت نے دوٹوک انداز میں کہا۔

"تو پھر آپ کو پچھلے کچھ ماہ سے اُس کی اتنی فکر کیوں ہو رہی ہے میں جب بھی آتا ہوں تو آپ کا ایک سوال اُس لڑکی کے بارے میں ضرور ہوتا ہے۔"

اسفند نے کہا تو وجاہت اسے دیکھ کر مسکرا پڑا تھا۔

"دشمن کی کمزوری کا بھی معلوم ہونا چاہیے اور وہ لڑکی عدیم کی کمزوری بنتی جا رہی ہے"۔ وجاہت نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بھائی اب اُس لڑکی کی زندگی عدیم کے ہاتھ میں ہے وہ ایک طرح کی عدیم کی کٹھ پتلی اور اُسکے ہاتھ کا کھلونا ہے جسے وہ جیسے مرضی استعمال کرے چاہے تو اُسے اپنے پاس رکھے یا اُسے جان سے مار دے۔۔"

اسفند نے وجاہت کے چہرے کے تاثرات دیکھتے کہا۔جو پل بھر

میں سرد ہوئے تھے۔

"تم اپنا کام جلدی سے ختم کرو اور واپس آؤ"۔وجاہت نے بنا اسے

کوئی جواب دیتے سنجیدگی سے کہا۔

"ٹھیک ہے بھائی میں چلتا ہوں۔"

اسفند نے کھڑے ہوتے ٹیبل سے گاڑی کی چابی پکڑتے کہا اور

وہاں سے چلا گیا۔

پیچھے وجاہت نے کھڑے ہوتے اپنے ہاتھ کا مکا بنائے دیوار پر زور

سے دے مارا تھا۔

وہ جانتا تھا کہ عدیم کس طرح کا انسان ہے لیکن جو بات دل کہہ رہا

تھا وہ وجاہت ماننا نہیں چاہتا تھا۔

زبیر کو ایڈیٹنگ بہت اچھی آتی تھی اس کو کنزل کی ایک تصویر

چاہیے تھی جو اس کے لیے حاصل کرنا مشکل نہیں تھا۔

اسے سدرہ سے کنزل کی تصاویر مل گئی تھیں۔

اس نے تصاویر کچھ اس طرح مہارت سے ایڈٹ کی کہ دیکھنے

والے کو وہ اصلی ہی لگ رہی تھیں۔

کچھ تصاویر میں وہ خود کنزل کے ساتھ بیڈ پر تھا اور کچھ تصاویر میں

اس نے اپنے اُن دوستوں کا چہرہ لگایا جسے عدیم نہیں جانتا تھا۔

ان تصاویر کو ایڈٹ کرنے میں اسے وقت لگا تھا اور آج اپنی بنائی گئی تصاویر کو دیکھتے ہوئے وہ مسکرا رہا تھا۔

"اسے دیکھنے کے بعد تو بھائی تم پر تھوکنا بھی پسند نہیں کریں گے۔

مجھ پر ہاتھ اٹھا کر تم نے بہت بڑی غلطی کی ہے کنزل اب اس کی سزا تو بھگتنی پڑے گی ناں۔۔"

زبیر نے اپنی جگہ سے کھڑے ہوتے کہا اور ان تصاویر کو پکڑے باہر چلا گیا۔

وہ سیدھا اپنے بھائی کے آفس گیا تھا۔

اس نے دروازہ ناک کیا اور اندر آیا۔

عدیم نے زبیر کو آفس میں دیکھا تو کافی حیران ہوا تھا۔

"کہیں میں خواب تو نہیں دیکھ رہا۔ تم آج آفس میں کیا کر رہے

ہو؟ شعدیم نے چہرے پر مسکراہٹ لیے زبیر کو دیکھتے کہا۔

جو اپنے بنائے گئے پلان کے مطابق جلدی سے عدیم کی طرف بڑھا

اور اسکے گلے لگے رونے لگا۔

عدیم تو اس کو روتا دیکھ پریشان ہو گیا تھا۔

"زبیر کیا ہوا ہے کسی نے کچھ کہا ہے؟" عدیم نے پریشانی سے

پوچھا۔

"بھائی میرے ساتھ دھوکہ ہوا ہے میں اُسے بہت محبت کرتا ہوں

لیکن اُس نے مجھے دھوکہ دیا ہے۔اس نے میرا دل بری طرح توڑ

دیا۔۔"

زبیر نے بھاتی لہجے میں عدیم کو دیکھتے کہا۔

"کس کی بات کر رہے ہو تم؟ اور کس نے دھوکہ دیا؟"

عدیم نے نا سمجھی سے زبیر کو دیکھتے پوچھا۔

"بھائی کنزل اور میں ایک دوسرے کو پسند کرتے تھے۔ سب کچھ

ٹھیک تھا لیکن پھر کچھ دن پہلے مجھے یہ تصاویر ملی اُس نے مجھے

دھوکہ دیا میں اُس سے اتنی محبت کرتا تھا اُس نے میرے جذبات

کا مزاق بنایا۔

یہ دیکھیں۔۔"

زبیر نے وہ تصاویر عدیم کے سامنے کرتے ہوئے کہا۔

عدیم تو زبیر کی بات کو ابھی ہضم نہیں کر پایا تھا جب اس نے

تصاویر دیکھی پل بھر میں اس کا چہرہ سرخ ہوا تھا ان تصاویر میں

کنزل ہی زبیر کے پہلو میں لیٹی مسکرا رہی تھی۔

زبیر کے علاوہ بھی دو لڑکے اور تھے جن کے ساتھ کنزل کی تصاویر

تھیں۔

اس کے سامنے گویا زمین و آسمان گھوم کر رہ گئے۔

"تو یہ بات تھی اس لیے تم مجھ سے دور بھاگ رہی تھی۔اور میں

ناجانے کیا سمجھتا رہا۔۔

میں ہی پاگل تھا جو تم جیسی گھٹیا لڑکی کو اپنے دل میں جگہ دینے کے

بارے میں سوچ رہا تھا۔"

عدیم نے اُن تصاویر کو ہاتھ میں مڑورتے دل میں کہا۔

زبیر کے چہرے پر چمک آگئی تھی۔

اسے اپنا پلان کامیاب ہوتا ہوا نظر آرہا تھا۔

"تم ابھی گھر جاؤ اس کے بارے میں بعد میں بات کرتے ہیں۔ لیکن کسی سے ذکر مت کرنا۔" عدیم نے سرد لہجے میں کہا۔

"جی بھائی" زبیر نے فرمانبرداری سے کہا اور وہاں سے چلا گیا۔

پیچھے عدیم نے غصے سے اُن تصاویر کو زمین پر پھینک کر زور سے اس پر اپنا شوز دے مارا تھا۔ جیسے اُن تصاویر کی جگہ کنزل ہو۔ دل میں گویا آگ بھڑک اٹھی تھی۔

کنزل کی طبعیت کو دیکھ کر شائستہ کافی پریشان تھی۔وہ کافی کمزور ہو گئی تھی۔

"کنزل تم چیک اپ کروا کر آؤ۔ تمہاری طبعیت کافی خراب رہنے لگی ہے۔اور تم یونیورسٹی بھی نہیں جا رہی ہو۔۔"

رنم میں نہیں جانا چاہتی۔۔۔وہ بیزاری سے بول کر لیٹ گئی۔

موبائل کی آواز پر اس کی توجہ بٹی جہاں گل کا نام جگمگا رہا تھا۔

اس نے کال اٹھائی۔

"ماڑا کنزل میرا دو دن بعد نکاح ہے، اور تم نے ضرور آنا ہے۔۔۔"

اس نے جلدی سے کہا۔۔ خوشی اس کے لہجے سے عیاں تھی۔۔

کنزل کو اس پر رشک آیا، جو خوش تھی۔۔شان سے نکاح کر رہی تھی، جبکہ وہ عزت بچانے کے لیے نکاح کر چکی تھی،۔

"دراصل میری طبعیت بہت خراب ہے۔۔میں آنا چاہتی تھی لیکن۔۔۔۔" وہ اداس ہوئی تھی۔

گل کو بھی معلوم تھا کہ اس کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے اس لیے اس نے زیادہ بحث نہیں کی۔

"کوئی بات نہیں میں تم کو تصویر ضرور بھیجوں گا۔۔۔"

"میں انتظار کروں گی۔۔ اللہ تمہیں خوش رکھے۔۔"

اسے دعاؤں سے نوازتی وہ فون رکھ کر آنکھیں موند چکی تھی۔

"اٹھو اور چلو میرے ساتھ۔۔۔" رنم نے کنزل کے سر پر کھڑے ہوتے سنجیدگی سے کہا۔

"کہاں؟ کنزل نے آنکھیں کھولے رنم کو دیکھتے پوچھا۔

ہسپتال اور اگر اب تم نے منع کیا تو پوری زندگی میں تم سے بات

نہیں کروں گی۔"

رنم نے اسے دھمکی دیتے کہا۔

"لیکن میں بلکل ٹھیک ہوں مجھے کچھ نہیں ہوا۔"

کنزل نے دھیمے لہجے میں کہا۔

"۔جھے پتہ چل رہا ہے کہ تم کتنی ٹھیک ہو۔

چلو میرے ساتھ ۔۔"

رنم نے اسے بازو سے پکڑ کر اٹھاتے ہوئے کہا تو ناچاہتے ہوئے بھی اسے رنم کے ساتھ ہسپتال جانا پڑا تھا۔

کنزل اپنے کمرے میں ہی تھی اس لیے اسکا سامنا عدیم سے نہیں ہوا تھا اور وہ یہاں پر تھا بھی نہیں اسے شہر سے باہر جانا تھا۔ اس لیے اُسی رات شہر سے باہر چلا گیا تھا۔

رنم کنزل کو ہسپتال لے آئی تھی۔

کچھ دیر بعد رنم اور کنزل اندر بڑھے، جہاں ڈاکٹر اس کا چیک اپ

کرنے لگی۔۔۔

"آپ کو اپنی بہن کا بہت زیادہ خیال رکھنا ہو گا وہ ماں بننے والی

ہے۔اور بچہ بہت کمزور ہے۔مجھے حیرانگی ہو رہی ہے، آپ کو زرا

بھی اپنی طبعیت کے بوجھل پن کا احساس نہیں ہوا۔۔۔"

ڈاکٹر نے پہلے رنم اور پھر کنزل کو دیکھتے کہا۔

کنزل کا رنگ فق ہوا۔۔خوف سے وجود سرد پڑ گیا۔۔جبکہ منہ پر ہاتھ رکھے وہ اب بھی بے یقینی میں مبتلا تھی۔۔

ڈاکٹر کے جاتے ہی رنم کنزل کے پاس آئی۔

"رنم میں۔۔۔وہ۔۔میں۔۔"کنزل کو سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ کس طرح رنم کو بتائے۔

"کنزل مجھے اپنی بہن پر پورا یقین تھا اور ہے کہ وہ کوئی کام غلط نہیں کرے گی لیکن سچ کو جھٹلایا نہیں جا سکتا۔بتاؤ کیوں کیا یہ سب؟؟"

"رنم میں نے۔۔۔"زبان لڑکھڑا گئی تھی۔

یہ سب کیا ہے کنزل بتاؤ مجھے میرا دل گھبرا رہا ہے۔؟رنم نے نفی میں سر ہلاتے بے یقینی سے اسے دیکھتے پوچھا۔

"رنم میں نے کچھ غلط نہیں کیا۔یہ بچہ عدیم کا ہے اُس نے مجھ سے نکاح کیا ہے وہ میرے ساتھ بنا نکاح کے رات گزارنا چاہتا تھا میں نے اُسے نکاح کا کہا تھا۔ورنہ وہ بنا نکاح کے۔۔میری عزت برباد کر دیتا۔۔۔"

کنزل ادھوری سی تفصیل پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تھی۔

رنم کو تو ابھی بھی یقین نہیں آرہا تھا۔ کہ کوئی اپنا اس حد تک بھی سفاک ہو سکتا ہے۔

"تم نے ہم میں سے کسی کو بتایا کیوں نہیں؟ کیا تمہیں ہم پر یقین نہیں تھا۔۔

تمھارے ساتھ اتنا کچھ ہو گیا اور اب یہ بچہ کنزل تم کیا کرو گی؟ تم جانتی بھی ہو تم نے اپنی ذات پر لوگوں کو نوکیلے پتھر مارنے کا موقع

خود فراہم کر دیا ہے۔۔اور وہ گھٹیا انسان۔۔مجھے اس پر بلکل بھی

بھروسہ نہیں ہے اگر وہ مکر گیا تو جانتی ہو نتائج کیا ہو گے،؟

رنم نے کنزل کے آنسو صاف کرتے بے بسی سے کہا۔

"میں نہیں جانتی لیکن مجھے ایک بات کا حوصلہ ہے میں نے نکاح کیا

ہے۔اگر میں نکاح کی ضد نہ کرتی تو بہت بڑا گناہ سرزرد ہو

جاتا۔جس کی کبھی معافی نہیں تھی۔۔لیکن رنم میں نے اپنی

مرضی سے یہ سب نہیں۔۔۔"

کنزل کے لفظوں میں پنپتی اذیت رنم کو بھی رلا گئی تھی۔

"یا اللہ میں کیا کروں کیسے اپنی بہن کی مدد کروں۔۔یہ ایک نئ مشکل۔۔نیا امتحان۔۔۔"

رنم نے دل میں سوچا۔کنزل کی بات پر اسے پورا بھروسہ تھا۔

"کنزل تمھارے پاس نکاح نامہ ہے؟"رنم نے جلدی سے پوچھا جس نے نفی میں سر ہلا دیا تھا۔

" وہ عدیم نے مجھے نہیں دیا۔بلکہ اس نے تو۔۔۔"وہ ایک بار پھر سسک کر رودی۔۔وہ لمحے وہ کبھی بھی یاد نہیں کرنا چاہتی تھی، جس میں اس نے اذیت ہی اذیت برداشت کی تھی۔

"ایک نمبر کا گھٹیا کمینہ اور ذلیل انسان ہے۔ جسے زرا بھی شرم و حیا نہیں ہے کہ وہ کس کے ساتھ یہ سب کر رہا ہے۔"۔ رنم نے غصے سے کہا۔ اس کا دل کر رہا تھا ابھی گھر جا کر اس کا گریبان پکڑ کر پوچھے کہ کیوں میری بہن کی زندگی برباد کی۔۔

"ابھی ہمیں گھر چلنا چاہیے اس کے بارے میں گھر جا کر سوچتے ہیں۔ لیکن اب تم نے بالکل بھی نہیں رونا۔۔"

رنم نے نرم لہجے میں کہا کیونکہ کنزل کی حالت پہلے ہی ٹھیک نہیں تھی۔

کنزل نے اثبات میں سر ہلایا اور رنم اسے وہاں سے لے کر چلی گئی۔ناجانے آگے ان کے ساتھ کیا ہونے والا تھا۔

گل کے گھر پر تیاریاں زور شور پر تھیں۔ حسام خاور کی مدد کر رہا تھا

اور یہ بات گل کے لیے عجیب تھی۔

حسام خاموشی سے ساری تیاریاں کر رہا تھا۔

گل کی اگر اس پر نظر پڑتی تو وہ مسکرا کر چلا جاتا۔ اس کی مسکراہٹ

میں ایک اشارہ تھا۔

یہ شاید طوفان سے پہلے کی خاموشی بھرا اشارہ تھا۔ لیکن گل اب

مزید توجہ نہیں دینا چاہتی تھی۔

نکاح کے گلابی جوڑے میں وہ آسمان سے اتری کوئی حور لگ رہی

تھی۔

سفید رنگت پر ہوا ہلکا ہلکا میک اپ اس کی خوبصورتی کو مزید نکھار

چکا تھا۔

اپنے حسین روپ کو دیکھتی وہ شرما سی گئی۔

نکاح کی کافی گہما گہمی تھی۔۔ کیونکہ خاور کے تمام رشتے دار مدعو

تھے۔

بارات آنے کا شور اٹھا تو سب باہر بڑھ گئے لیکن دلہے کو ندارد پا کر سب حیران ہوئے، مجمعے میں چہ میگوئیاں شروع ہو چکی تھی۔

"میں پتہ کرتا ہوں تم پریشان نہ ہو۔۔" حسام نے خاور کو تسلی دی جس کا رنگ اڑ چکا تھا۔

حسام نے لڑکے کے بارے میں معلوم کروایا جسے پتہ چلا کہ وہ نشہ

کرتا ہے۔

اور اس کی پہلے شادی بھی ہو چکی ہے پہلی بیوی بھی اسکی ظلم کی وجہ

سے بھاگی تھی۔ کیونکہ اب وہ نشے میں ہوتا تو اپنی بیوی کو مارتا تھا۔

اور اب یہ لوگ گھر تبدیل کرنے کے بعد پھر سے اپنے بیٹے کے

لیے رشتہ دیکھ رہے تھے۔

حسام نے تمام تر معلومات اپنے پاس رکھی تھی۔

کافی وقت بیت گیا تھا۔

سب لوگ پریشان تھے جبکہ دلہے کے گھر والے بھی نظریں چرا

رہے تھے۔

لیکن ایک انسان آرام سے بیٹھا کھیر کھا رہا تھا۔

جسے دیکھ کر لگ رہا تھا کہ اس سارے معاملے سے اس کا کچھ بھی لینا

دینا نہیں تھا۔ اور وہ حسام کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں ہو سکتا تھا۔۔

گل سٹیج پر اکیلی بیٹھی تھی۔ جبکہ چہرے کا رنگ اڑا ہوا تھا۔ اسے تو

اب بھی یقین نہیں آ رہا تھا۔ یہ ہو کیا رہا ہے؟؟

آس پاس اس کی کزنز بیٹھی کانوں میں سرگوشیاں کررہی تھی۔ لیکن وہ تو سفید چہرے کے ساتھ دم سادھے بیٹھی رب سے دعاگو تھی۔

خاور پریشانی سے حسام کے پاس آیا۔ مولوی صاحب بھی آچکے تھے۔

اور دلہے کا کچھ پتہ ہی نہیں تھا۔ اس سے پہلے خاور حسام سے کچھ

کہتا اس کا موبائل رنگ ہوا تھا۔ اس نے نمبر دیکھا اُسی لڑکے کا

تھا۔ اس نے جلدی سے کال اٹینڈ کی اور فون کان سے لگایا۔

خاور کے کچھ بھی بولنے سے پہلے وہ لڑکا جلدی سے بول پڑا تھا۔

"بھائی مجھے معاف کر دیں میرے گھر والوں نے آپ سے جھوٹ

بولا میرا پہلے بھی نکاح ہو چکا ہے اور ابھی میں نے اُس لڑکی کو طلاق

نہیں دی وہ گھر سے بھاگ گئی تھی۔ لیکن اب وہ مجھے مل گئی ہے تو

میں یہ شادی نہیں کر سکتا"۔اُس لڑکے نے وہی کہا جو حسام کے

آدمیوں نے اسے بولنے کا کہا تھا۔

خاور نے غصے سے فون کان سے پیچھے کرتے زور سے زمین پر دے

مارا۔

ہر طرف خاموشی چھا گئی تھی۔

"آپ لوگوں نے خاور پٹھان سے جھوٹ بولا آپ کے بیٹے کا پہلے

شادی ہو چکا ہے اور تم لوگوں نے بتایا نہیں۔۔۔ہمت کیسے ہوا سچ

چھپانے کا۔۔۔"

خاور نے لڑکے کے باپ کی طرف اپنے قدم بڑھاتے اس کا کالر پکڑتے سرد لہجے میں کہا۔

باقی سب بھی حیران تھے زیادہ پریشان تو گل تھی۔

حسام نے جلدی سے آگے آتے خاور کو پکڑے پیچھے کیا۔ لڑکے کے ماں باپ تو شرمندگی سے سر جھکائے کھڑے تھے۔

" اب آپ لوگ یہاں سے جائیں گے یا مزید خاطر تواضع کروانی ہے؟" حسام نے دونوں کو دیکھتے کہا۔

"یہ کہاں جائے گا آج تو ہم اپنے ہاتھوں سے دونوں کی جان لے

گا۔" خاور نے غصے سے کہا۔

دونوں میاں بیوی فوراً سے پہلے وہاں سے بھاگے تھے۔

خاور وہی کرسی پر ڈھے گیا تھا۔

"اب ہماری بہن کا کیا ہو گا حسام۔"

خاور نے بے بسی سے حسام کو دیکھتے پوچھا۔

لیکن حسام کو دیکھتے اس کے دماغ میں اچانک خیال آیا۔

"حسام تم تو ہمارا دوست ہے ناتم ہماری مدد کرے گا؟" خاور نے

حسام کو دیکھتے امید بھرے لہجے میں پوچھا۔

"مجھ سے جو ہو سکا میں کروں گا۔" حسام نے سنجیدگی سے کہا۔ جبکہ

چہرے پر پریقینی تھی۔

"تم ہمارا بہن سے نکاح کرلو اگر آج اُس کا نکاح نہ ہوا تو یہ بات

پورے خاندان میں پھیل جائے گی اور یہ باتیں میری بہن کو

تکلیف دے گی۔میں ایسا نہیں چاہتا۔میں نے اس کی ہر بات پوری کی ہے۔۔اسے تکلیف میں نہیں دیکھ سکتا۔۔۔"

خاور نے پریشانی سے کہا۔

خاور میں؟ حسام نے اپنے لہجے میں حیرانگی لیے پوچھا۔

"ہاں تم میری بہن سے نکاح کر لو۔۔خدا کا واسطہ منع مت کرنا۔۔۔" خاور نے ہاتھ جوڑے

"مں تمھاری خاطر یہ نکاح کرنے کو تیار ہوں۔ لیکن تمھارے

بہن کا راضی ہونا بھی ضروری ہے"۔ حسام نے گل کی طرف دیکھتے

ہوئے کہا۔

"تم اُس کا فکر مت کرو میری بہن کبھی میرا حکم نہیں ٹالے گی۔"

خاور نے خوشی سے کہا۔اُس کے لیے یہی کافی تھا کہ حسام گل سے

نکاح کے لیے مان گیا ہے۔

"مولوی صاحب نکاح شروع کریں۔ میری بہن کا نکاح آج ہی

ہو گا۔"

خاور نے خاندان کے تمام لوگوں کو دیکھتے کہا۔

گل نے حیرانگی سے اپنے بھائی کو دیکھا تھا۔

"گل ہم کو پورا یقین ہے تم ہمارے فیصلے سے انکار نہیں کرو گی۔"

خاور نے گل کے سر پر ہاتھ رکھتے کہا۔ جس نے اثبات میں سر ہلا دیا

تھا۔

حیران تو وہ حسام کے نام پر ہوئی تھی تو اس نکاح حسام سے ہو رہا

تھا۔ اس لیے وہ اتنا پر سکون تھا اب تو گل کو یقین ہو گیا تھا کہ ضرور

حسام نے ہی کچھ کیا ہے۔ لیکن وہ کچھ نہیں بولی۔۔بھائی کی خاطر وہ خاموش رہی تھی۔

نکاح کے بعد خاور خوشی سے حسام کے گلے لگا تھا۔گل نے اپنی کزن کو کہا تھا کہ اُسے کمرے میں لے جائے اس لیے وہ وہاں سے اُٹھ کر چلی گئی۔ جبکہ حسام کی خوشی کا ٹھکانہ نہیں تھا۔اسے لگا سارے جہاں کی خوشی مل گئی۔

رخصتی ابھی حسام خود بھی نہیں چاہتا تھا۔ نکاح کے بعد سب حسام

سے ملے، اور سب اس کے اس نیک کام پر مبارکباد دے کر سراہ

رہے تھے۔

سب سے ملتا وہ موقع کی تلاش میں تھا کسی طرح گل سے مل

سکے۔۔ کچھ دیر بعد وہ موقع پاتے ہی اندر بڑھا۔

گل آئینے کے سامنے کھڑی اپنی جیولری اتار رہی تھی۔

جب حسام آہستہ سے دروازہ کھولے اندر آیا۔

گل کو بنا ڈوپٹے کے دیکھ کر اس کے چہرے پر مسکراہٹ آگئ

تھی۔ جوڑے میں بندھے بال اور گہرے گلے سے نمایاں ہوتی

سفید پشت کو اس نے گہری نگاہ سے دیکھا۔

وہ چلتا ہوا گل کے پیچھے آیا اور اپنے دونوں ہاتھ اس کے پیٹ پر

رکھے اپنی ٹھوڑی کو گل کے کندھے پر رکھا۔

گل جو بے خیالی میں کھڑی تھی۔ حسام کے قریب آنے پر ایک دم

گھبرا گئ تھی۔ جبکہ داڑھی کی چھبن سے وہ کسمسا کر رہ گئ۔۔

اس نے آئینے میں حسام کو دیکھا تو اس کے خوبصورت سے ماتھے ہر بل نمودار ہوئے تھے۔

"تم یہاں کیا کر رہا ہے۔مجھے تم سے کوئی بات نہیں کرنی۔۔۔"وہ جھٹپٹانے لگی تھی۔

گل نے غصے سے حسام کے ہاتھ پیچھے کرنے چاہے لیکن ناکام رہی جو اسے دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔

حسام نے گل کو کمر سے پکڑ کر اس کا رخ خود کی طرف کیا۔

"میں نے کہا تھا نا کہ تمھاری شادی صرف مجھ سے ہو گی۔ اور دیکھو ہو گئی۔ میں اپنے قول کو پکا ثابت ہوا ہوں۔۔" حسام نے گھرے لہجے میں گل کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"تم بہت بے شرم اور واہیات انسان ہے۔" گل نے غصے سے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

"اب یہ بے شرم اور واہیات انسان تمھارا شوہر ہے جس کے ساتھ تم نے ساری زندگی گزارنی ہے۔"

حسام نے کہتے ہی گل کے کان سے جھمکا اتارا

جھمکا وزنی ہونے کی وجہ سے اس کے کان کی لو سرخ ہو رہی تھی۔

اس نے ہاتھ آگے بڑھا کر اس کے کان کی لو کو اپنے ہاتھ سے

مسلا۔اس کے عمل پر وہ کانپ کر رہ گئیم

"تم ---"

اس سے پہلے گل کچھ کہتی حسام نے اس کے ہونٹوں پر انگلی رکھے

اسے خاموش رہنے کا کہا تھا۔

"تمھارے لیے میں ایک گفٹ لایا ہوں۔

میں جانتا ہوں تم مجھے پسند نہیں کرتی اس لیے مجھ سے دور بھاگتی

ہو۔ لیکن اب کیا ہو سکتا ہے نکاح تو تمھارا مجھ سے ہو گیا ہے اور

مجھے ساری زندگی تمہیں برداشت کرنا پڑے گا۔"

حسام نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اور اپنے ہاتھ میں پکڑا الاکٹ گل کی گردن میں پہنانے لگا۔

یہ تمھاری خوبصورت گردن پر مزید خوبصورت لگ رہا ہے۔

حسام نے کہتے ہی جھک کر اس لاکٹ پر لب رکھ دیے۔ حسام کے چھونے پر گل ایک دم کپکپا گئی تھی۔ وہ شخص کافی حد تک بے باک تھا۔

"نکاح مبارک ہو مسز حسام۔۔ تم پر اپنے نام کی مہر دیکھ کر دل کو بڑا سکون نصیب ہو رہا ہے۔۔۔"

اس نے پیچھے ہوتے مسکرا کر کہا۔ اور جیسے آیا تھا ویسے واپس چلا گیا۔

جبکہ گل اب بھی اس کا لمس محسوس کیے چپ چاپ کھڑی تھی۔

کنزل گھر آئی تو شائستہ نے اس کی طبیعت کا پوچھا۔

"ڈاکٹر نے کہا ہے کمزوری ہے۔" وہ جھٹ سے بولی۔

شائستہ نے حیرت سے کنزل کو دیکھا۔

جواب بھی چپ چاپ بیٹھی تھی۔

"میں تمہارے لیے جوس لاتی ہوں۔۔" شائستہ باہر نکل گئی

تھیں۔

کنزل نے ماں کو جاتے دیکھا اور پھر رنم کو دیکھا جو اب بھی پریشانی میں جکڑی کھڑی تھی۔

"کنزل تم اب کیا کرو گی؟ مجھے پورا یقین ہے کہ وہ شخص کبھی بھی اس بات کو تسلیم نہیں کرے گا کہ وہ تم سے نکاح کر چکا ہے اور دوسرا اس بچے کو بھی وہ کبھی اپنا نام نہیں دے گا۔"

رنم نے پریشانی سے کہا۔

"مجھے اس سے فرق نہیں پڑتا رنم اور یہ میرا بچہ ہے اس میں اس ننھی سی جان کا کوئی قصور نہیں ہے۔ میں خود اسے پال لوں گی لیکن ایک بار میں اُس سے اس بارے میں بات کرنا چاہتی ہوں"۔ کنزل نے رنم کو دیکھتے کہا۔

"تمہیں ابھی بھی امید ہے کہ وہ انسان تمہاری مدد کرے گا جو ایک رات میں تمہاری زندگی خراب کرنا چاہتا تھا اگر تم نکاح کا نا کہتی تو اس وقت جانتی ہو تم کس حالت میں ہوتی؟"

"مجھے تو یہ سوچ سوچ کر ٹینشن ہو رہی ہے امی کو کیسے بتائے گے اور یہ بات زیادہ دیر چھپائی بھی نہیں جا سکتی۔"

"لیکن بچے کا تمہیں امی کو بتانا ہی پڑے گا۔وہ ضرور تمہیں سمجھیں گی۔"

رنم نے اسے سمجھانے والے انداز میں کہا۔لیکن کمرے میں آتی شائستہ اپنی بیٹیوں کی باتیں سن رہی تھی۔اسے لگا کہ اس کے کانوں نے غلط سنا ہے۔

"کیا کہا تم نے رنم؟"شائستہ نے کمرے میں داخل ہوتے اپنے لہجے میں بے یقینی لیے پوچھا۔

کنزل اور رنم دونوں کا چہرہ پیلا پڑ گیا تھا۔

"امی میں آپ کو ساری بات بتاتی ہوں۔۔۔"رنم نے آگے آتے اپنی ماں کو سمجھانا چاہا۔

"تم خاموش رہو۔"

شائستہ نے سخت لہجے میں کہا۔اور کنزل کے سامنے کھڑے ہوتے پوچھا۔

"جو میں نے سنا کیا وہ سچ ہے؟" شائستہ نے کنزل کو دیکھتے پوچھا۔

کنزل نے اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔

شائستہ کا ہاتھ اُٹھا اور کنزل کی چہرے پر نشان چھوڑ گیا۔

رنم نے اپنے منہ پر ہاتھ رکھے اپنی ماں کو دیکھا تھا۔

کنزل نے بے بسی سے اپنی ماں کی طرف دیکھا۔

"تم کس کے بچے کی ماں بننے والی ہو کنزل"

شائستہ نے کنزل کو بازوں سے جھنجھوڑتے ہوئے پوچھا۔

"میں وہ۔۔" کنزل کی زبان لڑکھڑا رہی تھی۔ اسے لگ رہا تھا کہ

ابھی وہ گر جائے گی زبان پر تو اس کے تالا لگ گیا تھا۔

جواب دو مجھے !!!

"تمہیں زرا بھی شرم نہیں آئی۔ماں کی عزت روندتے ہوئے؟

کیا جواب دوں گی میں دنیاوالوں کو تم نے تو اپنے مرے ہوئے

باپ کی عزت کا بھی لحاظ نہیں کیا۔"

شائستہ نے چیختے ہوئے کہا۔

اس کی آواز اتنی اونچی تھی کہ دروازے کے پاس کھڑی سدرہ کو صاف سنائی دے رہی تھی۔ یہ سنتے ہی اس کے چہرے پر مسکراہٹ آگئی۔ وہ اپنی ماں کے کہنے پر شائستہ کو بلانے آئی تھی۔

"یہ خبر تو گھر میں سب کو پتہ چلنی چاہیے۔"

سدرہ نے خود سے کہا اور سب کو بتا دیا کہ کنزل بنا شادی کے ماں بننے والی ہے۔

:لڑکی کیا بکواس کر رہی ہو؟" دادی جان نے سدرہ کو دیکھتے کرخت لہجے میں پوچھا۔

سب لوگ بیٹھے باتیں کر رہے تھے جب سدرہ نے آکر یہ بتایا۔۔

زبیر بھی وہی پر تھا۔ تم تو میری سوچ سے بھی آگے کی چیز نکلی زبیر

نے دل میں سوچا۔

"میں سچ کہہ رہی ہو دادی جان اگر آپ کو میری بات پر یقین نہیں

ہے تو پھوپھو سے پوچھ لیں۔"

سدرہ نے جلدی سے کہا۔

دادی جان کے کہنے پر شائستہ اور کنزل کو بلانے کا کہا۔

ملازمہ نے جب دونوں کو دادی کا پیغام دیا تو شائستہ کے چہرے پر

ایک سایہ سا آکر گزرا تھا۔ کنزل نے رنم کی طرف دیکھا جسے خود

کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا۔

کنزل اور شائستہ باہر گئی۔

رنم بھی ان کے پیچھے آگئی تھی۔

شائستہ کو تو اپنے پیروں تلے زمین نکلتی ہوئی محسوس ہو رہی

تھی۔اس کا سر شرمندگی سے جھک گیا تھا۔ جس بیٹی پر اسے اتنا مان

تھا اُسی نے اس کا سر جھکا دیا تھا۔

کنزل کی نظر اُس لاپرواہ شخص کی طرف اُٹھی جو سب کچھ جانتے ہوئے بھی انجان بنا کھڑا تھا۔ اور ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی شور سن کر آیا تھا۔

"شائستہ سدرہ کیا کہہ رہی ہے ؟ کیا یہ سچ ہے ؟" دادی جان نے سنجیدگی سے پوچھا۔

اس سے پہلے شائستہ کوئی جواب دیتی کنزل خود آگے آئی تھی۔ اب چھپانے کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔

سدرہ نے جو کہا وہ سب سچ ہے اور میں نے کچھ غلط نہیں کیا۔

"میرا نکاح جس انسان کے ساتھ ہوا اُسی کے بچے کی میں ماں بننے

والی ہوں۔ اور آپ کیوں خاموش کھڑے ہیں؟ سب کو سچ کیوں

نہیں بتاتے؟ آپ ہی کے بچے کی تو میں ماں بننے والی ہوں۔"

کنزل نے بھاری لہجے میں عدیم کے پاس آتے بے بسی سے کہا۔

سب لوگ دم سادھے کنزل کو دیکھ رہے تھے۔ یہ انکشاف ناقابلِ

یقین تھا۔

ہال میں چھائی خاموشی میں عدیم کا وزنی ہاتھ اٹھا تھا اور کنزل کے

چہرے پر نشان چھوڑ گیا۔

"کیسی لڑکی ہو تم اپنا گناہ میرے سر ڈال رہی ہو؟ میں اپنے گھر کی عزت کے ساتھ ایسا کرنے سے پہلے مرنا پسند کروں گا۔۔"

عدیم نے دھاڑتے ہوئے کہا۔ اگر اس نے وہ تصاویر نہ دیکھی ہوتی تو وہ کنزل کا ساتھ بھی دیتا کیونکہ اسکے جذبات کنزل کے لیے بدل رہے تھے۔ لیکن اب تو وہ اس کی طرف دیکھنا بھی گوارا نہ کرتا۔

کنزل نے اپنے چہرے پر ہاتھ رکھے بے یقینی سے اپنے سامنے کھڑے انسان کو دیکھا تھا۔ جس نے بھرے مجمعے میں اسے رسوا کر دیا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ وہ ایسا ہی کرے گا لیکن پھر بھی اسے

تھوڑی سی امید تھی ہو سکتا ہے اُسے اس پر ترس آجائے لیکن وہ غلط تھی۔

وہ شخص انسان نہیں حیوان تھا۔

رنم آگے بڑھی اور کنزل کو سنبھالا۔ جس کو اپنے قدموں پر کھڑے رہنا مشکل لگ رہا تھا۔

"شائستہ یہ ہے تمھاری بیٹی؟ شرم آنی چاہیے اسے اپنے گناہ میرے بیٹے کے سر تھوپ رہی ہے۔ میں نے تو پہلے ہی کہا تھا یہ ماں

بیٹیاں ضرور یہاں آکر کوئی نا کوئی چاند چڑھائیں گی دیکھ لیں آپ

سب لوگ میرے بیٹے پر اتنا بڑا الزام لگا رہی ہے۔"

تہمینہ نے شوہر کو دیکھتے کہا۔جواب بھی پر سکون سا کھڑا تھا۔۔

"شائستہ اپنی بیٹیوں کو لے کر جلد سے جلد یہاں سے چلی جاؤ میں

نہیں چاہتی تمھاری بد چلن بیٹیوں کی وجہ سے میرے پوتے کا نام

خراب ہو۔"

دادی نے شائستہ کو دیکھتے سرد لہجے میں کہا۔

دادی تو جیسے موقع کی تلاش میں تھیں۔۔

"ہم چلے ہی جائیں گے۔۔اب تو یہاں رہنے کا جواز بھی نہیں بنتا۔۔۔"

دادی نے رنم کی بات پر نخوت سے منہ بنایا۔

"آپ نے جو میری بہن کے ساتھ کیا ہے نہ بہت غلط کیا۔اور میری ایک بات یاد رکھیے گا۔آپ کی اپنی بہن بھی ہے۔اور اللہ تو بہتر انصاف کرنے والا ہے۔اور جب انصاف ہوتا ہے تو پھر کوئی بڑا چھوٹا نہیں رہتا۔۔میری بہن کو سرِعام رسوا کر دیا، آپ بھی رسوا ہو گے۔آپ کی بہن بھی رسوا ہو گی۔۔

بڑے نیک اور پرہیز گار لوگ بنتے ہیں لعنت ہے آپ جیسے لوگوں

پر۔۔"رنم نے عدیم کو دیکھتے چیخ کر

کہا۔

"بکواس بند کرو تم اپنی خبر دار میری بیٹی کے بارے میں کچھ

کہا"۔ تہمینہ نے رنم کو دیکھتے غصے سے کہا۔

"اتنی تکلیف کیوں ہو رہی ہے آپ کو،۔۔؟ آپ کا بیٹا کسی کی

زندگی سکون سے خراب کر سکتا ہے۔اُس پر ہر چیز جائز ہے اور

جب بات بیٹی کی آئی تو آپ کو آگ کیوں لگ رہی ہے؟" رنم نے

تہمینہ کو دیکھتے طنزیہ لہجے میں کہا۔

اس کا صبر جواب دے گیا تھا وہ اس طرح کی لڑکی نہیں تھی جو

خاموشی سے سب کی زیادتی برداشت کرتی رہتی۔

"رنم بس کر دو۔۔۔"

کنزل نے بے بسی سے اسے دیکھتے کہا۔

"میری ایک بات یاد رکھیے گا مسٹر عدیم ڈی این اے سے تو سب کو

پتہ چل جائے گا کہ یہ بچہ کس کا ہے۔ اتنی آسانی سے تو میں آپ کو

نہیں چھوڑوں گی ۔۔۔"

رنم نے دھمکی دیتے کہا۔ اور کنزل کے ساتھ اپنی ماں کو بھی لیے

وہاں سے چلی گئی۔

"بیٹا تم پریشان مت ہو مجھے پورا بھروسہ ہے تم پر چلو تم آرام کرو

تھک گئے ہو گے۔"

تہمینہ نے پیار سے عدیم کو دیکھتے کہا۔

جمشید تو آرام سے کھڑا تھا نا وہ پہلے کوئی فیصلہ کرتا تھا نا اب اس کی کسی نے سننی تھی اس لیے اس کا خاموش رہنا ہی بہتر تھا۔

عدیم اپنے کمرے میں آگیا تھا۔ اسے بار بار رنم کی بات یاد آرہی تھی وہ جانتا تھا کہ رنم کنزل جیسی نہیں ہے وہ ڈی این اے بھی کروا سکتی ہے۔

پھر اچانک اس کے دماغ میں ایک خیال آیا۔۔

"پہلے مجھے اس بچے کے معاملے کو حل کرنا ہوگا اُس کے بعد تمہیں

طلاق دوں گا۔ اور تمہارا وہ حال کروں گا جسے تم پوری زندگی یاد

رکھو گی۔ تم نے میرے ساتھ دھوکا کیا ہے۔۔۔ اب تمہیں میں

بتاؤں گا کہ دھوکا ہوتا کیا ہے؟؟"

عدیم نے نفرت بھرے لہجے میں کہا۔ وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ اپنے

بھائی کی باتوں میں آکر وہ اپنے ہی بچے کی جان لینے کا سوچ رہا

ہے۔ اس وقت اگر اسے کسی پر یقین تھا تو وہ اس کا بھائی تھا۔

ان سب میں وہ یہ بھی بھول گیا تھا کہ اس کی اپنی بہن بھی ہے اگر یہ کسی کے ساتھ غلط کرے گا تو اس کے ساتھ کچھ بھی ہو سکتا ہے۔

"امی آپ کو میری بات پر یقین کیوں نہیں آرہا؟ عدیم نے مجھ سے نکاح کیا ہے۔ ساری بات میں آپ کو بتا چکی ہوں۔" کنزل نے بے بسی سے کہا۔

"کس نے تمھاری بات پر یقین کیا؟ جواب دو

عورت اگر سچ بھی بول رہی ہو تو اُس کی بات پر کوئی یقین نہیں کرتا

اور مرد اگر جھوٹ بھی بول رہا ہو تو لوگ آنکھیں بند کیے اُس کی

بات پر یقین کر لیتے ہیں۔ دنیا ایسی ہی ہے۔ تو نے کیسے سوچ لیا کہ

سب لوگ تمھاری بات پر یقین کریں گے؟ کاش کنزل تم اپنی ماں

پر اعتبار کر لیتی میں خود تمہاری عدیم سے شادی کرواتی لیکن تم

نے۔۔۔"

شائستہ نے بھاری لہجے میں کنزل کو دیکھتے بات ادھوری چھوڑی۔

"امی میں نے یہ سب نہیں کیا اس آدمی نے مجھے رسوا کرنا چاہا تھا،

میں نے اپنی عزت بچائی تھی۔۔۔"

کنزل رو دی تھی۔

"امی آپ پریشان مت ہوں۔ اور کنزل پر یقین کر لیں۔ میں

جانتی ہوں کنزل جھوٹ نہیں بولتی۔۔"

"کیسے نہ پریشان ہوں۔۔۔ رسوا ہونا کوئی عام بات نہیں۔۔۔"

"امی اس وقت ہمیں کنزل کا سہارا بننا ہے، نہ کہ اسے تنہا کرنا

ہے۔۔۔"

رنم نے آگے آتے اپنی ماں کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے کہا۔

شائستہ خاموشی سے آنسو بہا رہی تھی

"کنزل کل ہم ہسپتال چلے گئے۔ اور امی ہم لوگ یہاں نہیں رہے

گے۔۔ کل ہی یہاں سے چلے جائیں گے۔۔"

رنم نے پختہ لہجے میں کہا اور پھر وہاں سے اُٹھ گئی اس وقت ضبط کرنا مشکل لگ رہا تھا۔

۔کنزل نے اپنی ماں کی گود میں سر رکھا،۔

شائستہ میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ وہ کنزل کو حوصلہ ہی دے سکے۔وہ خود اندر سے ٹوٹ گئی تھی۔اُسے اپنی بیٹی کی بات پر پورا یقین تھا۔اور وہ جانتی تھی کہ اس کی بیٹی اس وقت بہت تکلیف میں

ہے لیکن وہ وہ خود ٹوٹ رہی تھی اس نے سوچا نہیں تھا کہ اسے ان

سب چیزوں کا بھی سامنہ کرنا پڑے گا۔

اگلے دن سب لوگ اپنی روٹین کے مطابق اٹھے تھے کسی کے

چہرے پر پریشانی کا شائبہ بھی نہیں تھا۔

اگر کوئی تکلیف میں تھا تو وہ شائستہ اور اُس کی بیٹیاں تھیں۔

کنزل پوری رات نہیں سوئی تھی۔ رنم اور شائستہ کی حالت بھی کچھ

ایسی ہی تھی۔

کنزل کا اندر دل گھبر ارہا تھا اس لیے اُٹھ کر باہر آ گئی۔

لیکن اس کی قسمت خراب تھی جو اسے سامنے عدیم نظر آیا۔ جو

شاید اسی کا انتظار کر رہا تھا۔

وہ پہلے ہی اس سے نفرت کرتی تھی اور اب تو اس کا دل کر رہا تھا

عدیم جسے درندے کا اپنے ہاتھوں سے گلہ دبا دے۔

"میں تمہارا ہی انتظار کر رہا تھا"۔ عدیم نے خوشگوار لہجے میں کنزل

کو دیکھتے کہا۔

اور اسے بازو سے پکڑ کر خود کے قریب کیا۔

"چھوڑو مجھے گھٹیا انسان۔۔۔" کنزل نے اسے پیچھے کرتے کہا لیکن

اس کی گرفت مضبوط تھی۔

"تمہارے لیے میرے پاس ایک سرپرائز ہے اگر تم بچ گئی تو

ٹھیک ہے ورنہ تمہاری قبر پر تمہارے نام کے ساتھ میرا نام ہی

لکھا جائے گا۔"

عدیم نے کنزل کے کان کے پاس جھکتے ہوئے پر سرار لہجے میں کہا

اور اس کے کان کی لو کو دانتوں سے کاٹا۔۔۔

کنزل تکلیف کے مارے اس کی گرفت میں پھڑ پھڑانے لگی تھی۔

"میرا آخری لمس مبارک ہو۔۔۔"

اس سے پہلے وہ عدیم کی بات کو سمجھنے کی کوشش کرتی اس نے

کنزل کا رخ سیڑھیوں کی طرف کرتے اسے دھکا دے دیا۔

کنزل نے آنکھوں میں بے یقینی لیے عدیم کو دیکھا تھا جو کھڑا مسکرا

رہا تھا۔

ایک زوردار چیخ کے ساتھ کنزل سیڑھیوں سے نیچے گرتی چلی گئی۔

عدیم مسکرا کر وہاں سے چلا گیا۔

جبکہ وہ بلک بلک کر تڑپتی روئی تھی۔

رنم اور شائستہ نے کنزل کی چیخ کی آواز سنی تو دوڑتی ہوئی باہر آئی

اور نیچے خون میں لت پت پڑی کنزل کو دیکھ کر شائستہ کو اپنے

پیروں تلے زمین نکلتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔

اس کی چیخیں گھر میں گونجی، لیکن کسی نے پاس آکر دیکھنا گوار

نہیں کیا۔۔ اندر بیٹھے عدیم کا دل بھی ایک لمحے کے لیے بے چین

ہوا تھا۔ لیکن اس کے دھوکے نے ہی اسے مجبور کیا تھا۔

رنم بہن کو تکلیف میں دیکھتی تڑپی تھی۔ جبکہ شائستہ کے لیے یہ

تکلیف حد سے بڑھ کر تھی، مزید حواس بحال نہ رہے اور وہ بیہوش

ہو چکی تھی۔

۔

رنم اس وقت جتنی بے بس تھی صرف وہ جانتی تھی یا اس کا اللہ

--ایک طرف ماں کی بے ہوش حالت، دوسری جانب بہن کی

چیخیں--اسے لگا قیامت کی گھڑی آ پہنچی ہے۔

ملازمہ کو اس پر شاید رحم آگیا تھا، جس نے ٹیکسی کے پیسے دے کر

اسے ہاسپٹل روانہ کیا۔

کنزل کو آپریشن تھیٹر میں لے جایا گیا تھا۔ جبکہ شائستہ دوسرے روم میں بے ہوش تھی۔

بے بسی کی اعلیٰ مثال بنی وہ بینچ پر بیٹھی تھی۔ اب تو ایک روپیہ بھی پاس نہیں تھا جس سے وہ ہسپتال کا کرایہ بھرتی۔

"کیسی ہیں آپ؟" کسی اجنبی کی آواز سنتے رنم نے آنسو سے بھیگا چہرہ اٹھا کر اوپر دیکھا۔

اسفند رنم کی پل پل کی خبر رکھنے لگا تھا۔ وہ کیا کرتی ہے کیا نہیں ہر

چیز کا اسے معلوم ہوتا تھا اور اب اسے پتہ چلا کہ رنم اپنی بڑی بہن

کو ہسپتال لے کر گئی ہے تو فوراً وہاں پہنچ گیا۔

آپ؟" رنم نے حیرانگی سے پوچھا۔

"جی میں یہاں اپنے کام سے آیا تھا تو آپ کو روتے دیکھا تو سوچا

پوچھ لوں کیا آپ ٹھیک ہیں؟"

اسفند نے سنجیدگی سے کہا ورنہ رنم کو روتے دیکھ اسے تکلیف ہو

رہی تھی۔

"آپ کس حق سے مجھ سے یہ سوال پوچھ رہے ہیں؟"رنم نے

اپنے آنسو کو صاف کرتے کھڑے ہوتے پوچھا۔

" جو آپ پر حق رکھتے ہیں انہوں نے کون سا آپ کا حال چال پوچھ

لیا؟"اسفند نے تیکھے لہجے میں کہا۔

"کیا مطلب آپ کی اس بات کا؟"

رنم نے غصے سے کہا۔

"کچھ نہیں میں جو کرنے جارہاہوں یہ مت سمجھنا کہ میں نے ترس

کھا کر رہاہوں"۔ اسفند نے کہا تو رنم نے ناسمجھی سے اس کی طرف

دیکھا تھا۔

اسفند بنا کچھ کہے وہاں سے چلا گیا۔ رنم کو اس کی بات سمجھ میں

نہیں آئی تھی۔

اتنے میں ڈاکٹر باہر آیا تو رنم جلدی سے اس کے پاس گئی اور کنزل

کے بارے میں پوچھا۔

"آپ کی بہن خطرے سے باہر ہے لیکن ہم بچے کو نہیں بچا پائے۔

آپ کو ان کا بہت خیال رکھنا ہو گا۔ وہ بہت کمزور ہیں"۔ ڈاکٹر نے

ایک دوا اور ہدایت دیتے کہا اور وہاں سے چلا گیا۔

رنم گہرا سانس لیتے اس نے اُس دروازے کی طرف دیکھا جہاں

کنزل تھی۔ وہ چھوٹے قدم لیتی کمرے کی طرف گئی اور دروازہ

کھولتے اندر داخل ہوئی۔ کنزل کو ہوش آگیا تھا لیکن ابھی آنکھیں

موندے لیٹی ہوئی تھی۔

کنزل"

رنم نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے پکارا جس نے آنکھیں کھول کر رنم کی طرف دیکھا تھا رنم کی آنکھوں کو دیکھ کر لگ رہا تھا وہ بہت روئی ہے۔

چند پل وہ چپ رہی، پھر بہن کے گلے لگتی پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔۔

"مم مجھے معاف کر دو رنم میری وجہ سے سب برباد ہو گیا۔۔ تم اور امی میری وجہ سے دس رسوا ہو کر رہ گئے۔۔"

کنزل کے لفظ جیسے رک چکے تھے۔۔

"کیسی باتیں کر رہی ہو۔ تمہاری وجہ سے نہیں اس گھٹیا شخص کی وجہ سے یہ سب ہوا ہے۔۔"

وہ تمھارا بچہ۔۔۔ رنم نے اسے بتانا چاہا لیکن کنزل بول پڑی تھی۔

"مجھے معلوم ہے۔ شاید وہ بھی مجھ سے خفا ہو گیا اسی لیے مجھے چھوڑ کر چلا گیا۔ اسے بھی شاید پتہ چل گیا تھا کہ اس کا باپ ایک کم ظرف دھوکے باز آدمی ہے۔۔ اور اس کی ماں کمزور عورت۔"۔ کنزل کی آنکھیں بالکل لال ہو چکی تھی۔ دل کا سارا درد آنکھوں میں سمٹ آیا تھا۔

رنم خاموش رہی، لفظ جیسے آج دونوں بہنوں کو کھو گئے تھے۔

"رنم تم مجھے اتنے مہنگے ہسپتال میں کیوں لے کر آئی؟

ہمارے پاس اتنے پیسے نہیں ہیں۔"

کچھ دیر بعد اپنی کیفیت سنبھالے بولی۔۔

ایک اگر نقصان اس کا ہوا تھا اب مزید اپنی ذات سے کسی کا نقصان

نہیں چاہتی تھی۔

"تم فکر مت کرو آرام کرو میں میں بندوبست کر لوں گی۔

میں آتی ہوں۔۔" رنم نے جلدی سے کہا اور وہاں سے اُٹھ کر باہر چلی گئی۔

باہر نکلتے ہی اس کے پاس ایک نرس آئی۔

" آپ کو بل پے کرنے کی ضرورت نہیں ہے جو صاحب آپ کے پاس کھڑے تھے انہوں نے پیمنٹ کر دی ہے اور جب تک پیشنٹ یہاں پر ہیں سارا خرچہ وہی اُٹھائے گے انہوں نے کہا میں آپ کو یہ بات بتادوں۔"

نرس نے رنم کو دیکھتے کہا۔ جسے یہ جان حیرانگی ہوئی تھی۔

تو وہ اس بارے میں بات کر رہا تھا۔

"آپ کے پاس اُنکا کوئی نمبر وغیرہ ہے"؟ رنم نے جلدی سے

پوچھا۔ کیونکہ وہ کسی کا احسان نہیں لینا چاہتی تھی۔

"نہیں میرے پاس اُن کا کوئی نمبر نہیں ہے"۔ نرس نے کہا اور

وہاں سے چلی گئی۔

رنم کو سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ کس طرح کا رد عمل دے۔ لیکن

اس کے نزدیک یہ بات بلکل بھی ٹھیک نہیں تھی۔

وہ خیال کی رو میں بہتی باہر نکل آئی۔

اتنے میں عدیم وہاں آیا تھا۔

اس نے کنزل کے روم کا معلوم کیا اور اُسکے کمرے کی طرف اپنے

قدم بڑھا دیے۔

کمرے کا دروازہ کھولتے ہی اس کی نظر بیڈ پر کمزور سی لیٹی کنزل پر

پڑی۔ نفرت مزید شدت اختیار کر گئی تھی۔ جو اتنے بڑے

دھوکے کے بعد اور اتنی اونچائی سے گرنے کے بعد بھی زندہ

تھی۔

عدیم چلتا ہوا اسکے پاس آیا اور اس کے ہاتھ پر لگی ڈریپ کو زور سے

کھینچ کر باہر نکالا۔

کنزل تکلیف سے چلائی تھی۔ سامنے عدیم کو دیکھ کر چہرہ سفید پڑا

جبکہ وہ لال انگارہ آنکھوں سے اسے گھور رہا تھا۔

خون کا فوارا اس کے ہاتھ سے نکلا۔۔ لیکن عدیم کا بس چلتا تو شاید

اس کا اپنے ہاتھوں سے قتل کر دیتا۔۔

اس نے آگے بڑھتے کنزل کو بازو سے پکڑ کر خود کے سامنے کھڑا کیا جو تکلیف کے مارے کراہ پڑی تھی۔

ٹانگیں بالکل بے جان تھیں۔۔

"تم تو میری سوچ سے زیادہ ڈھیٹ اور گھٹیا نکلی ہو۔مجھے امید تو نہیں تھی کہ تم بچ جاؤ گی لیکن شاید تم جیسی عورتیں زمینی عذاب کی صورت میں زندہ رہتی ہیں۔شکر ہے وہ بچہ مر گیا،نا جانے کس کا گندا خون میرے سر پر تھوپنا چاہتی تھی۔"

اس کے لفظوں کی پھنکار پر کنزل بپھری تھی۔

"کیا بکواس کر رہے ہو؟

مجھے گھٹیا کہہ رہے ہو اور جو تم نے اپنے بچے کی جان لی وہ؟ خونی ہو

تم۔

تمھاری وجہ سے میں نے اپنا بچہ کھویا ہے۔ کسی کا گندا خون نہیں تھا

وہ۔ تمہارا بچہ تھا۔۔ جسے تم جیسے درندے نے اپنے ہاتھ سے مار

ڈالا۔۔۔ انسان نہیں جانور ہو۔ جانور"

کنزل نے عدیم کے گریبان کو پکڑتے ہوئے چیخ کر کہا۔ سامنے کھڑا انسان اس قابل نہیں تھا کہ اُسے عزت دی جائے۔

"بکواس بند کرو۔۔ گھٹیا عورت۔۔۔ میری وجہ سے نہیں تم نے اپنی حرکتوں کی وجہ سے اپنے بچوں کو کھویا ہے اور اچھا ہی ہوا کہ وہ دنیا میں آنے سے پہلے ہی چلا گیا۔ ورنہ کل کو خود اپنی جان لے لیتا۔"

عدیم نے کنزل کو بالوں سے دبوچتے اس کا چہرہ اپنے چہرے کے قریب کرتے مزید کہا۔

"اسے تو معلوم ہی نہیں ہونا تھا کہ اُس کا باپ کون ہے؟ نکاح میرے ساتھ اور راتیں تم میرے بھائی کے ساتھ گزار رہی تھی اُس وقت تمہیں شرم نہیں آئی؟ کم از کم نکاح کا ہی لحاظ کر لیتی۔"

عدیم نے اسے پیچھے دھکا دیکھتے سرد لہجے میں کہا جو تکلیف کے مارے کراہ پڑی تھی۔ وجود جیسے بھڑکتی آگ میں جھلستا محسوس ہونے لگا۔

"یہ جھوٹ ہے جیسے تم نے میرے ساتھ گھٹیا قسم کی شرائط پر نکاح کیا تھا اُسی طرح تمھارا بھائی بھی گھٹیا ہے اُس نے میرے ساتھ۔۔۔"

اس سے پہلے کنزل اپنی بات پوری کرتی منہ پر پڑنے والے تھپڑ نے اس کی زبان کو بند کر دیا تھا۔

"خبر دار اگر اپنے گناہ میرے بھائی کے سر ڈالے اور میں جتنا بھی برا سہی لیکن تم سے ایک پاک رشتے میں بندھا تھا تم جیسی گھٹیا لڑکی نے تو اُس رشتے کا بھی لحاظ نہیں کیا اور اب مجھے لگتا ہے کہ اگر تم

ایک مرد سے ناجائز تعلقات رکھ سکتی ہو اور اُس کے بچے کی ماں بن سکتی ہو تو نے ناجانے کتنے مردوں کی راتیں تم نے رنگین کی ہو گی۔اور تمھارے جیسی عورت کو ہمارے معاشرے میں صرف ایک نام سے ہی جانا جاتا ہے۔جانتی ہو وہ نام کیا ہے"؟عدیم نے آگے بڑھتے اس کا چہرہ پکڑ کر زہریلے لہجے میں کہا۔

"طوائف تمھاری جیسی عورت ایک طوائف ہی ہو سکتی ہے جو اپنے حسن نکے چال میں مردوں کو پھنساتی ہے۔"

اس کے لفظوں کا زہر کنزل کے وجود کو دھیرے دھیرے کاٹ رہا

تھا۔

"اب میں مزید تم سے کوئی تعلق نہیں رکھوں گا کیونکہ تمہارے

نام کا میرے نام کے ساتھ جڑا ہونا ایک گندگی سے کم نہیں

ہے۔۔میں آج عدیم جمشید اپنے پورے ہوش حواس میں

تمہیں طلاق دیتا ہوں

طلاق دیتا ہوں

طلاق دیتا ہوں

اور آج کے بعد مجھے اپنی شکل مت دکھانا ورنہ تمہارا اپنے ہاتھوں سے گلہ دبا دوں گا۔" عدیم نے غصے سے کہا۔

کنزل کو لگا وہ آج سب کھو چکی ہے۔ خون سے بہتے ہاتھ کے ساتھ وہ زمین پر گری تھی۔

اس کے بے جان وجود پر آخری ٹھوکر رسید کرتا وہ تنفر سے دیکھے باہر نکل گیا تھا۔

رنم اندر کی طرف آئی جب اس کی نظر سامنے پڑی۔۔اسے لگا

جیسے پاؤں سے کسی نے زمین کھینچ لی ہو۔

سامنے کھڑے اس شخص کو اس نے دھواں دھواں ہوتے چہرے

سے دیکھا۔

جو چند پل پہلے مہربان بنے اس پر مہربانی کر چکا تھا اب ایک دھوکے

باز کے ساتھ کھڑا باتیں کر رہا تھا۔

جس طرح وہ عدیم سے بات کر رہا تھا اس کا مطلب تھا وہ ایک

دوسرے کو اچھی طرح جانتے ہیں۔

عدیم سے اسے کنزل کا خیال آیا ایک انہونی کا احساس شدت سے جاگا۔وہ بھاگتے ہوئے کمرے کی طرف گئی جہاں وہ زمین پر گری ہوئی تھی۔

"کنزل۔۔۔"رنم پوری قوت سے چیخی تھی۔۔

اس نے پریشانی سے ڈاکٹر کو آواز دی۔اور خود کنزل کے پاس آئی۔

کنزل آنکھیں کھولو۔۔" بہتی آنکھوں سے وہ بے بسی سے بولی۔

نرس کی مدد سے اس نے کنزل کو بیڈ پر لٹایا۔۔

"یہ کافی سٹریس لے رہی ہیں۔۔ آپ کو ان کا بہت خیال رکھنا ہو گا

ورنہ یہ اپنے آپ کو نقصان بھی پہنچا سکتی ہے۔۔"

نرس نے اس کے ہاتھ پر بینڈ تج کیے کہا۔

رنم کے آنسو بہن کی حالت پر بہتے چلے گئے۔

دوسری طرف جب اسفند ہسپتال سے نکل رہا تھا جب عدیم نے

اسے کال کر کے وہی پر بلایا۔

اسفند نے کہا کہ ہسپتال کے پاس ہی کسی کام سے آیا تھا اس لیے

جلدی پہنچ گیا۔

"تمہیں شاید پتہ نہ ہو کہ میں نکاح کر چکا تھا۔۔جب تم شہر سے باہر

تھے۔۔

عدیم نے اسفند کو دیکھتے کہا،۔جو سپاٹ چہرے کے ساتھ کھڑا تھا۔

سر پھر اب آپ کیا کرنے والے ہیں۔اور آپ ہاسپٹل کیوں آئے

تھے۔

"جس لڑکی سے میں نے نکاح کیا تھا وہ ایک بدکردار عورت

تھی۔۔میں اس سے مزید رشتہ نہیں رکھنا چاہتا تھا۔۔اسی لیے میں

نے اسے طلاق دے دی۔۔"

عدیم نے ایک ایک لفظ نہایت نفرت سے ادا کیا۔

"پر سر آپ نے ایسے اسے طلاق دے دی۔۔ کیا آپ نے سچ

جاننے کی کوشش کی۔۔"

اسفند خود کو کہنے سے روک نہیں پایا۔

"میں نے سچ اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔۔" عدیم نے بھینچے

جبڑوں کے ساتھ کہا۔

"سر کبھی کبھی آنکھوں دیکھا اور کانوں سنا سچ نہیں ہوتا۔۔ بہر حال

یہ آپ کا پرسنل معاملہ ہے۔۔ میں زیادہ دخل اندازی نہیں کروں

گا۔۔۔"

اسفند نے بات ہی ختم کی۔

"مجھے تمہاری یہی عادت اچھی لگتی ہے۔۔ تھینکیو مجھے سمجھنے کے

لیے۔۔۔"

اس کے کندھے پر تھپکی دیے عدیم مسکرایا تھا۔

اسفند نے بمشکل اندر بڑھتے اشتعال کو روکا۔جو عدیم۔کو دیکھ کر

مزید بھڑک رہا تھا۔

وہ رنم کو پسند کرنے لگا تھا اس کے بارے میں معلومات کے دوران

اسے اس کی فیملی کا بھی پتہ چلا تھا۔

عدیم کو اُس کے گھر چھوڑنے کے بعد اُس نے وجاہت کو کال کی۔

"بھائی عدیم نے کنزل نامی لڑکی کو طلاق دے دی ہے۔۔"

اچھا۔۔"

وجاہت محض یہی بولا پایا۔

"اور وہ ہاسپٹل میں ہے؟ اس کا بچہ بھی اب اس دنیا میں نہیں رہا، مجھے لگتا ہے عدیم نے ہی یہ کام کیا ہے۔۔ کیونکہ اسے لگتا ہے وہ لڑکی بدکردار ہے۔۔"

وجاہت نے جب یہ سنا تو اُسے ایک پل کے لیے کنزل کے ساتھ ہوئی زیادتی کا سوچ کر دل جیسے رک گیا۔۔ لیکن یہ صرف ایک سیکنڈ کے لیے تھا۔

"ٹھیک ہے تم اپنے کام پر دھیان دو اور جلدی ختم کر کے واپس آؤ۔۔" وجاہت نے سنجیدگی سے کہتے فون بند کر دیا۔

اسفند نے نفی میں سر ہلاتے فون کو دیکھا۔ اور دوبارہ گاڑی سٹارٹ کر دی۔

وجاہت اپنی سٹڈی میں بیٹھا کتاب پڑھ رہا تھا۔ جب اسے اسفند کی کال آئی تھی۔

اب اس کا دھیان کنزل کی طرف چلا گیا تھا۔

"میرا کیوں دھیان بار بار اُس کی طرف جا رہا ہے۔ اُس کے ساتھ کچھ بھی ہو مجھے کیوں فرق پڑ رہا ہے۔"

وجاہت نے کتاب بند کرتے منہ میں بڑبڑاتے ہوئے غصے سے کہا اور سگریٹ کو پکڑے اسے سلگائے اس کے کش لینے لگا۔

اس کی نظر ٹیبل کے کونے پر پڑے لاکٹ پر پڑی۔ وجاہت نے ہاتھ آگے بڑھا کر اُس لاکٹ کو پکڑا اور اسے دیکھ کر ہلکا سا مسکرا پڑا۔

یونیورسٹی میں جب کنزل سر نیچے کیے چل رہی تھی تو سامنے سے

آتے وجاہت کے ساتھ زور سے آ ٹکرائی تھی۔

کنزل نے سامنے دیکھا تو وہاں وجاہت ماتھے پر بل ڈالے کھڑا تھا۔

"آئی ایم سوری پروفیسر۔۔۔" کنزل نے پریشانی کے ساتھ جلدی

سے کہا۔

اس سے پہلے وجاہت اسے کچھ کہتا وہ وہاں سے بھاگ گئی تھی۔

وجاہت کی نظر زمین پر پڑی جہاں ایک لاکٹ گرا ہوا تھا اس نے نیچے جھک کر اُس لاکٹ کو اٹھایا اور اپنی ہتھیلی پر رکھے اسے دیکھنے لگا۔

اور ارد گرد دیکھتے اس نے لاکٹ کو اپنی جیب میں رکھا۔ کہ کسی کو خبر بھی نہ ہو پائی تھی۔

یہ وہی لاکٹ تھا۔ جسے وہ ناجانے کیوں سنبھال کر رکھ رہا تھا۔

پانچ ماہ پہلے !!

آج کنزل کا یونیورسٹی میں پہلا دن تھا اور وہ بہت خوش تھی۔ خوشی اس کے چہرے سے جھلک رہی تھی۔

یونی میں آنا اس کا شوق تھا ویسے تو اسے پڑھنے کا بلکل بھی شوق نہیں تھا لیکن یونی آنے کا تھا۔

اسے سب سے بری انگلش لگتی تھی۔ لیکن وہ ماسٹر انگلش میں ہی کر رہی تھی۔ اس کی سوچ تھوڑی سی مختلف تھی۔

گندمی رنگت کی حامل وہ لڑکی چند پل کے لیے سب کی توجہ کا مرکز

بھی بنی تھی۔

اس نے بالوں کی ہائی پونی کیے بلیک کلر کے شلوار سوٹ میں اس

نے اپنے ڈوپٹے سے اچھی طرح خود کو کور کیا تھا۔

کنزل اپنے دھیان چل رہی تھی جب کسی نے پیچھے سے اسے پکارا

کنزل نے مڑ کر دیکھا تو وہاں ایک لڑکی کھڑی تھی جس نے گھٹنوں

تک آتی فراک پہنی تھی جس کے گھیرے پر کام ہوا تھا۔اور ساتھ

ہلکے کام والا ہی اس نے کیپری پہنی تھی۔

اور سر پر کالی چادر اوڑھی ہوئی تھی۔ جس پر مختلف رنگ کی

کڑھائی ہوئی تھی۔

وہ لڑکی اپنی بڑی بڑی آنکھوں سے کنزل کو دیکھ رہی تھی۔

"جی؟" کنزل نے اس لڑکی کی طرف دیکھتے پوچھا۔

تم ہمارا مدد کرے گا؟"

اُس لڑکی نے بہت سوچ سمجھ کر یہ جملہ بولا تھا۔ لیکن کنزل کو اس

کے بولنے کا انداز نا جانے کیوں بہت اچھا لگا تھا۔

"میں آپ کی کیا مدد کر سکتی ہوں میرا خود یہاں پہلا دن

ہے "۔ کنزل نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ماڑا تم کو بھی پھر معلوم نہیں ہو گا۔ "

اُس لڑکی نے پریشانی سے اپنے سر پر ہاتھ مارتے کہا۔

" آپ مجھے اپنا مسئلہ بتائے ہو سکتا ہے میں آپ کی مدد کر

سکوں "۔ کنزل نے نرم لہجے میں کہا۔

"تم ہمارا مدد کیسے کرے گا اب ہمارا مدد صرف اوپر والا ہی کر سکتا

ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنی اس معصوم سی گُل کی مدد فرمانا۔"

اُس لڑکی نے اوپر آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے پریشانی کہا۔

کنزل نے اس کے طرف مسکرا کر دیکھا اور وہاں سے جانے لگی۔

"سنو تم کہاں جا رہا ہو؟" گل نے کنزل کو جاتے ہوئے دیکھا تو

جلدی سے اسے پکارا۔

اپنی کلاس کو ڈھونڈنے کنزل نے مڑتے ہوئے کہا۔

"ہم کو بھی ساتھ لے جاؤ اگر ہم کو یہاں کوئی بدمعاش سٹوڈنٹ مل گیا اور اُس نے ہمارے ساتھ وہ کیا کہتے ہیں مارا یادداشت کتنا کمزور ہے ہمارا۔ ؟"

گل نے اپنے منہ میں بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

"ریگنگ۔۔" کنزل نے گہرا سانس لیتے کہا۔

"ہاں ہاں یہی میر الالہ بتارہا تھا۔ یونیورسٹی میں لڑکے بڑے بدمعاش ہوتے جو نئے سٹوڈنٹ آتے ناں اُن کے ساتھ بہت برا کرتے ہیں" ۔

گل نے اپنے چہرے پر بے چارگی لاتے کہا۔ جیسے اس نے یہ سب

ہوتا اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔

"آپ کے لالہ بھی یہی پر پڑھتے ہیں؟"

کنزل نے گل کو دیکھتے پوچھا۔

"اے پہلے تو تم ہم کو آپ کہنا بند کرو ہم تم سے عمر میں چھوٹا ہی ہو

گا۔" گل نے چھوٹی سی ناک چڑھا کر کہا تو نا چاہتے ہوئے بھی کنزل

کے چہرے پر مسکراہٹ آگئی تھی۔

"اور ہمارا لالہ یہاں ہمیں چھوڑ کر گیا ہے وہ اُس نے تو ہمارے قبیلے

کے پاس جو سکول تھا وہاں سے میٹرک کیا ہے اُس کے بعد لالہ نے

پڑھائی چھوڑ دی۔" گل نے آنکھیں گھمائی تھیں۔۔

"اگر تمھارے لالہ یونی میں نہیں آئے نا یہاں آ کر پڑھے تو اُن کو

کیسے پتہ کہ یہاں کیا کچھ ہوتا ہے؟"

کنزل نے حیرانگی سے پوچھا۔

"تم تو میرے سے زیادہ معصوم ہے۔

لڑکوں کو سب معلوم ہوتا ہے"۔ گل نے تھوڑا کنزل کی طرف

جھکتے رازداری سے کہا۔

"مجھے اپنی کلاس بھی تلاش کرنی ہے اگر تم ساتھ آنا چاہتی ہو تو

آجاؤ۔۔"

کنزل نے گل کو دیکھتے کہا۔

"نیکی اور پوچھ پوچھ یہی تو گل کب سے تمہیں سمجھانے کی کوشش

کر رہی ہے کہ اُسے بھی تو اپنے ساتھ لے جا لیکن تم تو ماڑا بات ہی

نہیں سن رہا۔"

گل نے خوشی سے کنزل کا ہاتھ پکڑتے کہا اور آگے کی طرف چل پڑی۔

کنزل نے مسکرا کر اس باتونی لڑکی کو دیکھا اور اس کے ساتھ چل پڑی۔

اتفاق سے دونوں کے سیم سبجیکٹ تھے اور ان کو گلاس ڈھونڈنے میں بھی زیادہ مسئلہ نہیں ہوا تھا۔

دو لیکچر اٹینڈ کرنے کے بعد دونوں باہر آ کر ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئی تھیں۔ ان کا اگلا لیکچر پندرہ منٹ بعد تھا۔

"تم نے اپنا نام تو بتایا نہیں؟" گل نے اپنے ہاتھ میں پکڑی چاٹ کو کھاتے ہوئے پوچھا۔

"کنزل نام ہے میرا اور تمھارا نام یقیناً گل ہو گا؟"

کنزل نے مسکراتے ہوئے پوچھا اسے یہ باتونی لڑکی پسند آئی تھی۔

"کتنا پیارا نام ہے نا تیرا؟ کس نے رکھا تھا؟" گل نے کنزل کو دیکھتے چہرے پر اشتیاق لیے پوچھا۔

"میری امی نے۔۔۔"

کنزل نے گل کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"ماشاءاللہ ماشاءاللہ آنٹی نے تو بہت سوچ سمجھ کر اپنی بیٹی کا نام رکھا

ہے اور بلکل تم پر جچ رہا ہے۔۔"

گل نے اپنی چاٹ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"کیا میں تم سے ایک سوال پوچھ سکتی ہوں گل؟" کنزل نے

پوچھا۔

"تم اگر چاہو تو گل سے دو سوال بھی پوچھ سکتا ہے ہم کو کوئی مسئلہ

نہیں ہو گا۔"

گل نے مسکراتے ہوئے کہا جب وہ مسکرائی تھی تو ساتھ اس کی

آنکھیں بھی مسکرائی تھی۔

"تم ہمیشہ ایسے ہی ایک ایک گھنٹے بعد کھاتی ہو؟" کنزل نے ڈرتے

ہوئے پوچھا۔ کہی برا نا مان جائے۔

"نہیں بلکل بھی نہیں تم کو پتہ ہے گل آدھے گھنٹے بعد ہی کچھ نا کچھ

کھاتی ہے لیکن یہاں کمبخت ہم کو ایک گھنٹے کا انتظار کرنا پڑا ہے اور

ام کو اتنا چل کر کنٹین کے پاس جانا پڑا جس سے میر اسارا انرجی تو

وہاں جانے میں ضائع ہو گئی۔۔

اوہ ام نے تو کچھ پینے کو لیا ہی نہیں ہم ابھی آتا ہے تم کچھ لے گا؟"

گل نے کھڑے ہوتے پوچھا۔

کنزل نے نفی میں سر ہلا دیا تھا۔

"ٹھیک ہے تم ہمارا یہی انتظار کرنا ہم ابھی واپس آتا ہے۔" گل

کہتے ہی وہاں سے چلی گئی۔

پیچھے کنزل ارد گرد کے لوگوں کو دیکھنے میں مصروف ہو گئی تھی۔

گل نے اپنے لیے جوس لیا اور اس نے آدھی بوتل پی کر باقی کی کھول کر ہاتھ میں پکڑی ہوئی تھی۔اور ایک ہاتھ سے اپنی چادر کو ٹھیک کیے چل رہی تھی جب اس کی چادر اس کے اپنے پیروں میں آئی اُسی وقت سامنے موجود حسام جو موبائل پر میسج ٹائپ کیے آرہا تھا۔گل کے ساتھ اس کا زبردست تصادم ہوا اقر گل کے ہاتھ میں پکڑی جوس کی بوتل حسام کے کی سفید شرٹ پر گر گئی تھی۔

"یو فولش گرل۔۔۔"

حسام جو کچھ سخت الفاظ بولنے والا تھا سامنے لڑکی کع دیکھ کر اس نے خود کو کچھ بھی فضول بولنے سے باز رکھا۔

گل جو اپنے جوس کے ضائع ہونے کے غم میں کھڑی تھی۔

اس نے نظریں اٹھا کر حسام کی طرف دیکھا۔

"تیرے پاس اتنے بڑے بڑے آنکھیں ہیں پھر بھی نظر نہیں آتا؟ میر اسارا جوس گرا دیا۔ اب ہم کیا پیے گا؟ تو ہم کو لا کر دے گی۔؟" گل نے ماتھے پر سخت تیور لیے حسام کو دیکھا۔

جو پہلے تو سامنے کھڑی چھوٹی سی پٹاخہ کو دیکھ کر حیران ہوا، جس نے اسکی شرٹ گندی کر دی تھی اور بجائے اس کے کہ وہ حسام سے سوری بولے الٹا اسے ہی سنا رہی تھی۔

"مس پٹاخہ آنکھیں تو آپ کو بھی اللہ نے اتنی بڑی بڑی دی ہیں۔ آپ دیکھ کر نہیں چل سکتی تھیں؟ اور آپ نے میری شرٹ گندی کر دی ہے تو آپ کو مجھ سے سوری بولنا چاہیے"۔ حسام نے سنجیدگی سے گل کو دیکھتے کہا۔

"ماڑا تیرا دماغ تو ٹھیک ہے ام کسی سے کیوں معافی مانگیں؟ ہمارا

غلطی نہیں ہے۔"

وہ چڑی تھی۔

"تمھاری ہی غلطی ہے اگر میری پاس وقت ہوتا تو ضرور تمنسے

بحث کرتا۔

حسام نے ایک نظر اس کی سر سے لے کر پاؤں تک ڈالتے کہا اور

گلاسز لگاتے وہاں سے چلا گیا۔

گل نے اس کی پشت کو گھور کر دیکھا اور دوبارہ اپنی جوس کی خالی بوتل کی طرف دیکھا۔

لیلچر شروع ہونے والا تھا اس کے پاس اتنا وقت نہیں تھا کہ اور لے کر آئے ہیں نا چاہتے ہوئے بھی اسے واپس کنزل کے پاس جانا پڑا تھا۔

لیکچر سٹارٹ ہو چکا تھا۔ اور کنزل گل کی وجہ سے لیٹ ہو گئی تھی۔

"گل تمھاری وجہ سے اج پہلے دن ہی ہمیں ڈانٹ پڑ جائے گی۔"

کنزل نے پریشانی سے کہا۔ گل خود پریشان ہو گئی تھی۔

اگر وہ لڑکا اسے نا ملتا تو وہ جلدی آ جاتی۔

کنزل نے کلاس روم میں جھانک کر دیکھا۔ جہاں پروفیسر کھڑے تھے۔ اس نے سنا تھا کہ پروفیسر وجاہت وقت کے بہت پابند ہیں اور وہ پہلے دن ہی لیٹ ہو گئی تھی۔

"پروفیسر میں اندر آ سکتی ہوں؟"

کنزل نے ڈرتے ہوئے انگلش میں پوچھا۔اسے ڈر تھاکہ کہی سر

اس کی بے عزتی نا کر دیں۔

وجاہت نے دروازے کی طرف دیکھا۔جہاں دو لڑکیاں کھڑی

ہوئی تھیں۔

"کنزل پروفیسر کیا اتنا خوبصورت بھی ہوتا ہے؟"

گل نے کنزل کی کان کے پاس جھکتے ہوئے حیرانگی سے

پوچھا۔جس نے اس زور سے اس کی بازو پر اپنی کہنی مار کر اسے

خاموش ہونے کا کہا تھا۔

وجاہت نے پہلے اپنی کلائی پر بندھی گھڑی پر وقت دیکھا۔ پھر دروازے کی طرف دیکھا۔ لیکچر کو شروع ہوئے پانچ منٹ گزر چکے تھے۔

وجاہت چلتا ہوا دروازے کی طرف آیا۔ پوری کلاس میں سناٹا چھایا ہوا تھا۔ باقی سن سٹوڈنٹ انتظار کر رہے تھے کہ دونوں کو پروفیسر کیا سزا دیں گے۔

"آپ دونوں پورے پانچ منٹ لیٹ ہیں ۔۔۔"

وجاہت نے کنزل کے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے بھاری لہجے

میں کہا۔

"آئی ایم سوری پروفیسر ۔۔۔"

کنزل نے شرمندہ لہجے میں کہا۔

اور اندر جانے لگی۔

"کیا میں نے آپ دونوں کو اندر آنے کی اجازت دی؟" وجاہت

نے سرد لہجے میں دونوں کی طرف دیکھتے کہا۔

"سر ہمارا آخری غلطی سمجھ کر معاف کر دیں اب ام کل سے پندرہ منٹ پہلے کلاس میں آ کر بیٹھ جائے گا"۔ گل نے جلدی سے کہا۔

"جب تک میرا لیکچر ختم نہیں ہو جاتا آپ دونوں یہاں سے ایک قدم بھی نہیں ہلے گیں۔ جو وقت کی قدر نہیں کرتا وہ آگے نہیں بڑھ سکتا۔ اور آپ دونوں کو سب سے پہلے وقت کی قدر کرنی چاہیے۔"

وجاہت نے سنجیدگی سے کہا اور دوبارہ واپس جاتے اپنا لیکچر سٹارٹ کر دیا۔

کنزل کو وہاں کھڑے بہت شرمندگی ہو رہی تھی لیکن اس وقت وہ

بے بس تھی۔ کچھ لڑکیاں اور لڑکے اسے دیکھ کر ہنس رہے

تھے۔ اور اسے زیادہ غصہ تو سامنے کھڑے پروفیسر پر آرہا تھا۔

اس وقت اسے سامنے کھڑا انسان زہر سے بھی برا لگ رہا تھا۔

اللہ اللہ کر کے پروفیسر وجاہت کا لیکچر ختم ہوا۔ تو گل نے بھی

سکون کا سانس لیا۔

وجاہت نے اُسکے بعد ایک نظر بھی دونوں پر نہیں ڈالی تھی اور

دونوں کے پاس سے گزرتے کلاس سے نکل کر چلا گیا۔

"ہم کو معاف کر دو کنزل ام کی وجہ سے تم کو بھی سزا ملی۔۔۔" گل

نے لہجے میں شرمندگی لیے کہا۔

"اس میں تمھاری کوئی غلطی نہیں ہے تم شرمندہ مت ہو چلو کچھ

کھاتے ہیں تمہیں بھوک نہیں لگی؟" کنزل نے گل کو دیکھتے کہا۔

جس نے جلدی سے اثبات میں سر ہلا دیا اور کنزل کے ساتھ چل

پڑی۔

لیکن ایک بات تو پکی تھی کہ اسے پروفیسر وجاہت اب حد سے

زیادہ برا لگنے والے تھے۔

وجاہت پچھلے دو سالوں سے یہاں یونیورسٹی میں لیکچرار تھا۔

سب اسے پروفیسر کہتے تھے۔ آنکھوں پر نظر کے گلاسز لگائے ہلکی

بڑھی ڈاڑھی اور سنجیدہ چہرے والا وجاہت اپنی زبردست

پرسنیلٹی کی وجہ سے کافی مشہور تھا۔

وہ اپنے نام کی طرح وجیہہ تھا۔ چالیس سال کی عمر میں بھی اسنے

خود کو فٹ رکھا ہوا تھا۔ دوسرے پروفیسر اسے دیکھ کر حیران بھی

ہوتے تھے۔ کیونکہ وجاہت ان سب سے الگ تھا۔ نا زیادہ کسی سے

بات کرتا تھا۔اس کی بارعب انداز اور پر اثر شخصیت سے ہر کوئی

مرعوب نظر آتا تھا۔

یونیورسٹی میں پروفیسر ہونے کے باعث وہ کافی لڑکیوں کا کرش بھی

تھا۔لیکن کنزل کے لیے وہ فلحال ناپسندیدہ انسان تھا۔

وجاہت اس وقت اپنے آفس میں موجود تھا۔جب اس کا موبائل

رنگ ہوا۔

"وہ لڑکی یہاں آگئی ہے۔۔۔"

مقابل نے جیسے اسے آگاہ کیا تھا۔ تو وجاہت کے ماتھے پر یہ سن کر

بل پڑے تھے۔

"اس کا حلیہ بتاؤ مجھ؟ دکھنے میں وہ کیسی ہے؟" وجاہت نے گہرا

سانس لیتے پوچھا۔

وہ انسان اسے اُس لڑکی کے حلیے کے بارے میں بتانے لگا تھا۔

ٹھیک ہے وجاہت نے کہتے ہی موبائل کو بند کیا۔ اور اپنے موبائل

کو ٹیبل پر رکھے اپنی شرٹ کے بازوں کو فولڈ کرنے لگا۔

"اس کا مطلب ہے میری تمھارے ساتھ ملاقات ہو چکی ہے۔"

وجاہت نے دھیمے لہجے میں خود سے کہا۔اس کے لہجے میں مکمل

پراسراریت تھی۔

"میرا بچہ تھک گیا ہے۔جا سدرہ بھائی کے لیے پانی لے کر آ

۔۔۔"

دادی جان نے عدیم کو دیکھتے محبت بھرے لہجے میں کہا۔

سدرہ جو موبائل پر لگی ہوئی تھی۔دادی کے کہنے پر منہ بگاڑتے پانی

لینے چلی گئی۔

"اتنے ملازمین ہونے کے باوجود بھی میرا پانی لانا ضروری ہے۔"

سدرہ نے منہ میں بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ اور پانی کا گلاس عدیم کو

پکڑایا۔

"تم یونیورسٹی کیوں نہیں جا رہی؟"

عدیم پانی کا گلاس پکڑتے پکڑتے سدرہ سے پوچھا۔

کیونکہ کچھ دن پہلے وہ زبیر کے ساتھ جا کر ایڈمیشن کروا آئی

تھی۔ اور وہ بھی عدیم کے کہنے پر اس نے یونیورسٹی میں ایڈمیشن

کروایا تھا۔

"بھائی کل سے چلی جاؤں گی۔" سدرہ نے دوبارہ اپنی جگہ پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"ایسا ہی ہونا چاہیے اور تم مجھے دوبارہ بنا کسی مقصد کے چھٹی کرتی نظر نہ آؤ۔

روزانہ آفس جانے سے پہلے میں تمہیں خود چھوڑ کر آؤں گا۔"

عدیم نے سدرہ کو دیکھتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔ سدرہ نے اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔ جبکہ اندر ہی اندر وہ کلس کر رہ گئی۔

"عدیم جب سے تم نے آفس جانا شروع کیا ہے تم تو گھر میں نظر نہیں آتے ہمارے پاس بھی وقت نکال کر بیٹھا کرو"۔

دادی جان نے پیار سے اپنے لاڈلے کو دیکھتے کہا۔

"دادی جان آپ جانتی ہیں کہ میں نے اپنے بزنس کو زمین سے اٹھا کر آسمان کی بلندیوں تک پہنچا دیا ہے اور ایسا کرنے کے لیے مجھے بزنس کو ٹائم دینا تھا۔ اور جب سے ڈیڈ نے آفس آنا چھوڑ دیا ہے ساری زمہ داری مجھ پر آ گئی ہے"۔

عدیم نے تفصیل سے بتاتے ہوئے کہا۔

"اپنے بھائی کو ساتھ لگاؤ وہ تو سارا دن آوارہ گردی کرتا رہتا ہے۔۔ بگڑ گیا تو ہاتھ سے نکل جائے گا۔۔"

دادی نے نحوست سے کہا۔

"دادی جان یہی تو اُس کی عمر ہے اپنی زندگی کو انجوائے کرنے کی اور جب اُس کے کندھوں پر زمہ داری پڑے گی تو خود ہی سیدھا ہو جائے گا۔ اور فکر مت کریں نہی نکلنے دوں گا ہاتھ سے۔۔" عدیم نے گہرا سانس لیتے ہوئے کہا۔

"تم نے ہی اُسے سر پر چڑھایا ہوا ہے"۔ دادا جان نے منہ میں

بڑبڑاتے ہوئے کہا تو عدیم مسکرا پڑا۔

یہ تینوں ہی تو دادی کے لاڈلے تھے لیکن زیادہ لاڈلا تو عدیم

تھا۔ جب وہ چھوٹا تھا تو اُس کی زبان سے نکلی ہر بات اُس کی دادی

پوری کرتی تھی۔ رفتہ رفتہ خواہشات حکم کا درجہ پا چکی تھیں۔

اور اب بھی تینوں بچے میں سب سے زیادہ لاڈلا عدیم ہی تھا۔

"عالم تم خود کیوں نہیں آفس آتے یار تھک جاتا ہوں میں۔۔۔"

حسام نے تھکے ہوئے لہجے میں کہا۔

تم یونیورسٹی گئے تھے؟ پرنسپل سے بات ہو گئی؟ "

عالم نے اس کی بات کو اگنور کرتے پوچھا۔

یونیورسٹی سے اسے وہ لڑکی یاد آئی تھی لڑکی کم پٹاخہ کہنا زیادہ بہتر

ہو گا۔

"ہاں ایک یہ مصیبت اب مجھے دو گھنٹے یونیورسٹی بھی جانا پڑے گا۔

یہ ہمارے بڑوں کی دوستیاں بچے کیوں نبھائیں اس بات کی مجھے

سمجھ نہیں آتی۔۔۔

حسام نے منہ میں بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

عالم اور حسام کے باپ یونیورسٹی کے پرنسپل کے بہت اچھے

دوست تھے۔

اور دونوں اکثر پرنسپل سے ملتے تھے دونوں کی اچھی بات چیت

تھی۔

انہوں نے حسام سے پوچھا تھا۔

کیا وہ کچھ دنوں کے لیے یونیورسٹی پڑھانے آسکتا ہے۔ اور حسام

بے چارہ منع بھی نہیں کر پایا اور اسے ہامی بھرنی پڑی۔

"کچھ دنوں کی بات ہے حسام جب پروفیسر واپس آجائے گا تو تم آزاد ہو۔" عالم نے سنجیدگی سے کہا۔ا

"عالم تم کرتے کیا ہو مجھے کچھ سمجھ نہیں آتی؟" حسام نے سیدھا ہوتے بیٹھتے پوچھا۔

"جب تمہیں پتہ ہے کی تمہیں سمجھ نہیں آتی تو بار بار پوچھتے کیوں ہو؟" عالم نے ایک آبرو اچکاتے ہوئے پوچھا۔

"انسان کو بس اتنا ڈھیٹ ہونا چاہیے۔"

حسام نے دل میں سوچا کیونکہ زبان سے کہنے کی ہمت اس میں نہیں تھی۔

"عدیم کی نظر تمھیں کسی طرح نیچا دکھانے کی ہے تو سنبھل کر رہنا۔"

عالم نے پر سوچ انداز میں کہا۔

"جانتا ہوں لیکن میرے پیچھے بھی ایک بہت بڑے انسان کا ہاتھ ہے تو مجھے ٹینشن لینے کی ضرورت نہیں ہے۔" حسام نے مسکراتے ہوئے کہا۔

تو عالم نے اسے گھور کر دیکھا تھا۔

"ویسے مجھے اُس انسان کی بھی سمجھ نہیں آتی پتہ نہیں کیوں ہماری کمپنی سے جلتا ہے اس کے باپ نے جتنا قرضہ لیا ہوا تھا اُسی وجہ سے انکی کمپنی ڈاؤن پر گئی تھی۔ اور عدیم سمجھتا ہے کہ میری کمپنی نے اس کے ساتھ برا کیا میں نے تو اپنا پیسہ واپس لیا۔ اب اس کے باپ کی وجہ سے ان کی کمپنی کا دیوالیہ نکل گیا تو اس میں ہماری کیا غلطی ہے؟"

حسام نے عالم کو دیکھتے کہا۔

وہ سمجھتا ہے کہ تم نے اُن کی کمپنی کا دیوالیہ نکلوایا ہے۔ اور اُن کی

کمپنی ڈوبی لیکن اُسکی ہمت کی بھی داد دینی پڑے گی کہ اُس نے کم

وقت میں ہی اپنی کمپنی کو دوبارہ کامیابی کی بلندیوں تک پہنچایا

ہے۔" عالم نے بھی متاثر ہوتے کہا۔

"ہاں یہ تو ہے۔ خیر اُسے بھی دیکھ لیں گے۔ تم کھانا کھاؤ گے ؟"

حسام نے پوچھا تو عالم نے نفی میں سر ہلا دیا۔ اور وہاں سے اُٹھ کر

چلا گیا۔

حسام اپنے لیے کھانا گرم کرنے کے لیے کچن کی طرف چلا گیا تھا۔

"رنم تم کالج کیوں نہیں گئی؟"

شائستہ نے رنم کو دیکھتے پوچھا۔

"امی یار مجھے نا آج گھر میں ایک ضروری کام تھا"۔رنم نے

مسکراہٹ دباتے کہا۔

"اور وہ کام کیا تھا؟"

شائستہ نے گھورتے ہوئے پوچھا۔

"وہ آپ کو بعد میں پتہ چل جائے گا۔اور آپ نے تو گھر کا کچھ

سامان لینے جانا تھانا؟" رنم نے یاد آنے پر پوچھا۔

"ہاں میں بس جارہی ہوں تم ایسا کروں۔ دروازہ بند کرلو۔"

شائستہ نے کہاتو رنم اثبات میں سر ہلاتے اپنی ماں کے پیچھے چل

پڑی۔

اس کی ماں کے جاتے ہی تھوڑی دیر بعد کنزل آگئی۔

"ساری تیاری ہو گئی؟"

کنزل نے آتے ہی پوچھا اور کیک کو ٹیبل پر رکھا جو اس نے بیکری

سے لیا تھا۔

"ہاں میں نے امی کو باہر لان میں جانے نہیں دیا۔ ابو کو میں نے

فون کیا ہے وہ امی کو لا رہے ہیں۔۔"

رنم نے جلدی سے کہا اور کیک پکڑے کچن کی طرف چلی گئی۔

کنزل نے اپنی چادر صوفے پر رکھی اور خود لان کی طرف چلی گئی۔

جہاں پر رنم نے ڈیکوریشن کی تھی۔ سامنے ایک چھوٹا سا ٹیبل رکھا

ہوا تھا۔ جس پر مختلف چیزیں پڑی ہوئی تھیں۔

رنم کیک لے کر آئی۔ اور ٹیبل پر رکھا۔

"بابا کی کال آئی تھی وہ ماما کو گھر لے کر آ رہے ہیں۔"

رنم نے کہا اتنے میں دروازے پر بیل ہوئی تو کنزل نے جا کر

دروازہ کھولا جہاں اس کے ماں باپ کھڑے تھے۔

"جہاں سب کچھ ہو کیا رہا ہے؟"

شائستہ نے کنزل کو دیکھتے حیرانگی سے پوچھا۔ راستے میں اسے مظفر

مل گیا تھا جو اسے واپس گھر لے آیا۔

"امی پہلے اندر تو آئیں۔۔"

کنزل نے مسکراتے ہوئے کہا اور اپنی ماں کی آنکھوں پر ہاتھ

رکھے اسے لان میں لے آئی۔

اور جب اس نے لان میں داخل ہوتے اپنی ماں کی آنکھوں سے

ہاتھ ہٹایا تو سامنے کا منظر دیکھ کر شائستہ کے چہرے پر مسکراہٹ

آگئی تھی۔

"تو یہ بات تھی اور آپ بھی ان دونوں کے ساتھ شامل تھے۔"

شائستہ نے اپنے شوہر کو دیکھتے کہا۔

"بچیوں کا پلان تھا۔ تو میں کیسا شامل نہ ہوتا۔"

مظفر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"چلیں امی آپ جلدی سے کیک کاٹیں مجھے بہت بھوک لگی ہے

۔"

رنم نے جلدی سے کہا۔جو اثبات میں سر ہلاتے آگے بڑھی۔

شائستہ کی سالگرہ تھی۔اور دونوں کا ارادہ اپنی ماں کو سرپرائز دینے

کا تھا۔

شائستہ نے کیک کاٹا اور سب سے پہلے مظفر کو کھلایا۔

"آج ہم سب باہر کھانا کھائیں گے۔"

مظفر نے شائستہ کو دیکھتے کہا۔

"سچ میں بابا۔۔۔" رنم نے خوشی سے پوچھا۔

بلکل میری بچی مظفر نے کہا۔

"چلیں پھر میں جلدی سے تیار ہو کر آتی ہوں۔۔۔"

رنم کہتے ہی وہاں سے بھاگ گئی۔

"ابھی اسے بھوک لگی تھی اب کیک کو چھوڑ کر چلی گئی ہے

۔" کنزل نے اپنی ماں کو دیکھتے کہا۔

"امی میں رات میں کیک کھاؤں گی۔

رنم نے دوبارہ مڑ کر واپس آتے اپنی ماں کو دیکھتے کہا۔

اس کی بات سن کر تینوں مسکرا پڑے تھے۔

"مظفر اتنے مہنگے ہوٹل میں آنے کی کیا ضرورت تھی۔ آپ کی سارے سیلری تو یہی پر لگ جائے گی"۔ شائستہ نے پریشانی سے مظفر کو دیکھتے کہا۔

"اپنی بچیوں کے چہروں پر خوشی دیکھو اور یہ خوشی میرے لیے بہت اہم ہے۔

اور فکر مت کرو آج تک ہم بھوکے نہیں سوئے ان شاء اللہ آگے

بھی رات کو کھانا کھا کر ہی سوئے گے۔"۔ مظفر نے مسکراتے

ہوئے کہا۔

شائستہ نے کنزل اور رنم کی طرف دیکھا جو سچ میں خوش تھیں۔

رنم کو ایسا لگا جیسے کوئی اسے دیکھ رہا ہے اس نے جب ارد گرد دیکھا

تو وہاں پر کوئی نہیں تھا پھر کندھے اچکاتے کنزل کے ساتھ چل

پڑی۔

پوری فیملی بہت خوش تھی۔

ہنسی مزاق میں کھانا کھایا گیا۔

" بابا آپ اپنی سالگرہ پر بھی ہمیں ٹریٹ دیں گے؟" رنم نے

شرارتی لہجے میں پوچھا۔

" بالکل اگر میری بیٹیاں ایسا ہی چاہتی ہیں تو کیوں نہیں۔۔۔" مظفر

نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" آپ بہت اچھے ہیں ڈیڈ۔۔"

رنم نے خوشی سے اپنے باپ کو دیکھتے کہا۔

"چلو لڑکیوں کافی دیر ہو گئی ہے کل تم دونوں نے یونیورسٹی اور کالج

جانا ہے۔"

شائستہ نے دونوں کے چہروں کے طرف دیکھتے کہا۔

"بابا مجھے آئسکریم بھی کھانی ہے لیکن وہ ہم باہر سے لیں

گے۔"۔رنم نے کھڑے ہوتے کہا۔

"ٹھیک ہے بیٹا جی اب چلیں۔۔"

مظفر نے کہا تو رنم اپنے باپ کے ساتھ چل پڑی۔

کنزل اور شائستہ دونوں کے پیچھے تھیں۔

باہر آتے ہی مظفر نے تینوں کو آئسکریم خرید کر دی۔

اور اس کے بعد چاروں ایک خوبصورت شام ساتھ گزارنے کے

بعد گھر واپس آ گئے تھے۔۔

اسفند جو یہاں ایک میٹنگ کے لیے آیا تھا آتے ہی اس کی نظر رنم

پر پڑی۔

اس نے غور سے اس لڑکی کی طرف دیکھا جس نے بلیک کلر کی

شلوار قمیض پہنی ہوئی تھی۔ اور اپنے ڈوپٹے کو بار بار سر پر سیٹ کر

رہی تھی۔ جو نیچے اس کے کندھوں پر آ کر گر رہا تھا۔

اسفند نے اپنے سر کو جھٹکا اور اپنی ٹیبل پر آ کر بیٹھ گیا۔

وہ بیٹھا اُس آدمی کا انتظار کر رہا تھا جس کے ساتھ اس کی میٹنگ تھی

جب اس کے کانوں میں رنم کی کی آواز پڑی جو شاید کسی بات پر

ہنس رہی تھی۔

اسفند نے مڑ کر رنم کی طرف دیکھا۔

اس کی مسکراہٹ میں نا جانے کیوں لیکن اسفند ایک پل کے لیے

کھو گیا تھا۔

لیکن اگلے ہی پل اسے اس نے اپنی نظروں کا زاویہ تبدیل کر لیا تھا۔

لیکن ابھی بھی اس کے کانوں میں رنم کی آواز پڑ رہی تھی۔

اس نے غصے سے اُس آدمی کو کال کی جو کہہ رہا تھا کہ اُسے ایک ضروری کام یاد آگیا ہے۔

اسفند کا دل تو کیا کہ موبائل میں گھس کر اس کا سر پھاڑ دے۔

اس نے بنا کوئی جواب دیے موبائل بند کر دیا اور ٹیبل سے اپنی گاڑی کی چابیاں پکڑے وہاں سے چلا گیا۔

کیونکہ اسے لگ رہا تھا کہ ساتھ والے ٹیبل پر بیٹھی لڑکی جادو گرنی ہے جو اسے خود کی طرف متوجہ کر رہی ہے اسے یہاں سے جانا ہی بہتر تھا۔ کبھی کسی لڑکی نے اسے خود کی طرف متوجہ نہیں کیا تھا جیسے رنم کر رہی تھی۔

اگلے دن عدیم سدرہ کو یونیورسٹی چھوڑنے گیا تھا۔ جب اس کی نظر کنزل پر پڑی اسے نہیں معلوم تھا کہ وہ بھی اسی یونی میں جاتی ہے۔ کنزل کو دیکھتے ہی اس کے چہرے پر مسکراہٹ آگئی تھی۔

سدرہ کے اندر جاتے ہی اس نے گاڑی سٹارٹ کر دی۔اب اسے کوئی پریشانی نہیں تھی۔سدرہ کا خیال رکھنے کے لیے کنزل موجود تھی۔

سدرہ نے بھی کنزل کو یونی میں دیکھا تو چلتی ہوئی اس کے پاس گئی۔

"تم بھی اسی یونیورسٹی میں آتی ہو؟مجھے لگا تو نہیں تھا کہ تم یہاں ہو گی لیکن خیر تمہیں یہاں دیکھ کر اچھا لگا۔"

سدرہ نے سر سے لے کر پاؤں تک کنزل کو دیکھتے ہوئے طنزیہ لہجے میں کہا۔

جس نے فیروزی رنگ کا سوٹ پہنا ہوا تھا۔ لیکن وہ اپنی سانولی

سلونی رنگت میں بھی کافی دلکش لگ رہی تھی۔ اور اس کا یہ روپ

دیکھ کر سدرہ جھلس کر رہ گئی۔

"اگر مجھ سے پوچھو تو مجھے زرا بھی خوشی نہیں ہوئی تمہیں یہاں

دیکھ کر ۔۔۔۔"

کنزل نے مسکراتے ہوئے پر اعتمادی سے کہا۔ گل جو دونوں کی

باتیں سن رہی تھی کنزل کی بات پر ہنس پڑی۔

"ماڑا تم تو بڑی مزاحیہ ہو۔۔۔"

گل نے کنزل کے کندھے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔وہ محض بات

ٹالنا چاہتی تھی۔

"اپنی زبان سنبھال کر بات کرو۔۔۔"

سدرہ نے غصے سے کنزل کو دیکھتے کہا۔

"میری زبان ہے میں جیسے مرضی بات کروں تم ہوتی کون ہو مجھے

کچھ بھی کہنے والی؟اور دوسری بات میں تم جیسی کے منہ نہیں

لگتی۔۔"

کنزل نے گھورتے ہوئے کہا اور گل کا ہاتھ پکڑے اسے وہاں سے

لے گئی۔

پیچھے سدرہ نے زور سے اپنے پیر کو پٹخا تھا۔

تمہیں تو میں دیکھ لوں گی اور تمھاری جو یہ اکڑ ہے وہ تو میں نکال کر

ہی دم لوں گی۔۔۔

اب دیکھو میں کیا کرتی ہوں تم نے سدرہ سے پنگا لیا ہے جو بہت

مہنگا پڑنے والا ہے۔۔" سدرہ نے غصے سے کہا اور وہاں سے چلی

گئی۔

"ماڑا تم نے تو کمال کر دیا۔ ویسے وہ گھمنڈی لڑکی کون تھا؟" گل

نے کنزل کو دیکھتے پوچھا۔

"میری کزن جسے اپنی خوبصورتی پر کچھ زیادہ ہی غرور ہے"۔ کنزل

نے منہ بنائے کہا۔

"وہ خوبصورت کہاں سے ہے؟" گل نے رکتے ہوئے کنزل کو

دیکھتے حیرانگی سے پوچھا۔

گل نے اتنی معصومیت سے پوچھا کہ ناچاہتے ہوئے بھی کنزل ہنس

پڑی تھی۔

"تم بھی بہت شرارتی ہو۔۔" اس نے مسکرا کر اس کے کندھے پر

دھپ رسید کی۔۔

وجاہت جو اپنی کلاس کی طرف جا رہا تھا اس کی اچانک نظر کنزل پر

پڑی اُسی وقت کنزل نے بھی اس کی طرف دیکھا تھا۔

کنزل کی ہنسی کو فوراً بریک لگی۔ جبکہ آنکھوں میں ناچاہ کر بھی

ناگواری آئی۔

"طلو یہاں سے۔۔میں اپنا موڈ خراب نہیں کرنا چاہتی۔"

کنزل نے گل کو دیکھتے کہا اور وہاں سے چلی گئی۔

نجانے کیوں وجاہت کی نظریں اسے چھبتی ہوئی محسوس ہوئی

تھی۔

"تم کو بار بار کیا ہو جاتا ہے ام کو سمجھ نہیں آتا۔۔اور کس وجہ سے

موڈ خراب ہونا تھا۔۔۔"

گل نے کنزل کو دیکھتے ہوئے گھور کر پوچھا۔

"کسی وجہ سے نہیں چلو کلاس میں چلتے ہیں۔پھر سے دیر نہ ہو جائے

۔۔"

کنزل نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر دونوں کلاس روم کی طرف

چلی گئی۔

"گل کل تو سر قاسم آئے نہیں تھے۔ لیکن میں نے سنا ہے اُن کی

جگہ کوئی نئے سر آئے ہیں کچھ ہی ٹائم کے لیے لیکن سر قاسم سے

سب یہاں ڈرتے ہیں"۔

کنزل نے جیسے اس کی نالج میں اضافہ کیا تھا۔

"پروفیسر وجاہت سے بھی زیادہ ؟۔۔ ویسے وجاہت سر اپنے نام کی

طرح بڑا ہی وجیہہ لگتا ہے۔۔۔"

گل نے حیرانگی سے پوچھا۔ لیکن پھر تعریفی انداز میں بول کر اس

نے کنزل کو دیکھا۔

"اتنے بھی کوئی ہینڈسم نہیں ہیں۔۔ کنزل نے آنکھیں گھمائے کہا

گل ہنس پڑی تھی اتنے میں کلاس آگئی ابھی لیکچر سٹارٹ ہونے

میں ابھی پانچ منٹ تھے۔ دونوں کلاس میں آکر بیٹھ گئی تھیں۔

تھوڑی دیر بعد حسام کلاس روم میں داخل ہوا جس نے ڈارک بلیو

کلر کی شرٹ ساتھ بلیک پینٹ پہنی ہوئی تھی۔

شرٹ کو کہنیوں تک فولڈ کیے چہرے پر سنجیدگی لیے وہ کافی وجیہہ لگ رہا تھا۔

سب سٹوڈنٹس احتراما کھڑے ہو گئے تھے۔

گل نا جانے اپنے بیگ میں سے کیا تلاش کر رہی تھی۔اس لیے اسے احسام کے آنے کا پتہ نہیں چلا۔

"گل سر آ گئے ہیں۔" کنزل نے گل کو کہنی مارتے کہا۔جو ہڑبڑا کر کھڑی ہو گئی۔لیکن اسے لگا وہ بیٹھ نہیں پائے گی گلے میں گلٹی ابھر کر معدوم ہوئی تھی۔

"سٹ ڈاؤن۔۔۔" حسام نے سنجیدگی سے کہا۔

لیکن گل کا چہرہ سفید پڑ چکا تھا۔

"آپ کو کیا سپیشل کہنا پڑے گا کہ بیٹھ جائیے۔۔"

حسام نے گہری نگاہ سے دیکھا۔

گل سراسیمگی سے بیٹھ گئی۔

"یار یہ سر کتنے ہینڈ سم ہیں جب تک یہ سر قاسم کی جگہ آ رہے ہیں

میں تو روزانہ یونیورسٹی آؤں گی۔۔"

۔پاس بیٹھی لڑکی نے اپنی دوست کو دیکھتے کہا۔

"جو بھی ہے لیکن پروفیسر وجاہت کی جگہ کوئی نہیں لے سکتا۔ان

کی شخصیت کا الگ ہی رعب ہے کہ۔انسان ایک نظر دیکھ کر

دوسری ضرور ڈالنے پر مجبور ہو جائے گا۔۔"

دوسری لڑکی نے مسکراتے ہوئے کہا۔ کنزل ان دونوں کی باتیں سن رہی تھی۔ پروفیسر وجاہت کا ذکر نا جانے کیوں اسے ناگوار گزرا تھا۔

گل کو تو لگتا ہے تھا حسام کو دیکھتے سانپ سونگ گیا تھا۔

"فضول میں ہی یہ لڑکیاں ہر مرد پر فلیٹ ہو جاتی ہیں۔ وہ بڑبڑائی تھی۔۔ لیکن پھر گل کو دیکھ کر حیران ہوئی

"تمہیں کیا ہوا ہے؟" کنزل نے بت بنی گل کو دیکھتے پوچھا۔

"کنزل اب میری کیا بنے گا۔ ئے اللہ یہ سر ہیں اور ام نے تو ان کے ساتھ بہت بد تمیزی کیا ہے۔ اب تو یہ پوری کلاس کے سامنے گل کی کلاس لے گا۔۔۔"

گل نے پریشانی سے کنزل کو دیکھتے کہا۔

"کیا مطلب؟" کنزل نے پریشانی سے پوچھا۔

"کچھ نہیں ابھی ام سے تم بات مت کرو ورنہ سر کھڑا کر دیں گا۔۔"

گل نے کہتے ہی اپنا سر نیچے کر لیا۔

کنزل بھی کندھے اچکاتے لیکچر سننے لگی تھی۔

حسام لیکچر کے دوران ایک نظر گل پر ڈال لیتا۔ اسے پتہ چل گیا تھا

کہ وہ اس سے چھپ رہی ہے۔

"پاگل لڑکی۔۔۔"

حسام نے دل میں سوچا اور مسکرا پڑا۔

اس کا ارادہ لیکچر کے ختم ہوتے اس سے بات کرنے کا تھا اگر وہ اس کے ہاتھ آتی تو ورنہ گل کو دیکھ کر لگ رہا تھا بس کسی طرح وہ حسام کے نظروں سے اوجھل ہونا چاہتی ہے۔

اور پھر اسے موقع ہی نہیں ملا تھا کہ وہ اس سے بات کر پاتا۔۔

رنم نے کالج سے واپسی پر فارمیسی جانا تھا اس نے اپنے بابا کے لیے کچھ میڈیسن لینی تھی۔

فارمیسی سے دوائی لینے کے بعد وہ باہر نکل رہی تھی۔

جب سامنے اسے ایک چھ سال کی بچی نظر آئی جو سڑک کراس کر

رہی تھی۔نا جانے اس کے ماں باپ کہاں تھے۔

رنم بھاگتی ہوئی اُس بچی کے پاس گئی اور اسے بازو سے پکڑ کر پیچھے کیا

لیکن جلد بازی میں وہ سڑک پر گری۔

بچی کو کچھ نہیں ہوا لیکن وہ خوف سے رو دی تھی۔

اسفند بھی وہی پر تھا۔ لیکن وہ دور کھڑا تھا جب تک وہ بھاگ کر بچی

کے پاس آیا رنم وہاں پہنچ چکی تھی۔

رنم کی بازو پر خراشیں آئی تھیں۔

اسفند نے آکر رنم کو اٹھایا اتنے میں بچی کی ماں بھی آگئی تھی وہ

شاپ میں تھی اور اسے پتہ ہی نہیں چلا کہ اس کی بچی باہر سڑک پر

آگئی ہے۔

"اگر آپ اپنے بچوں کا دھیان نہیں رکھ سکتی تو اُن کو ساتھ بھی

لے کر نہ آیا کریں۔"

اسفند نے اُس عورت کو دیکھتے سرد لہجے میں کہا۔

"سوری میں آئندہ خیال رکھوں گی۔مجھے پتہ ہی نہیں چلا کہ یہ کب باہر آگئی۔۔"

اُس عورت نے شرمندگی سے کہا اور وہاں سے چلی گئی۔

"آپ کو ہسپتال جانا چاہیے"۔اسفند نے رنم کو دیکھتے کہا جس کے گھٹنے پر بھی شاید چوٹ لگی تھی۔اور لنگڑا کر چل رہی تھی۔

"نہیں اس کی ضرورت نہیں ہے۔۔"

رنم نے کہا لیکن اس سے چلا بھی نہیں جا رہا تھا۔

"میڈم آپ سڑک پر گری ہیں تو آپ کا ہسپتال جانا ضروری ہے

اگر آپ آرام سے میرے ساتھ نہیں گئی تو مجھے زبردستی لے کر

جانا پڑے گا۔۔"

اسفند نے دھمکی دینے کے انداز میں کہا۔

"آپ مجھے دھمکی دے رہے ہیں؟ میری مرضی میں ہسپتال جاؤں

یا نا جاؤں ۔۔"

رنم نے اسفند کو دیکھتے گھور کر کہا۔

"میڈم مسئلہ یہ ہے کہ میں اپنی نظروں کے سامنے کسی کو تکلیف

میں نہیں دیکھ سکتا اور تمہیں تو بلکل بھی نہیں ۔۔۔"

آخری بات اسفند نے دل میں کہی تھی۔ وہ اسے پہچان چکا تھا۔

"اس لیے میں چاہتا ہوں آپ میرے ساتھ ہسپتال چلے آپ کے

چیک اپ کے بعد میں بھی مطمئن ہو جاؤں گا۔ آپ کی جگہ کوئی

اور ہوتا تو بھی میں ایسے ہی کہتا۔

اُف کتنی صفائیاں دینی پر رہی ہیں ایک تو یہ دل بھی عجیب ہے آیا

بھی تو کس خوبصورت بلا پر۔۔"

آخری بات اسفند نے دل میں کہی۔

اس نے کبھی بنا مطلب کے کسی لڑکی سے بات تک نہیں کی تھی اور

اب اسے اپنے دل کی خاطر کیا کچھ کرنا پڑ رہا تھا۔

رنم نے اسے گھور کر دیکھا۔

"میں کیوں آپ کے ساتھ جاؤں"؟ رنم نے کمر پر ہاتھ رکھتے

پوچھا۔

"محترمہ ایسا کریں آپ اپنے گھر سے کسی کو بلالیں اُس ساتھ آپ

چلی جایئے گا۔"

اسفند نے اکتائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"ہاں یہ ٹھیک ہے میں اپنی بہن کو بلا لیتی ہوں۔۔"

۔رنم نے کہتے ہی کنزل کو کال کر کے صورتحال کا بتایا۔اُس نے کہا

کہ وہ پانچ منٹ تک پہنچ رہی ہے کیونکہ وہ یہاں پاس کہی پر ہی

تھی۔

تھوڑی دیر بعد کنزل وہاں پہنچ گئی۔اسنے اسفند کا شکریہ ادا کیا اور

رنم کو لے کر وہاں سے چلی گئی۔

"ضدی لڑکی۔۔۔" اسفند نے منہ میں بڑبڑاتے ہوئے کہا اور اپنی گلاسز لگاتے اپنی گاڑی کی طرف چلا گیا۔

عدیم اپنے دوستوں کے ساتھ اپنے فلیٹ میں بیٹھا شراب پی رہا تھا اس وقت وہ فل نشے میں دھت تھا۔ اس کے تینوں دوست بھی نشے میں تھے لیکن عدیم کی نسبت کم ہی نشہ ان پر طاری ہوا تھا۔

"یار تیری وہ کزن تجھے گھاس بھی نہیں ڈالتی پھر بھی تو اس کے پیچھے پ۔ڑا ہے۔"

عدیم کا دوست اس کے کندھے پر دھپ مارے بولا۔

"کس نے کہا کہ وہ مجھے گھاس نہیں ڈالتی میں خود اُسے منہ نہیں لگاتا ہاں وہ مجھے پسند نہیں ہے بس اُس کی خوبصورتی مجھے متاثر کرتی ہے۔۔۔"

عدیم نے نشے میں ہنستے ہوئے کہا۔

"تو ٹھیک ہے ہم تمھاری بات اُس وقت مانے گے جب تم اپنی

کزن کو اسی فلیٹ میں لے کر آؤ گے۔"

ان میں سے ایک دوست نے ہنستے ہوئے کہا۔

عدیم کو غصہ آیا تھا۔

"بکواس بند کر سالے۔۔۔۔وہ کسی کی سرکاری پراپرٹی نہیں

ہے۔"

"بڑا احساس جاگ رہا ہے، کہیں تو اس کے پیار میں پاگل تو نہیں

ہو گیا۔۔۔"

عدیم کے ذہن میں کنزل کا نازک سراپا گھوما۔

"بکواس بند کر۔۔ ایسا کچھ نہیں ہے۔ وہ بس میری ضد ہے۔۔"

"ضد یا پیار۔۔۔ اگر ضد ہے تو لا پھر اسے فلیٹ پر۔۔۔۔"

عدیم کے دوست نے اسے ضد دلائی تھی۔

"ٹھیک ہے مجھے تمھارا چیلنج قبول ہے اُسے فلیٹ تک کیا اپنے بستر تک لے کر آؤں گا دیکھ لینا تم لوگ۔۔۔ بلکہ خود چل کر آئے گی۔" عدیم نے لڑکھڑاتے قدموں پر کھڑے ہوتے کہا۔

"ارے واہ تم تو کافی سمجھدار ہو۔۔اور ہماری بات کا مطلب بھی

یہی تھا فلیٹ تک لا کر کیا کرنا ہے۔اگر تم اُسے بستر تک نا لے کر

آئے"۔تیسرے دوست نے قہقہہ لگاتے کہا۔

"وہ آئے گی۔۔"عدیم پر اعتمادی سے بولا۔

"تو ٹھیک ہے اگر تم ہار گئے تو تمہیں ہماری ایک ایک بات ماننی ہو

گی اور وہ بات کچھ بھی ہو سکتی ہے"۔دوسرے دوست نے لہجے

میں خباثت لیے کہا۔

"ٹھیک ہے مجھے منظور ہے۔۔"

عدیم نے کہا اور دوبارہ شراب کی بوتل کو ہونٹوں سے لگائے پینے لگا۔

چاروں پوری رات شراب پیتے رہے اور عدیم کنزل کو بانہوں میں محسوس کیے ایک کے بعد ایک گلاس چڑھاتا گیا۔رات کب بیتی اسے نہیں خبر ہوئی تھی۔

صبح عدیم کی سب سے پہلے آنکھ کھلی اسے اپنا سر پھٹتا ہوا محسوس ہو

رہا تھا۔

اس نے اپنے دوست کو اٹھایا۔

"کمینوں تم سب اپنے گھر کیوں نہیں گئے ؟"

عدیم نے وہاں سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"بس جا رہے ہیں۔ لیکن تمہیں اپنی بات تو یاد ہے نا؟" اس کے

دوست نے اپنی جگہ سے کھڑے ہوتے پوچھا۔

کون سی بات ؟ عدیم نے اپنا سر دباتے پوچھا۔

تو اس کے دوست نے رات والی ساری بات بتا دی۔

"ٹھیک ہے اگر میں نے کہا تھا تو میں اپنی کہی بات پوری کر کے

دکھاؤں گا۔" کنزل کا سوچتے ہی اسکے چہرے پر شیطانی مسکراہٹ

آگئی تھی۔

"اب نکلو تم لوگ۔۔۔۔"

عدیم کہتے ہی اپنے کمرے کی طرف فریش ہونے چلا گیا۔ کیونکہ

اس نے آفس جانا تھا۔

حسام یونیورسٹی کے بعد آفس جا رہا تھا۔

جب اسے سامنے کچھ لوگ جمع نظر آئے حسام نے گاڑی روکی اور باہر نکل کر دیکھا۔ جو پوری سڑک پر پھیلے کھڑے ہوئے تھے۔

لیکن غور کرنے پر پتہ چلا کہ اُن لوگوں کے ہاتھوں میں گنز تھی۔ راستہ بھی سنسان تھا۔

اور حسام بھی گاڑی سے باہر نکل چکا تھا۔

اُن آدمیوں میں سے ایک کی نظر حسام پر پڑی۔

"تم کون ہو؟" اُسی آدمی نے حسام کو دیکھتے اونچی آواز میں پوچھا۔

درمیان میں کھڑے خاور نے بھی حسام کی طرف دیکھا تھا۔

"بھائی صاحب آپ لوگ راستہ بند کیے کھڑے ہیں۔ اور مجھے

جلدی آفس پہنچنا ہے۔ آپ لوگ تھوڑا سائیڈ پر ہو کر اپنا کام جاری

رکھے لیکن مجھ جانے دیں"۔ حسام نے سنجیدگی سے کہا۔ خوف کا

لہجے میں شائبہ بھی نہیں تھا۔

"تجھے ہم بیوقوف لگتے ہیں؟ پکڑو اسے۔۔" دوسرے آدمی نے

اپنے ساتھیوں کو کہا۔

"ایسی غلطی ہرگز مت کرنا۔

پولیس یہاں پہنچتی ہی ہو گی۔ یہ میرا دوست ہے اگر پانچ منٹ کے

اندر تم لوگ یہاں سے غائب نہیں ہوئے تو پولیس تم سب کو پکڑ

کر لے جائے گی۔

پھر ساری زندگی جیل میں چکی پیستے رہنا۔"

حسام نے مسکراتے ہوئے اپنی پینٹ کی پاکٹ میں ہاتھ ڈالتے کہا۔

جس آدمی نے حسام کو پکڑنے کا کہا تھا۔ اس نے اپنے ساتھیوں کے

چہرے کی طرف دیکھا۔

"سالو میرا منہ کیا دیکھ رہے ہو بھاگو یہاں سے۔" اُس آدمی نے کہا

تو یہ سن کر وہ لوگ وہاں سے ایک سیکنڈ سے پہلے بھاگ گئے تھے۔

خاور حیرانگی سے ان کو بھاگتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ وہ بھی یہاں سے

گزر رہا تھا چونکہ یہ راستہ سنسان تھا تو یہاں پر یہ لوگوں کو آسانی

سے لوٹ لیتے تھے۔

"یہ لوگ بھاگ کیوں گئے؟" خاور نے حسام کے پاس آتے حیرانگی

سے پوچھا۔

"تم نے نوٹ نہیں کیا کہ ان کے ہاتھ کپکپا رہے تھے اس کا مطلب

تھا ابھی وہ اس کام میں کچے ہیں اور اُنکو ڈرایا جا سکتا تھا اس لیے میں

نے جھوٹ بولا اور وہاں لوگ بھاگ گئے"۔ حسام نے مسکراتے

ہوئے کہا۔

"تم تو بہت عقل مند ہے۔ میری جان بچانے کے لیے تمھارا

شکریہ۔"

خاور نے خوشی سے حسام کے گلے لگتے کہا۔

حسام نے اس کے کندھے کو تھپتھپایا اور مسکرا پڑا۔

"میرا نام خاور ہے۔۔"

" میرا نام حسام ہے۔ کیا میں تمہیں گھر تک چھوڑ دوں کیونکہ مجھے لگتا ہے کہ تمھاری گاڑی کا ٹائر پنکچر ہو گیا ہے۔"

حسام نے کچھ فاصلے پر کھڑی خاور کی گاڑی کو دیکھتے کہا۔

"ہاں اسی کمبخت کی وجہ سے اُن لوگوں نے مجھے گھیر لیا تھا۔ اور تم نے ایک پٹھان کی جان بچائی ہے شکریہ کے طور پر تمہیں ہمارے گھر گھر تو آنا ہو گا۔"

خاور نے حسام کو دیکھتے کہا۔

"لیکن مجھے آفس جانا ہے میں پھر کبھی آجاؤں گا"۔ حسام نے

گاڑی میں بیٹھتے ہوئے کہا۔

"پھر کبھی نہیں تم کو ابھی آنا پڑے گا۔"

خاور نے کہا تو حسام کو بھی اس کی بات ماننی پڑی۔ کیونکہ اسے بار بار

منع کرنا اچھا نہیں لگ رہا تھا۔

خاور حسام کو اپنے گھر لے آیا تھا۔ اسے خاور کا گھر اچھا لگا تھا جسے

خوبصورتی سے سجایا گیا تھا۔

"خاور تمھارا گھر تو بہت پیارا ہے"۔ حسام نے دل سے تعریف کی

تھی۔

"یہ تو ہمارا بہن کی محنت ہے۔" خاور نے فخریہ انداز میں کہا۔

"تم بیٹھو ہم تمھارے لیے قہوہ لے کر آتا ہے"۔ خاور نے حسام کو

دیکھتے بیٹھتے کا اشارہ کرتے کہا اور کمرے سے باہر چلا گیا۔

حسام نے اپنا موبائل نکالا اور اُس پر کچھ ٹائپ کرنے لگا۔

گل جسے لگا تھا کہ اس کا بھائی آیا ہے بنا سوچے سمجھے کمرے میں

آ گئی۔

کیونکہ ان کے گھر کوئی نہیں آتا تھا۔ ناخاور کا کوئی دوست تھا۔ اس لیے گل کو لگا کہ اس کا بھائی آیا ہے۔

"لالہ ام کو آپ سے بات کرنی ہے۔"

گل نے کمرے میں داخل ہوتے کہا۔ اس کمرے کے دو دروازے تھے اور دوسرے دروازے سے گل اندر آئی تھی۔

"آپ؟" گل نے سامنے حسام کو دیکھتے بے یقینی سے کہا۔ حسام کا بھی کچھ ایسا ہی حال تھا۔

"سر آپ میرے گھر تک پہنچ گیا؟ میرے لالہ کو شکایت لگانے؟

"گل نے اپنی بڑی بڑی آنکھوں سے حسام کو دیکھتے پوچھا۔

جس کے ہونٹوں پر دھیمی سی مسکراہٹ آکر گم ہوئی تھی۔

"ویسے کیا حسین اتفاق ہے۔اب تو مجھے لگتا ہے میری قسمت مجھے

یہاں کھینچ لائی ہے۔"حسام نے گل کو دیکھتے مسکرا کر کہا۔

"سرام تم سے اُس دن کی بدتمیزی کے لیے

معافی مانگتا ہے لیکن تم ابھی یہاں سے جاؤ

لالہ نے بڑی مشکل سے ام کو یونیورسٹی جانے کی اجازت دی

ہے۔۔"گل نے حسام کو دیکھتے فریادی انداز سے کہا۔

"گل میڈم اس وقت تو آپ کمرے سے باہر چلی جائیں اگر آپ

کے بھائی نے آپ کو یہاں دیکھ لیا تو یونیورسٹی تو بعد کی بات ہے کہی

گھر سے ہی نہ نکال دے۔"

حسام نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

گل نے گھور کر اسے دیکھا تھا۔ ہمارا لالہ ایسا نہیں ہے گل نے منہ

بسوڑتے کہا اور وہاں سے چلی گئی۔

اس کے جاتے ہی حسام آرام سے پیچھے صوفے سے ٹیک لگائے بیٹھ

گیا۔

تھوڑی دیر بعد خاور قہوہ لے آیا تھا۔

دونوں نے اپنے بزنس کی باتیں شروع کر دی تھیں۔ حسام خاور

سے کافی متاثر ہوا تھا۔ اور یہ جان کر اسے حیرانی ہوئی تھی کہ خاور

کی دو بڑی فیکٹریز جو ماشاء اللہ سے بہت اچھی چل رہی تھی۔

حسام جب خاور کی باتیں سن رہا تھا تو اسے عالم کی یاد آرہی تھی کہ

کس طرح اس نے سب بہن بھائیوں کو پالا تھا۔ کتنی تکلیف

برداشت کی تھی۔

"خاور اب مجھے چلنا چاہیے۔ کافی ٹائم ہو گیا ہے"۔ حسام نے

کھڑے ہوتے کہا۔

"یہ میرا کارڈ ہے اور میرا موبائل نمبر بھی نوٹ کر لو اب تو ہمارا ملنا

لگا رہے گا۔" حسام نے دروازے کی طرف دیکھتے مسکرا کر کہا

جہاں گل کھڑی تھی۔

"خاور خان نے تم کو اپنا دوست مانا ہے اور ہم پٹھان دوستی بہت

اچھی نبھاتے ہیں۔ ہم کو تم بہت پسند آیا ہے۔"

خاور نے حسام کو دیکھتے مسکرا کر کہا۔

دو گھنٹے باتیں کرتے کیسے گزرے ان کو پتہ ہی نہیں چلا۔

"میں چلتا ہوں۔۔" حسام نے خاور کے گلے ملتے کہا اور وہاں سے

چلا گیا۔

شاید ان کی قسمت میں ملنا لکھا ہوا تھا۔

اس لیے دونوں کا آمنا سامنا ہوا۔

حسام نے کبھی کوئی دوست نہیں بتایا تھا۔ عالم کے ہوتے اسے کسی اور کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی لیکن ناجانے کیوں خاور کی باتوں نے اسے کافی متاثر کیا تھا۔ اور خاور میں اسے اپنے بھائی کی جھلک نظر آئی تھی۔

"تم کہاں رہ گئے تھے ہمیں میٹنگ کے لیے جانا ہے تمہیں یاد نہیں ہے؟" عدیم نے اسفند کو دیکھتے کہا۔

"سوری سر راستے میں ٹریفک بہت زیادہ تھی۔۔" اسفند نے جلدی سے کہا۔

اچھا ٹھیک ہے چلو عدیم نے سنجیدگی سے کہا اور وہاں سے باہر چلا گیا اسفند بھی اس کے پیچھے چل پڑا تھا۔

ان کی میٹنگ ایک ہوٹل میں تھی۔

عدیم کے پہنچتے ہی حسام بھی اپنے گارڈ کے ساتھ پہنچ گیا تھا۔

دونوں آمنے سامنے بیٹھتے ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔

"لگتا ہے مسٹر عدیم میں آپ کو کچھ زیادہ ہی پسند آیا ہوں اس لیے مجھے اتنے غور سے دیکھ رہے ہیں"۔ حسام نے گلاسز اتارتے مسکراتے ہوئے کہا۔

عدیم کے دائیں جانب اسفند کھڑا تھا۔

"میں دیکھ رہا ہوں آج ہم اتنے ٹائم بعد ملے ہیں۔ اور تم زرا بھی نہیں بدلے تو کیا ابھی بھی تم مجھے برباد کرنا چاہتے ہو جیسے پہلے کیا تھا"۔ عدیم نے تھوڑا آگے کو جھکتے ہوئے پوچھا۔

عدیم کی بات پر حسام ہنس پڑا تھا۔

اس نے نظریں اٹھا کر ساتھ کھڑے اسفند کو دیکھا تھا۔ جس نے فوراً نظریں گھمالی تھیں۔ وہ عدیم کو زرا بھی شک نہیں ہونے دینا چاہتا تھا۔

"مسٹر عدیم مجھے آپ نے اتنا نکما سمجھا ہوا ہے؟ اگر مجھے آپ کو برباد کرنا ہوتا تو کب کا کر چکا ہوتا اور میں نے آپ کو پہلے بھی برباد نہیں کیا تھا۔

اپنے باپ کی وجہ سے آپ لوگوں کا کاروبار ڈوبا خیر میں یہاں پرانی

باتیں کرنے نہیں آیا۔ آپ جو بھی سمجھتے ہیں میرے بارے میں

مجھے اس سے فرق نہیں پڑتا۔

تو ہمیں میٹنگ سٹارٹ کرنی چاہیے۔"

حسام نے عدیم کو دیکھتے کہا۔

"میں نے اپنا ارادہ تبدیل کر لیا ہے اب یہ میٹنگ نہیں ہو گی۔ اور

نہ ہی کوئی ڈیل۔۔"

عدیم نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"مسٹر عدیم۔۔" حسام نے کھڑے زور سے ٹیبل پر ہاتھ مارتے کہا۔

اسفند نے بھی پریشانی سے حسام کو دیکھا تھا۔عدیم ابھی بھی پرسکون سا بیٹھا ہوا تھا۔

"اگر آپ کی اس طرح کی حرکتیں رہی تو بہت جلد جس طرح آپ کے باپ نے کمپنی کا اتنا بڑا نقصان کیا ویسے ہی آپ کے ساتھ بھی ہو گا۔

تو اب مجھ سے بچ کر رہیے گا پہلے تو میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں تھا لیکن

اب میں کچھ بھی کر سکتا ہوں۔"

حسام نے سرد لہجے میں عدیم کو دیکھتے کہا اور ایک نظر اسفند پر ڈال

کر وہاں سے چلا گیا۔

عدیم نے زور سے ٹیبل پر مکا دے مارا تھا۔

"چلو یہاں سے۔۔" عدیم نے کھڑے ہوتے غصے سے کہا اور وہاں

سے چلا گیا۔

اسفند بھی اس کے پیچھے چل پڑا تھا۔

حسام سیدھا گھر آیا تھا اور اس وقت وہ بہت غصے میں تھا۔

"کمینہ سمجھتا کیا ہے خود کو۔ ایک تو میرا اتنا ٹائم ضائع کیا۔ اور دوسرا میں اج یونیورسٹی بھی نہیں گیا"۔ حسام نے اپنی ٹائی کو ڈھیلا کرتے صوفے پر بیٹھتے کہا۔

"تمہیں میٹنگ نا ہونے کا دکھ ہے یا یونیورسٹی نہ جانے کا۔؟" عالم

نے کمرے میں داخل ہوتے پوچھا۔

"مجھے کیوں اُس کمینے کے ساتھ میٹنگ نا کرنے کا دکھ ہو گا اُسے تو

میں دیکھ لوں گا۔"

حسام نے منہ میں بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

"تو تمہیں یونیورسٹی نہ جانے کا غم ہے؟"

"وہاں ایسا کیا ہے جو تم کچھ ہی دنوں میں وہاں جانے کے لیے

بے چین ہو رہے ہو؟" عالم نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"بہت خوبصورت وجہ مل گئی ہے یونیورسٹی جانے کی۔۔"حسام نے مسکراہٹ دباتے عالم کو دیکھتے کہا۔

تو لڑکی کا معاملہ ہے۔عالم نے مڑ کر لہجے میں مصنوعی حیرانگی لیے پوچھا۔

"اب ایسی بھی بات نہیں ہے۔بچوں کے فیوچر کا سوال ہے اگر ٹیچر ہی چھٹیاں کرے گا تو سٹوڈنٹس پر کیسا اثر پڑے گا۔۔"

حسام نے اردگرد دیکھتے ہوئے کہا۔

"بہت اچھا لا جک ہے۔ اب جاؤ آرام کرو۔ مجھے ایک ضروری کام سے جانا ہے"۔ عالم نے سنجیدگی سے کہا۔

"تم کہاں جا رہے ہو"؟ حسام نے پوچھا۔

تو عالم نے ایک آبرو اچکاتے اس کی طرف دیکھا۔

"اچھا ٹھیک ہے نہیں کچھ پوچھتا۔ اگر پوچھ بھی لیا تو تم نے کون سا بتا دینا ہے۔" جاؤ تم حسام نے کندھے اچکاتے کہا۔

عالم نے اسے کھا جانے والی نظروں سے گھورا تھا۔

"تم واحد انسان ہو جس کی فضول گوئی میں خوشی برداشت

کرتا ہوں ورنہ تمھاری جگہ کوئی اور ہوتا تو کب کا اپنی آخری سانس

لے رہا ہوتا۔"

عالم نے ٹھنڈے لہجے میں کہا۔

"جانتا ہوں اب اس لہجے میں بات کر کے مجھے ڈرانے کی کوشش

مت کرو کیونکہ میں تو تم سے ہرگز نہیں ڈرنے والا۔۔" حسام کہتے

وہاں سے ایک سیکنڈ سے پہلے غائب ہوا تھا۔

عالم نے نفی میں سر ہلایا، ایک یہی شخص تھا جو اس سے ڈرتا نہیں تھا۔

"کیا ہوا گل تم پریشان لگ رہی ہو؟" کنزل نے گل کو دیکھتے پوچھا۔ جو آج کچھ کھا بھی نہیں رہی تھی۔

"کنزل ام نے ناجو نیا سر آیا ناں اُس کے ساتھ بد تمیزی سے بات کی تھی۔ اور وہ ہمارے گھر تک پہنچ گیا لالہ سے بات کرنے

پتہ نہیں اُس نے لالہ سے کیا بات کی اگر لالہ نے مار ایونیورسٹی آنا بند کر دیا تو؟"

گل نے پریشانی سے کہا۔

"تم سر حسام کی بات کر رہی ہو؟ اور تم نے اُن سے بدتمیزی کب کی؟ وہ تمھارے گھر کب آئے اور کیوں؟" کنزل نے ایک ہی سانس میں اتنی سوال پوچھ ڈالے۔

"کنزل مارا دماغ پہلے سے خراب ہے تم ایک ایک کر کے سوال پوچھ سکتا ہے۔"

گل نے معصومیت سے کہا۔

کنزل اس کی شکل دیکھ کر ہنس پڑی تھی۔

"گل تم پریشان مت ہو مجھے نہیں معلوم تم نے سر سے کیا بات کی

لیکن وہ تمہارے گھر تمہاری شکایت لگانے تو نہیں جائے گئے

ناں۔۔

اس لیے تم پریشان مت ہو اور آج ویسے بھی حسام سر نہیں

آئے"۔ کنزل نے اسے دیکھتے کہا۔

"کیا سچ میں؟" گل نے خوشی سے پوچھا۔

"ہاں وہ نظر تو نہیں آئے اور ایک لڑکی کو میں نے بات کرتے سنا تھا وہ بھی یہی کہہ رہی تھی کہ آج حسام سر نہیں آئے"۔

کنزل نے گل کو دیکھتے کہا۔

"یہ تو اچھا ہو گیا۔۔"گل نے خوشی سے کہا۔

"چلو آج کچھ کھا لیتے ہیں"۔گل نے کھڑے ہوتے کہا تو کنزل بھی مسکرا کر اس کے ساتھ چل پڑی۔

وجاہت نے پھر اس سے بات نہیں کی تھی۔وہ خاموشی کے ساتھ وجاہت کا لیکچر لیتی تھی نا جانے کیوں لیکن اسے وجاہت کی

نظروں سے خوف محسوس ہوتا تھا اس لیے کوشش کرتی تھی کہ اس کے سامنے نہ آئے۔

یہ لڑکی کون ہے؟ احمد نے اپنے دوست کو دیکھتے پوچھا۔

"یہ تمہیں نہیں معلوم؟" احمد کے دوست زوہیب نے اسے دیکھتے حیرانگی سے پوچھا۔

"نہیں تو جانتا ہے اسے؟" احمد نے حیرانگی سے پوچھا۔

"میں نے ایک بار اسے زبیر کے ساتھ دیکھا تھا یہ اُس کی بہن

ہے۔تو نے کبھی نہیں دیکھا اسے زبیر تو تیرا جگری یار ہے۔۔اور تو

نے زبیر کی بہن کو ہی نہیں دیکھا۔"زوہیب نے لہجے میں حیرانگی

لیے کہا۔جبکہ لہجے سے ہوس ٹپک رہی تھی۔

"واہ زبیر کی بہن تو کمال کی ہے۔"احمد نے کمینگی سے کہا۔

"ہاں آئٹم ہے پوری۔۔اور اس آئٹم کو حاصل کرنے کا مزہ بھی

الگ ہو گا۔۔"زوہیب نے بھی سدرہ کو دیکھتے کہا۔

"تو پھر اس سے دوستی کرنا تو بنتی ہے نا ہو سکتا ہے کوئی چانس ہی بن

جائے"

۔احمد نے ایک آنکھ دباتے بے باکی سے کہا۔زوہیب اس کی بات کا

مطلب سمجھ کر ہنس پڑا تھا۔

سدرہ موبائل پر نظریں جمائے چل رہی تھی جب احمد نے آگے

بڑھ کر اس کو بازو سے پکڑ کر روکا۔

سدرہ نے نظریں اوپر کیے احمد اور زوہیب کو دیکھا۔

"سامنے درخت ہے۔ دو سیکنڈ کی دیری تھی، اور ایک قدم کا فاصلہ،۔۔"

احمد نے درخت کی طرف اشارہ کرتے کہا جس پر سدرہ کی نظر پڑی تھی۔

"اوہ شکریہ۔۔" سدرہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔ لیکن اس نے احمد کی طرف دیکھا جس کی سبز آنکھوں نے سدرہ کو مسکرانے پر مجبور کر دیا تھا۔

"میں نے آپ کو کہیں دیکھا ہے"۔ سدرہ نے احمد کو دیکھتے کہا۔

"میں زبیر کا دوست ہوں۔ یقیناً آپ اُس کی بہن ہے میں اُس کے

ساتھ آپ کو مارکیٹ میں دیکھ چکا ہوں۔" احمد نے مسکراتے

ہوئے کہا۔

"یہ کتنا پیارا ہے"۔ سدرہ نے احمد کو دیکھتے کہا۔

"اچھا آپ دونوں سے مل کر اچھا لگا۔" سدرہ

نے مسکراتے ہوئے کہا۔ .

"اب تو ہمارا ملنا لگا رہے گا ایک ہی یونیورسٹی میں پڑھتے ہیں تو آمنا

سامنا تو ہوتا رہے گا۔"

زوہیب نے سدرہ کو گہری نظروں سے دیکھتے کہا۔

"اور میرا نام زوہیب ہے"۔زوہیب نے اپنا ہاتھ سدرہ کی طرف

بڑھاتے ہوئے اپنا تعارف کروایا۔

"میرا نام سدرہ ہے۔۔"سدرہ نے بھی خوش دلی سے زوہیب کا

ہاتھ تھامتے ہوئے کہا۔اس کے بعد احمد نے اپنا تعارف کروایا تھا۔

"اب میں چلتی ہوں"۔سدرہ نے مسکرا کر کہا اور وہاں سے چلی

گئی۔

"یہ لڑکی جلدی پھنس جائے گی"۔احمد نے ہنستے ہوئے کہا۔

"زبیر کی بہن ہے۔۔"زوہیب نے اسے یاد دلاتے کہا۔

"تو؟زبیر کیا شریف انسان ہے؟وہ بھی تو اتنی لڑکیوں کی زندگی

خراب کر چکا ہے۔اگر ہم اس کی بہن کے ساتھ کچھ کر لے گے تو

کیا ہو جائے گا اور ویسے بھی وہ کمینہ خود کو کوئی ٹاپ چیز سمجھتا ہے

ساری اکڑ میں اُس کی نکال دوں گا۔"

احمد نے سرد لہجے میں کہا۔

"یہ بھی ٹھیک ہے۔"

زوہیب نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ تو احمد بھی اس کی بات سن کر ہنس پڑا تھا۔

احمد اور زوہیب دونوں زبیر کے دوست تھے لیکن وہ ان دونوں کو کسی گنتی میں شمار نہیں کرتا تھا۔ دونوں کی بے عزتی کرنے میں وقت نہیں لیتا تھا۔

اور اب ان کے ہاتھ زبیر کی بہن آئی تھی تو کیسے اسے جانے دیتے۔

"بابا آپ؟" کنزل باہر آئی تو مظفر کو بائیک کے پاس کھڑا دیکھ کر مسکرا کر پوچھا۔

"جی بیٹا جی میں نے سوچا آج میں اپنی بیٹی کو یونیورسٹی سے لے آؤں۔" مظفر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اور رنم کو پتہ چلا تو اُس نے ناراض ہو جانا وہ پہلے ہی کہتی ہے کہ بابا کنزل سے زیادہ محبت کرتے ہیں"۔

کنزل نے مسکراہٹ دباتے کہا۔

"اس کا کالج تو گھر کے پاس ہی ہے تمھاری یونیورسٹی دور

ہے"۔ ابھی مظفر بات ہی کر رہا تھا جب گل یہاں آئی۔

"کنزل تم ابھی تک گیا نہیں؟" گل نے اس کے پاس آتے پوچھا۔

"گل یہ میرے بابا ہیں"۔ کنزل نے مظفر کو دیکھتے اس کا تعارف

کروایا۔

"اسلام علیکم انکل میرا نام گل ہے اور ام آپ کی بیٹی کی سہیلی

ہے"۔ گل نے خوشی سے مظفر کو دیکھتے کہا۔ جنہوں نے خوش دلی

سے سلام کا جواب دیا تھا۔

"ٹھیک ہے کنزل اب ام چلتا ہے ہمارے لالہ آگیا ہے۔"

گل نے کنزل کو دیکھتے کہا اور وہاں سے چلی گئی۔

" چلیں بابا۔۔"کنزل نے گل کے جانے کے بعد اپنے باپ کو دیکھتے

کہا۔ جنہوں نے بائیک سٹارٹ کر دی تھی۔

دور سے کوئی بہت غور سے ان کو دیکھ رہا تھا۔

کنزل کے جاتے ہی وہ بھی وہاں سے چلا گیا۔

دن گزرتے جا رہے تھے۔ حسام کی دوستی خاور سے گہری ہو گئی

تھی۔

گل کا سامنا بہت بار حسام سے ہوا تھا لیکن وہ خاموش تھا۔ یا یہ

طوفان کے آنے سے پہلے کی خاموشی تھی۔

گل نے خود بھی اس سے دوبارہ بات کرنے کی کوشش نہیں تھی وہ

خوش تھی کہ حسام اسے اگنور کر رہا ہے لیکن ایسا نہیں تھا۔

شائستہ بھی اپنے شوہر اور دونوں بیٹیوں کے ساتھ خوش تھی۔

لیکن یہ خوشی بھی چند دن کی مہمان تھی۔

سدرہ زوہیب اور احمد پر اعتبار کرنے لگی تھی وہ جب یونی میں ہوتی تو دونوں کے ساتھ ہی پائی جاتی تھی۔ کنزل نے اسے کافی بار دونوں کے ساتھ دیکھا تھا لیکن اس نے اگنور کیا۔

ایک دن عدیم سدرہ کو لینے یونیورسٹی آیا اور گاڑی کے باہر کھڑا تھا۔ جب اس کی نظر باہر آتی کنزل پر پڑی اسے دیکھتے ہی اسکے چہرے پر مسکراہٹ آئی۔

"بات سنو۔۔"اس نے بے اختیاری میں کنزل کو پکارا۔

"جی؟؟"اس نے ابرواچکائے حیرانگی سے پوچھا۔

"میں تم سے تنہائی میں کچھ بات کرنا چاہتا ہوں۔۔"

"یہاں تنہائی ہی ہے،۔۔ ہم دونوں کے درمیان کوئی تیسرا موجود نہیں ہے۔۔"

کنزل نے پر اعتمادی سے کہا۔

"تمہیں اردگرد لوگ نظر نہیں آرہے یا انجان بن رہی ہو۔۔"

عدیم کو اس کے جواب پر غصہ ہی آیا۔۔

"مسٹر دو نا محرم لوگوں کا تنہائی میں بات کرنے کا مطلب شیطان کو

خوش کرنا ہے، اور اپنی عزت کو بنا سوچے سمجھے برباد کرنا۔۔"

عدیم نے یکلخت اسے بازو سے جکڑا اور ایک جانب کیا۔۔

کنزل تو ایک دم بوکھلا گئی تھی اس نے حیرانگی سے عدیم کی طرف

دیکھا۔

"یہ کیا حرکت کی ہے آپ نے ہاتھ چھوڑیں میرا۔۔"

کنزل نے اپنے ہاتھ کی طرف اشارہ کرتے سرد لہجے میں عدیم کو

دیکھتے کہا۔

"اتنا حق تو میں بھی تم پر رکھتا ہوں کزن جو ہو میری۔۔اور تنہائی

میں ہم دونوں پاس آجائیں تو کوئی مسلہ نہیں ہے۔۔"

عدیم نے مسکراتے ہوئے کہا۔۔

کنزل کا چہرہ سرخ ہوا۔

"کیا مقصد ہے آپ کا ان باتوں سے ؟؟" وہ خونخوار انداز میں

بولی۔

" چھوٹی بچی نہیں ہو۔۔ کہ مطلب سمجھاؤں۔ "اس نے کنزل کے

چہرے کو چھوا۔۔اس سے پہلے وہ حد پار کرتا، کنزل نے زور دار

تھپڑ اس کے منہ پر مارا۔

عدیم نے خونخوار نظروں سے کنزل کو دیکھا۔

"تمہاری اتنی جرات۔۔۔" وہ اپنے طیش پر قابو نہیں رکھ پایا اور

بالوں سے جکڑے اسے پاس کیا۔۔

کنزل سہمی ہرنی کی مانند اس کے قریب ہوئی۔۔عدیم نے سرخ

انگارہ ہوتی آنکھوں سے اس کا چہرہ دیکھتا رہا۔۔پل بھر میں اسے

اپنی گرفت سے آزاد کر کے، اس نے اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرا

اور اپنا غصہ ضبط کرنا چاہا۔

" تم نے یہ اچھا نہیں کیا کنزل۔۔۔بالکل بھی اچھا نہیں کیا" وہ

بڑبڑایا تھا۔

"آپ کو بھی اپنی حرکتوں پر غور کرنا چاہیے۔میں آپ کی کزن ہوں۔۔اور کزنز پر گندی نظر کبھی بھی نہیں رکھنی چاہیے۔۔۔"

کنزل نے غصے سے کہا۔سر میں الگ ٹیسیں اٹھتی محسوس ہو رہی تھی۔۔

"بہت پچھتاؤ گی۔یاد رکھنا میری بات۔۔اتنا کہ تمہیں موت کے علاوہ کوئی راستہ نظر نہیں آئے گا۔۔۔"

عدیم نے اسے سرخ آنکھوں سے گھورتے ہوئے کہا۔

اور وہاں سے چلا گیا۔

اس کے جاتے ہی کنزل نے ارد گرد دیکھا لیکن کوئی بھی ان کی
طرف نہیں دیکھ رہا تھا۔ اس نے گہرا سانس لیتے خود کو ریلیکس کیا
اور اپنی چادر ٹھیک کیا۔

آج حسام کا یونیورسٹی میں آخری دن تھا۔ جس سر کی جگہ وہ پڑھا رہا
تھا وہ واپس آ گئے تھے۔ حسام اپنے آفس میں بیٹھا ہوا تھا۔
اس نے گل کو اپنے آفس میں بلایا تھا۔

گل نے دروازہ ناک کیا اور اندر آئی۔

جب اس نے سنا کہ حسام سر اسے بلا رہے ہیں۔ اسکے چہرے پر خوف کا سایہ سا آ کر گزرا تھا۔ آج کنزل بھی یونیورسٹی نہیں آئی تھی۔

حسام نے گل کو دیکھا اور اپنی جگہ سے کھڑے ہوتے چلتا ہوا اس کے پاس آیا۔

"گل میڈم آج میرا یونیورسٹی میں آخری دن ہے اور تمھارے لالہ سے بھی میری بہت اچھی دوستی ہو چکی ہے تو میں سوچ رہا ہوں

کیوں نا اُسے اپنا سالہ بنا لوں تم کیا کہتی ہو؟" حسام نے سینے پر ہاتھ باندھتے سنجیدگی سے پوچھا۔

"تم کو جو کرنا ہے کروام سے کیوں پوچھ رہے ہو؟" گل نے کندھے اچکاتے منہ بسوڑتے کہا اسے حسام کی بات سمجھ میں نہیں آئی تھی۔

"گل میڈم خاور میرا سالہ بنے گا تو آپ میری بیوی بنے گی۔" حسام نے مسکراہٹ دباتے کہا۔

"استغفر اللہ کیسی باتیں کرتا ہے تم ام کیوں تمھارا بیوی بنے گا؟

تم کو شرم آنی چاہیے ام سے ایسی باتیں کرتے۔۔" گل نے حسام کو

گھورتے ہوئے کہا۔

"کچھ دنوں کے لیے میں ملک سے باہر جا رہا ہوں واپس آتے ہی

تمھارے لالہ سے تمھارا ہاتھ مانگوں گا اور خبردار تم نے اگر کوئی

ہوشیاری کی کیونکہ تمھارا شادی ہمارے ساتھ ہی ہو گا۔"

حسام نے آخری لائن گل کے انداز میں کہی۔ جس نے بلیک کلر کی گھیرے والی فراک ساتھ بلیک کلر کی کیپری پہنی ہوئی تھی بڑی سی کالی چادر میں اس کا سفید رنگ کھل رہا تھا۔

اس کا پورا جائزہ لینے کے بعد حسام نے اسے جانے کا کہا۔

"تم خود کو سمجھتا کیا ہے"۔ گل نے دانت پیستے پوچھا۔

"پاس آکر بتاؤں یا دور سے؟" حسام نے ایک آبرو اچکاتے پوچھا۔

"بے شرم انسان۔۔" گل نے منہ میں بڑبڑاتے ہوئے کہا اور وہاں سے چلی گئی۔

اب اسے پتہ چلا تھا کہ حسام کیوں خاموش تھا. وہ اس سے شادی

کرنے کا سوچ رہا تھا۔ اور اسے اب یہ لگ رہا تھا کہ حسام نے اس

کے لالہ سے اسی لیے دوستی کی ہو گی۔

حسام کا ارادہ واپس آ کر عالم سے بات کرنے کا تھا وہ گل کو پسند

کرنے لگا تھا اور چاہتا تھا کہ جلد از جلد اس کا گل سے نکاح ہو

جائے .

لیکن اسے ملک سے باہر جانا تھا۔ تو اس نے سوچا واپس آ کر بات

کرے گا۔

کیونکہ وہ ان چکروں میں نہیں پڑنا چاہتا تھا پہلے لڑکی کے پیچھے

بھاگے اور اپنا وقت ضائع کرے پھر اُس سے شادی کرے جو اُسے

پسند آئی وہ اُس سے نکاح کرنا چاہتا تھا۔

لیکن وہ نہیں جانتا تھا کہ واپس آکر بہت کچھ بدلنے والا تھا۔

"کیا ہوا آج تم اتنے غصے میں کیوں ہو؟" عدیم اپنے فلیٹ پر اپنے

دوستوں کے ساتھ بیٹھا شراب پی رہا تھا۔ لیکن اس کے چہرے پر

چھائی سنجیدگی کو دیکھتے اس کے دوست نے پوچھا۔

"اس لڑکی نے مجھ پر ہاتھ اٹھایا۔ مجھ پر۔ اسکی اتنی جرات بڑھی تو بڑھی کیسے ؟؟"

عدیم نے شراب کا گلاس لبوں سے لگاتے ہوئے غصے سے کہا۔

"کس کی بات کر رہے ہو؟ کس نے ہاتھ اٹھایا؟ "

اس کے دوست نے حیرانگی سے پوچھا۔

"مجھے کچھ لوگ چاہیے۔ ایک لڑکی کو اغوا کروانا ہے"۔ عدیم نے اس کی بات کو اگنور کرتے کہا۔

"تمھارا وہ آدمی کہاں ہیں؟ کیا نام ہے اُس کا؟ ہاں اسفند تم تو اُس پر

سب سے زیادہ بھروسہ کرتے ہو تو اُس سے یہ کام کروالو۔"

اس کے دوست نے سنجیدگی سے کہا۔

"نہیں اس کے بارے میں اُسے پتہ نہیں چلنا چاہیے وہ تھوڑی الگ

عادت کا ہے۔"

"مجھے کل تک کچھ آدمی چاہیے جو میرا کام کر سکیں اور جتنے پیسے وہ

مانگے گے میں دینے کو تیار ہوں۔:

عدیم نے سرد لہجے میں کہا اور وہاں سے اُٹھ کر چلا گیا۔

اس کے دوست حیرانگی سے اسے دیکھے رہے تھے۔

اگلے دن اس کے کہے کے مطابق اسکے دوست نے کچھ آدمی عدیم

کے پاس بھیج دیے تھے۔

"اس بارے میں کسی کو پتہ نہیں چلنا چاہیے۔ تم لوگوں کو جتنا پیسہ

چاہیے مل جائے گا۔ لیکن لڑکی کو کچھ نہیں ہونا چاہیے ورنہ میں تم

لوگوں کو نہیں چھوڑوں گا۔"

عدیم نے سامنے کھڑے کالے سے آدمی کو دیکھتے کہا۔

"ہمیں پیسوں سے مطلب ہے اگر وہ ہمیں مل رہا ہے تو ٹھیک اگر

وہ نہ ملے تو پھر ہم اپنی مرضی کرتے ہیں اس لیے آپ بے فکر

رہیں آپ کا کام ہو جائے گا۔"

اُس آدمی نے عدیم کو دیکھتے کہا۔

"ٹھیک ہے آدھے پیسے اور تصویر اس بیگ میں ہے اور آدھا پیسہ

کام ہونے کے بعد مل جائے گا۔:

عدیم نے بیگ کو اُس آدمی کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

اُس آدمی نے بیگ کو پکڑا اور وہاں سے چلا گیا۔

"ڈئیر کزن تمہیں میں اپنے سامنے گڑ گڑ اتا ہوا دیکھنا چاہتا ہوں۔

کزنز پر گندی نہیں پوری نظر رکھنی چاہیے۔اج میں اسی نظر کا

جواب تمہیں اچھے سے دوں گا۔۔ تمھاری پوری زندگی میں نے

عذاب نا بنادی تو میرا نام بدل دینا۔"

عدیم نے اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرتے سرد لہجے میں کہا۔

جہاں پر کنزل نے تھپڑ مارا تھا۔

"تھینک یو سو مچ تم میرے کہنے پر میرے ساتھ آئی"۔احمد نے

سدرہ کو دیکھتے کہا جو اس کے ساتھ مال میں شاپنگ کرنے آئی

تھی۔

"میں اپنی مرضی سے آئی ہوں اور مجھے بھی آج شاپنگ کے لیے

نکلنا تھا تو تمھارے کہنے پر میں نہیں آئی۔۔"سدرہ آ نے اترا کر

کہا۔

"آئی تو میرے ساتھ ہو نا چاہے جو بھی وجہ رہی ہو۔"

احمد نے اس کا ہاتھ پکڑتے محبت بھرے لہجے میں کہا۔

اسفند جو یہاں اپنی تھوڑی بہت شاپنگ کرنے آیا تھا اس نے سدرہ کو کسی لڑکے کے ساتھ دیکھا تو اس کے چہرے پر پہلے حیرانگی اور پھر مسکراہٹ آگئی۔

اس نے اپنا موبائل نکالا اور دونوں کی کچھ تصاویر لی۔ ذہن میں الگ سوچوں کی پرچھائی تھی۔

مال کی شاپ سے نکلتے اس کی نظر ایک ڈریس پر پڑی جو بلیک کلر ک لانگ فراک تھا۔

"یہ ڈریس تم پر بہت سوٹ کرے گا۔"

اسفند نے رنم کا چہرہ نظروں کے سامنے لاتے مسکرا کر کہا۔ اور

اُس شاپ کی طرف چلا گیا۔

اس نے وہ سوٹ لیا اور مال سے وہ باہر نکل آیا۔ اس نے گلاسز لگائی

اور وہاں سے جانے لگا جب اس کی اچانک نظر رنم اور اس کے

ساتھ دو لڑکیوں پر پڑی۔

جنہوں نے کالج کا ڈریس پہنا ہوا تھا۔

"ابھی تو اسے کالج ہونا چاہیے اور یہ اپنی دوستوں کے ساتھ

آئسکریم کھا رہی ہے۔"

اسفند نے آج اسے پہلی بار مسکراتے ہوئے دیکھا تھا۔ اور اسے یہ

بات ماننی پڑی تھی کہ رنم کی مسکراہٹ بہت خوبصورت ہے۔

یا اسے لگ رہی تھی۔ ابھی کھڑا وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا جب اس کا

موبائل رنگ ہوا۔

عدیم کی کال تھی۔

"پھر کسی دن تم سے ملوں گا۔مائی فیوچر وائف۔۔" اسفند نے

مسکراتے ہوئے کہااور کال اٹینڈ کرتے وہاں سے چلا گیا۔

رنم کو ایسالگا جیسے اسے کوئی دیکھ رہا ہے اس نے جب ارد گرد دیکھا

تو وہاں پر کوئی نہیں تھا۔

اس نے کندھے اچکائے اور دوبارہ آئسکریم کھانے لگی۔

ان میں سے ایک دوست کی برتھ ڈے تھی تو اُس نے ان کو ٹریٹ

دی تھی تو کھانے کے بعد وہ یہاں آئسکریم کھانے آئی تھیں۔

"کیا ہوا بیٹا؟" شائستہ نے کنزل کے پاس بیٹھتے ہوئے پوچھا۔ جو اس کو تھوڑی پریشان لگی تھی وہ عدیم کو مارے گئے تھپڑ کے بارے میں سوچ رہی تھی اسے لگ رہا تھا کہ اسے تھپڑ نہیں مارنا چاہیے تھا۔

"کچھ نہیں امی میں سوچ رہی ہوں آج کھانا رنم نے بنایا ہے تو کیا وہ کھانے کے قابل ہو گا"؟ کنزل نے اپنے دماغ کو فضول سوچوں سے جھٹکتے ہوئے کہا۔

شائستہ اس کی بات سن کر ہنس پڑی تھی۔

"خبردار اگر میری بیٹی کی کوکنگ کو لے کر کسی نے سوال اٹھایا تو وہ بہت اچھا کھانا بناتی ہے"۔ مظفر نے کمرے میں داخل ہوتے فخریہ انداز میں کہا ساتھ رنم بھی تھی۔

جس نے گردن اکڑا کر داد وصول کی تھی۔

"بابا وہ تو کھانے کے بعد پتہ چلے گا نا۔۔" کنزل نے شرارتی لہجے میں کہا۔

"میں تم سے تو اچھا ہی کھانا بناتی ہوں بس روٹی تھوڑی جل جاتی ہے اور سالن کا اگر مجھے امی بتا دیں کتنی مرچ اور نمک ڈالنا ہے تو میں اچھا کھانا بنا لیتی ہوں۔"

رنم نے مسکراہٹ دباتے کہا۔

تینوں اس کی بات سن کر ہنس پڑے تھے۔

"چلو رنم جلدی سے کھانا لگا دو بہت بھوک لگی ہے۔" مظفر نے رنم کو دیکھتے کہا۔

"جی بابا میں لگاتی ہوں۔۔" رنم کہتے ہی باہر چلی گئی۔

چاروں نے مل کر کھانا کھایا۔

کھانے کے دوران بھی وہ عدیم کے بارے میں سوچتی رہی۔ لیکن چہرے پر فکر کی پرچھائی کا شائبہ بھی نہیں تھا، اپنی فیملی کو وہ زرا بھی تکلیف دینے کی متحمل نہیں ہو سکتی تھی۔

اگلے دن کنزل خود یونیورسٹی گئی تھی۔

رنم کو چھوڑنے اس کا باپ گیا تھا۔

کنزل بس سے باہر نکلی اس نے ابھی کچھ قدموں کا ہی فاصلہ طے کیا تھا۔جب کسی نے پیچھے سے آکر اس کے منہ پر رومال رکھا۔کنزل نے ہاتھ پیر چلائے لیکن رومال پر لگی بے ہوش کی دوائی نے اسے بے ہوش کر دیا۔

آنکھوں کے سامنے اندھیرا سا چھا گیا تھا۔اسکے بعد اسے یاد نہیں کہ اس کے ساتھ کیا ہوا۔

گل کنزل کا انتظار کر رہی تھی لیکن وہ یونیورسٹی نہیں آئی اُس نے اسے کہا تھا کہ وہ آج ضرور آئے گی گل نے اسے کال کی لیکن اُسکا نمبر بند جا رہا تھا۔

"ایک تو اس لڑکی کا ام کو پتہ نہیں چلتا"۔ گل نے منہ میں بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

اور اپنی کلاس کی طرف چلی گئی۔

وجاہت نے بھی نوٹ کیا تھا کہ دو دن سے کنزل یونیورسٹی نہیں آرہی۔ لیکن پھر اس نے اگنور کیا۔

گل لیکچر لینے کے بعد باہر آئی تو اسے سدرہ نظر آئی۔ جو احمد اور

زوہیب کے ساتھ کھڑی باتیں کر رہی تھی۔

پہلے گل نے سوچا کہ وہ اس سے کنزل کے بارے میں پوچھ لے پھر

خود ہی اپنی سوچ کو جھٹکتے ہوئے وہاں سے جانے لگی جب سدرہ

اسے آواز دے کر روک چکی تھی۔

کیونکہ وہ گل کو خود کو گھورتے دیکھ چکی تھی۔

"تم مجھے گھور کیوں رہی ہو؟" سدرہ نے دانت پیستے گل کو دیکھتے

پوچھا۔

"میری آنکھیں میری مرضی ام جس مرضی کو دیکھے یا گھورے تم کو کیا تکلیف ہے"؟ گل نے سدرہ کو گھورتے ہوئے کہا تو زوہیب کے چہرے پر مسکراہٹ آ گئی تھی احمد نے اسے آنکھیں دکھا کر ہنسنے سے روکا۔

گل یہ کہتے ہی وہاں سے چلی گئی۔ سدرہ نے غصے سے پیچھے مڑ کر دیکھتا جہاں دونوں اپنے موبائل پر لگے ہوئے تھے۔

سدرہ نے زور سے پیر کو پٹخا اور وہاں سے چلی گئی۔ زوہیب اور احمد بھی ہنس کر اس کے پیچھے چل پڑے تھے۔

کنزل کی آنکھ خود پر پڑتے پانی کی وجہ سے کھلی جو ہڑبڑا کر اُٹھ بیٹھی تھی۔

پہلے تو اسے سمجھ نہیں آیا لیکن جیسے ہی اسے یاد آیا تو اس کے چہرے پر خوف کا سایہ لہرایا تھا۔

اس نے نظریں اٹھا کر سامنے دیکھا جہاں عدیم چہرے پر مسکراہٹ لیے کھڑا ہوا تھا۔

عدیم کو سامنے دیکھ کر کنزل کی جان حلق میں اٹکی۔

وہ خوف سے پیچھے کھسکی تھی۔۔

"مم مجھے یہاں کیوں لائے ہیں آپ؟"

کنزل نے عدیم

کو دیکھتے گھبرائے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"تمہیں کیا لگتا ہے میں تمہیں یہاں کیوں لایا ہوں؟" عدیم نے

کنزل کے پاس بیٹھتے پر سرار لہجے میں پوچھا۔

کنزل فوراً اس سے پیچھے ہونے لگی تھی جب عدیم نے اسے بازو سے پکڑ کر خود کے قریب کیا۔ خبر دار اگر تم نے مجھ سے پیچھے ہونے کی کوشش کی عدیم نے اپنا چہرہ کنزل کے چہرے کے قریب کرتے سرد لہجے میں کہا۔

"میں جو چاہتا ہوں وہ سب کرنے کے لیے تم پیار سے تو مانو گی نہیں اس لیے مجھے زبردستی ہی کرنی پڑے گی۔"

عدیم نے کنزل کی خوف سے پھیلی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"کیا چاہیے آپ کو؟" کنزل نے کپکپاتے لہجے میں پوچھا۔

"صرف ایک رات یا کچھ گھنٹے بھی چلے گے۔" عدیم نے مسکراتے

ہوئے کہا۔

" آپ کا دماغ تو ٹھیک ہے شرم آنی چاہیے آپ کو ایسی بات کرتے

ہوئے"۔

کنزل نے عدیم سے پیچھے ہوتے چیخ کر کہا اور اپنی جگہ سے اٹھ کر

دروازے کی طرف بھاگی۔

عدیم نے اسے جا کر بازو سے پکڑ کر اس کا رخ اپنی طرف کیا۔

"میری نرمی کا ناجائز فائدہ مت اٹھاؤ کنزل

میں بہت گھٹیا انسان ہوں اور مجھے یہ سب کرتے ہوئے بلکل

افسوس نہیں ہو گا۔

کیونکہ میں بہت برا انسان ہوں اور تم نے مجھے تھپڑ مار کر میرے

اندر کے برے انسان کو باہر لائی ہو۔ اور ویسے بھی آگر تم تھپڑ نہ

بھی مارتی تو بھی میں یہ سب کرتا کیونکہ تمھارے جیسی خوبصورت

کزن ہو اور میں اس چیز کا فائدہ نہ اٹھاؤں تو ایسا ہو ہی نہیں سکتا۔"

عدیم نے گہرے لہجے میں کنزل کے ہونٹوں پر جھکتے کہا۔ جس نے

زور سے عدیم کو پیچھے دھکا دیا تھا۔

"پلیز مجھے جانے دیں۔یہ سب غلط۔۔۔۔"

کنزل نے ہاتھ جوڑتے عدیم کے سامنے گڑ گڑاتے ہوئے کہا۔

"اب ان سب چیزوں کو کوئی فائدہ نہیں اور میرا یقین کرو کسی کو

بھی اس بات کا پتہ نہیں چلے گا۔"

عدیم نے بہکے ہوئے لہجے میں کنزل کے قریب جاتے اس کی

گردن پر لب رکھ دیے۔کنزل ایک دم تڑپ گئی تھی۔

وجود میں چیونٹیاں رینگنے لگی۔

"پلیز۔۔بخش دیں۔۔مجھے۔۔۔میں تھپڑ کی معافی مانگتی

ہوں۔۔پلیز۔۔"

اس کے غلیظ حصار میں وہ مچھلی کی طرح تڑپ رہی تھی۔۔

"کم آن کنزل۔۔۔انجوائے کرو۔۔۔"عدیم نے مزید گستاخی

کی۔۔کنزل نے پوری قوت سے اسے دور دھکیلا۔۔اور اپنی

گردن بری طرح رگڑی۔۔جو سرخ ہو چکی تھی۔

"کنزل۔۔۔"عدیم نے چہرے پر وحشت لیے سخت لہجے میں کہا۔

"رحم کرو۔۔پلیز۔۔مم میں معافی مانگتی ہوں۔۔"کنزل گڑگڑائی تھی۔

"کیاتم مجھے بے وقوف سمجھتی ہو۔۔۔؟"اس کے قریب آتے بالوں سے جکڑے کنزل کا چہرہ بلند کیا۔سانولے چہرے پر آنسوؤں کی لکیر تھی،۔جبکہ لب کپکپارہے تھے۔۔

"تمہارے اس حسن نے مجھے پاگل کر دیا ہے۔تم توخوبصورت بھی اتنی نہیں ہو۔۔پھر کیوں میں تمہاری طرف اتنامتوجہ ہو گیا۔۔"

سانسوں کی تپش کنزل کے چہرے کو جھلسا رہی تھی۔

"پلیز۔۔۔رحم کرو۔۔۔"سسکتے ہوئے اس کے لبوں پر ایک ہی فریاد تھی۔

"رحم ہی تو نہیں کرنا چاہتا۔۔تمہارے اس حسن کو آج میں پوری طرح سراہنا چاہتا ہوں۔۔"وہ کہتا ہوا لبوں پر جھکنے لگا۔۔کنزل نے رخ موڑا تھا۔۔

عدیم نے بالوں کو جھٹکا دیا۔ تو کنزل کو لگا بال جڑ سے اکھڑ جائیں

گے۔۔

"تمہاری مزاحمت تمہیں موت کے دہانے پر لائے گی۔۔ چپ

چاپ میری بات مان لو۔۔ یقین کرو تمہاری گڑگڑاہٹ، تمہاری

فریاد مجھے اکسائے گی۔۔۔"

اس کا لہجہ عجیب پراسرار سا تھا۔۔ کنزل کا دل چاہا وہ یہی

مر جائے۔۔۔ کاش کہ وہ اسے تھپڑ نہیں مارتی۔۔ کاش کہ وہ اس

کی گرفت میں نہ ہوتی۔۔

"بس کرو۔۔ کنزل۔۔ کیا میں ہینڈسم نہیں ہوں، اور کزنز تو آپس میں کافی دوستی رکھتے ہیں۔۔"

وہ شخص شاید نشے کے زیرِ اثر تھا۔یا پھر شیطان اس پر پوری طرح حاوی تھا۔۔

اگر وہ آج اپنی عزت گنوا دیتی تو کبھی سر اٹھا نہیں پاتی۔۔

"مم مجھ سے نکاح کرلو۔۔پر یہ سب نہ کرو۔۔۔پلیز۔۔۔"وہ نہیں جانتی تھی کہ اس نے یہ لفظ کیسے ادا کیے ہیں۔ایک ایسے شخص سے نکاح جو اس کی عزت کو روند کر رکھ دینا چاہتا تھا۔۔لیکن عزت سے بڑھ کر تو کچھ بھی نہیں تھا۔۔کم از کم وہ کل کو اپنی نظر میں تو شرمندہ نہیں ہوتی۔"

"کیا کہا تم نے؟"عدیم نے پیچھے ہوتے حیرانگی سے پوچھا۔

"مجھ سے نکاح کرلیں پھر آپ کو جو بھی کرنا ہو گا آپ کرلیں۔مم میں آپ کو نہیں روکوں گی لیکن یوں رسوا۔۔مت کریں۔۔۔"

کنزل نے بے بسی سے اپنے آنسوؤں کو صاف کرتے کہا۔ دل خون کے آنسو بہا رہا تھا۔۔ تکلیف رگوں کو کاٹ رہی تھی۔۔

"نکاح ؟۔۔۔" عدیم نے پر سوچ انداز میں کنزل کو سر سے پاؤں تک دیکھتے کہا۔

"نکاح سے کیا ہو گا؟" عدیم نے دوبارہ کنزل کے قریب آتے پوچھا۔

"گناہ کا احساس نہیں ہو گا۔"

کنزل نے بے بسی سے کہا۔

"واہ۔۔۔ عجیب منطق ہے۔۔ اگر میں نکاح نہ کروں تو۔۔۔؟"

"تو پھر مجھے گلا دبا کر مار دینا۔۔۔ کیونکہ اس وقت میں بے بس ہوں۔۔ اور آپ پر شیطان پوری طرح حاوی ہے۔۔۔ آپ اپنا مقصد پورا کر کے فتح حاصل کر لو گے۔۔ میرا کیا ہو گا؟؟ میں تو ٹھوکروں کے قابل ہو جاؤں گی۔ میرے گھر والے رسوا ہو جائیں

گے۔۔۔اس سے اچھا ہے کہ اپنا مقصد پورا کر کے میری جان لے لینا۔۔"

عدیم ٹھٹک گیا تھا۔۔دل چاہا اسے واپس بھیج دے۔۔لیکن دوستوں سے لگائی گئی شرط۔۔۔اسکا تھپڑ مارنا سب ایک بار پھر نرمی کی جگہ سختی کا باعث بن گیا۔

کنزل کے چہرے پر بے بسی، جبکہ دل اندر سے لرز رہا تھا۔

"ٹھیک ہے میری کچھ شرائط ہیں۔ اگر وہ تم مان لیتی ہو تو مجھے بھی

نکاح سے مسئلہ نہیں ہے۔"

وہ سیدھے ہوتے بولا۔۔ جبکہ آنکھوں میں چمک بڑھ گئی۔

"کیسی شرائط؟" کنزل نے سرخ آنکھوں سے عدیم کو دیکھتے

پوچھا۔

"وہ میں بعد میں بتاؤں گا۔ لیکن آج سے تمھاری زندگی بلکہ پوری

کی پوری تم میری ہو۔ میں جو چاہے کر سکتا ہوں۔۔"

کنزل نے نگاہ جھکالی۔۔عدیم اس کی آنکھوں میں تشکر دیکھنا چاہتا تھا،۔اسے جھکے ہوئے دیکھ کر مردانہ انا کو جو تسکین پہنچی تھی،۔وہ دوبارہ دیکھنا چاہتا تھا۔

"نکاح کے لیے تیار ہو جاؤ میں مولوی صاحب کو لاتا ہوں"۔

عدیم نے اس کا چہرہ دبوچتے کہا،۔آنکھوں میں ایک لپک تھی۔کنزل کی آنکھیں بہنے کو تیار تھیں۔۔لیکن اب وہ اس ظالم صیاد شخص کے سامنے اپنے آنسو بھی نہیں بہانا چاہتی تھی۔

"تم یوں بے بس سی دل کے سکون کا باعث بن رہی ہو۔۔دل چاہ رہا ہے۔۔ تم سے مزید فریاد کرواؤں۔۔ تمہیں مزید تڑپاؤں لیکن۔۔یوں سمجھ لو میں نرم پڑ گیا ہوں۔۔"

اس کی تھوڑی پر دباؤ ڈالے وہ کمینگی سے بولتا باہر نکل گیا۔۔

اس کے جاتے ہی کنزل اپنے چہرے پر ہاتھ رکھے پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تھی۔

سسکیاں آہیں بڑھتی چلی گئیں۔۔اپنے بال نوچتی وہ خود کو گہری اذیت میں دھکیل رہی تھی۔

کچھ دیر بعد عدیم مولوی صاحب اور اپنے دوستوں کو گواہ کے طور پر لے آیا تھا۔

کنزل نہیں جانتی تھی کب اس کا نکاح ہوا اور کب وہ عدیم کی بیوی بنی۔ اس کی نظروں کے سامنے بار بار اس کے ماں باپ کا چہرہ گھوم رہا تھا۔

"اب تم لوگ جاؤ یہاں سے۔۔۔"

عدیم نے نکاح کے ہوتے ہی اپنے دوستوں کو دیکھتے کہا۔

"ہاں ہاں ہم جا رہے ہیں تم انجوائے کرو اور تم شرط جیت گئے "۔اسکے دوست نے ایک آنکھ دباتے بے باکی سے کہا۔

اس کی بات سن کر عدیم قہقہہ لگائے ہنس پڑا تھا۔

"ایسا ہو سکتا ہے کہ میں کوئی بھی شرط ہار جاؤں؟ عدیم ہوں میں۔۔اب نکلو تم لوگ یہاں سے۔۔میری بیوی میرا انتظار کر رہی ہے۔۔۔"

عدیم نے کہا تو اس کے دوست ہنستے ہوئے وہاں سے چلے گئے۔

"آپ کس قدر گھٹیا انسان ہیں۔ایک شرط پر میری زندگی برباد کی

آپ نے؟۔۔"کنزل نے کھڑے ہوتے چیختے ہوئے کہا۔اسے

یقین نہیں آرہا تھا کہ یہ شیطان نما انسان اس کا کزن ہے۔۔

"آواز نیچی رکھو ورنہ تمھاری زبان کاٹ کر رکھ دوں گا۔اور گھٹیا

کام تو ابھی میں نے کیا نہیں ہے لیکن اب کروں گا۔اور میں نے

تمہارے کہنے پر ہی نکاح کیا ہے۔۔اب اگر تم مجھے روکو گی تو

میرے غضب کو ہی آواز دو گی۔۔"

عدیم اس کی جانب بڑھا۔۔

"خبر دار۔۔۔جو مجھے ہاتھ لگایا۔۔"وہ انگلی اٹھائے چیخی۔۔چہرے پر اذیت بکھری تھی، بال بکھرے الجھے تھے۔۔

"کم آن ڈارلنگ۔۔ایسا کیسے ہو سکتا ہے۔۔تم نے نکاح کی حامی بھری تھی۔۔اور مجھے تو لگ رہا ہے، تم بھی یہی چاہتی تھی۔۔اب ایکٹنگ بند کرو۔۔شاباش یہاں آؤ۔۔"

عدیم نے ہاتھ آگے بڑھایا۔۔اور بچوں کی طرح پچکارا۔

"لعنت ہے آپ پر۔۔خدا کا غضب نازل ہو گا۔اپنی غلیظ گھٹیا شرط کی وجہ سے آپ نے ایک جیتی جاگتی لڑکی کو برباد کر دیا۔۔"

"شٹ اپ جسٹ شٹ اپ۔۔۔"

عدیم نے کہتے ہی غصے سے کنزل کو اپنی بانہوں میں اٹھایا اور کمرے میں جاتے ہی اسے بیڈ پر زور سے پھینکا جو تکلیف کے مارے کراہ پڑی تھی۔

"میرا کام ہوتے ہی تم جا سکتی ہو۔"

عدیم نے کنزل پر جھکتے سرد لہجے میں کہا۔

اس کے وجود کو بری طرح نوچتا وہ شخص کنزل کی روح بھی زخمی

کر رہا تھا۔۔

کرب سے آنکھیں موندے وہ قطرہ قطرہ آنسو بہاتی رہی۔۔اس

کے پہلو میں تکلیف دہ لمحات گزارتی وہ موت کی دعائیں کر رہی

تھی۔

درندگی کی انتہا پار کرتا وہ کنزل کو احساس لاتا رہا کہ اس نے تھپڑ مار

کر بالکل بھی اچھا نہیں کیا۔

اپنا مقصد پورا ہوتے ہی وہ اس کی گردن میں چہرہ چھپائے گہری نیند

میں چلا گیا۔

زخم خوردہ روح کے ساتھ وہ پھٹی آنکھوں سے چھت کو دیکھ رہی

تھی۔۔

اس پل اسے لگ رہا تھا کہ وہ ایک ڈھیٹ منحوس لڑکی ہے،۔ جسے

اتنی ذلت رسوائی کے بعد بھی موت نہیں آئی تھی۔

جس پہر وہ گھر آئی، گھر میں کوئی نہیں تھا۔

شکستہ قدموں کے ساتھ وہ کمرے میں بند ہوئی۔

اپنے وجود پر پانی بہاتی وہ خالی ویران آنکھوں سے عدیم کے ذلت بھرے الفاظ سوچ رہی تھی۔

یک دم اذیت انتہا کو پہنچی۔۔اپنے آپ کو وہ بری طرح مارتی تڑپنے لگی۔۔سسکیاں بڑھ گئیں۔۔ڈوپٹے کو دانتوں میں دباتی وہ ابھرتی چیخوں کا گلہ بمشکل گھونٹ پا رہی تھی۔

شکر تھا کہ کسی نے اسے دیکھا نہیں ورنہ اس کی اجڑی حالت اس کی رسوائی کا باعث بن جاتی۔

رنم کالج سے واپس آئی جب گھر میں کوئی نہیں تھا۔

شاید اس کی ماں باہر گئی تھی ابھی اس نے اپنی چادر کو اتار کر

صوفے پر رکھی تھی جب اس کا موبائل رنگ ہوا۔

"وسیم انکل۔۔۔"رنم نے موبائل پر جگمگاتے نام کو دیکھتے منہ میں

بڑبڑاتے ہوئے کال اٹینڈ کی اور فون کان سے لگایا۔

لیکن وسیم نے جو خبر رنم کو سنائی اُسے سنتے ہی وہ فوراً اپنی جگہ سے

کھڑی ہو گئی تھی۔

اتنے میں باہر سے شائستہ بھی آگئی تھی۔

ہم لوگ ابھی آتے ہیں۔ رنم نے پریشانی سے کہتے کال بند کی اور اپنی ماں کی طرف دیکھا۔

"کیا ہوا؟ سب ٹھیک ہے؟" شائستہ نے رنم کے چہرے کے اڑے ہوئے رنگت کو دیکھتے پوچھا۔

وسیم انکل کی کال تھی۔

"بابا کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے وہ ہسپتال میں ہیں۔"

رنم نے بھاری لہجے میں کہا۔شائستہ نے اپنے منہ پر ہاتھ رکھے

بے یقینی سے رنم کو دیکھا تھا۔جو چادر لیے باہر کی طرف

بھاگی۔شائستہ بھی اس کے پیچھے گئی تھی۔

ان کی دنیا جیسے لٹنے کو تیار تھی۔

"تکیے میں منہ چھپائے وہ آنسو بہاتی تڑپ رہی تھی۔درد، غم جیسے

کم ہونے کا نام نہیں لے رہا تھا۔

رنم کی کال دیکھ کر اس نے آنسو رگڑے۔۔

"بابا۔۔۔ کک کیسے۔۔ یہ سب۔۔۔" الفاظ حلق میں اٹکے۔۔ اپنا

درد بھولتی وہ باپ کی تکلیف پر تڑپی۔۔

بیڈ سے اٹھ کر اس نے الماری سے چادر نکالی۔۔ چپل پہنی۔۔ اور

باہر بھاگی تھی۔۔

باپ سے بڑھ کر اس وقت اسے کچھ بھی ضروری نہیں لگ رہا تھا۔

رنم اور شائستہ پہلے ہسپتال پہنچ چکی تھیں وسیم جو مظفر کا دوست تھا پہلے سے وہاں موجود تھا۔

"انکل میرے بابا کیسے ہیں؟ رنم نے وسیم کو دیکھتے بے تابی سے پوچھا۔

ابھی اُن کا آپریشن ہو رہا ہے آپ دعا کریں۔ وسیم نے پریشانی سے کہا۔

اتنے میں کنزل بھی وہاں آگئی تھی۔اس کے چہرے کو دیکھ کر لگ رہا تھا کہ وہ وہ اپنے باپ کا سن کر روئی ہے اس لیے زیادہ کسی نے نوٹ نہیں کیا۔

تھوڑی دیر بعد ڈاکٹر باہر آیا جس کے چہرے پر مایوسی چھائی ہوئی تھی۔

"آئی یم سوری ہم نے پوری کوشش کی لیکن اُن کو بچا نہیں پائے اُن کا خون بہت زیادہ بہہ گیا تھا۔"

ڈاکٹر نے وسیم کو دیکھتے کہا۔اور وہاں سے چلا گیا۔

شائستہ کو تو یقین نہیں آ رہا تھا۔

اس نے پیچھے دیوار کا سہارا لیے خود کو گرنے سے بچایا۔

حالت تو کنزل اور رنم کی بھی کچھ ایسی ہی تھی۔

"بابا ہمیں چھوڑ کر کیسے جا سکتے ہیں؟ یہ ڈاکٹر جھوٹ بول رہا

تھا۔ میرے بابا کیسے ہمیں چھوڑ کر جا سکتے ہیں۔ جج جھوٹ بول رہے

ہیں سب۔۔۔"

رنم نے بے یقینی سے منہ میں بڑبڑاتے ہوئے کہا۔اور پھوری چیخ چیخ کر روتی سب کو دہلا گئی۔

کنزل نے آگے بڑھ کر اسے گلے لگایا،۔اپنے غم اندر چھپائے وہ بہن کو حوصلہ دیتی رہی جس کی آہین اس کی روح جنجھوڑ رہی تھی۔

شائستہ دیوار کے ساتھ لگی ساکت تھیں۔۔محبوب شوہر ایسے چھوڑ جائے گا۔۔یقین نہیں آیا تھا۔

ضروری کاروائی کے بعد مظفر صاحب کو گھر لے جایا گیا۔

مجمع اکٹھا ہونے لگا۔۔رونے کی آوازیں بڑھنے لگی۔۔لیکن شائستہ

اور کنزل مردہ وجود کے ساتھ بیٹھی رہیں۔

زبیر اور سدرہ کے سوا باقی سب یہاں آئے تھے۔

عدیم کے چہرے پر گہری سنجیدگی تھی۔

اس نے کنزل کو عام نگاہ سے دیکھا۔اس کا مردہ وجود، سوجی سرخ آنکھیں اسے ناجانے کیوں اچھی لگی تھیں۔۔اس لڑکی کا غرور توڑ کر وہ فتح مند ٹھہرا تھا۔۔پھر غم کیونکر ہوتا۔۔

جنازے کے بعد کچھ لوگ یہی پر تھے کچھ لوگ وہاں سے چلے گئے تھے۔جب عدیم کنزل کے پاس آیا۔

"ایک ہی دن میں کیا سے کیا ہو گیا۔تم اور میں ایک ہو گئے،۔تمہارا باپ چھوڑ کر چلا گیا۔۔"

عدیم نے مصنوعی افسردگی سے کنزل کو دیکھتے کہا جس نے اسے

دیکھتے ہی اپنا رخ تبدیل کر لیا تھا۔

"اب منہ چھپانے کا کیا فائدہ جو ہمارے درمیان ہونا تھا تو ہو

گیا۔ اب تو نظر ملا کر بات کرو۔۔۔"

عدیم نے ٹھوڑی سے پکڑ کر اس کا چہرہ خود کی طرف کرتے ہوئے

کہا۔

کنزل نے زخم خوردہ نگاہ سے اسے گھورا۔

"کم آن یار۔۔ یہ سب نارمل ہے۔" عدیم نے آنکھ دبائی۔

"خدا کا واسطہ ہے کچھ رحم کرو۔۔ کم از کم آج مجھے بخش دو۔۔"

کنزل لب کاٹتے بولی تھی۔

"تمہاری شکل دیکھ کر رحم کر رہا ہوں۔ اب میری بات غور سے

سنو۔۔ تم ہمارے ساتھ جاؤ گی۔۔ انکار کرو گی۔۔ تو اذیت بڑھتی

جائے گی، راہیں تنگ ہو جائیں گی۔۔"

اسکے چہرے پر جھلکتا وہ نئی ازیت سے روشناس کرواتا باہر نکل گیا۔

اس کے جاتے ہی کنزل بے بسی سے پھوٹ پھوٹ کر روتی ہونٹ

مسلتی رہی۔

"گل تمھارے لیے ایک رشتہ آیا ہے تم کیا کہتی ہو ہم بات کریں؟

ام کو لڑکا بہت پسند آیا ہے۔"

خاور نے گل کو دیکھتے پوچھا۔

"لالہ ام کو ابھی پڑھنا ہے۔اپ اتنا جلدی ہمارا شادی کیوں کرنا چاہتا ہے؟" گل نے منہ بسوڑتے کہا۔

"تم شادی کے بعد بھی پڑھ سکتا ہے لڑکے والوں کو کوئی اعتراض نہیں ہے اور صرف نکاح ہو گا رخصتی نہیں۔۔" خاور نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

"لالہ ام کو بس پڑھنے سے مطلب ہے اگر وہ رخصتی بعد میں چاہتا ہے تو ام کو بھی کوئی مسئلہ نہیں ہے۔جو تم کو بہتر لگے۔۔۔"

گل نے وہاں سے اٹھتے ہوئے کہا اسے حسام کی بات یاد آئی تھی۔ پھر اس نے حسام کے خیال کو جھٹکا۔

"حسام بھی یہاں پر نہیں ہے لیکن کوئی بات نہیں جب وہ آئے گا تو ہم اُسے خوشخبری دے گا"۔ خاور نے وہاں سے اٹھتے خوشی سے کہا۔

"اور گل سنتی تو جاؤ کہ وہ لڑکا کام کیا کرتا ہے۔" خاور نے گل کو آواز دیتے کہا۔

لالہ ام کو نہیں جاننا گل نے باہر سے ہانکتے ہوئے کہا۔ خاور اس کی

بات سن کر ہنس پڑا تھا۔

"لالہ جیسے آپ اپنا دوست مانتا ہے ناوہ بہت بڑا ناگن ہے۔ نہیں

ناگن کیسے ہو سکتا وہ تو ناگ ہے ناگ۔"

گل نے اپنے ماتھے پر ہلکا سا تھپڑ مارتے کہا اور کنزل کا نمبر ڈائل

کرنے لگی جس کا نمبر بند جا رہا تھا۔

سامان پیک کر کے گاڑی میں رکھوایا جاچکا تھا۔

ماں کے حکم کو شائستہ ٹال نہیں سکتی تھیں۔۔کچھ کنزل نے انہیں

سمجھایا تھا۔

کنزل یہاں سے جا تو رہی تھی، لیکن دل چاہ رہا تھا کہیں چلی جائے،

یا اپنی جان لے کر آج خود کر ختم کر لے۔ لیکن اپنی ماں اور اپنی

بہن کو وہ اس درندوں بھری دنیا میں اکیلا نہیں چھوڑ سکتی تھی۔

"میرا اس گھر میں جانے کو بالکل بھی دل نہیں کر رہا، جن لوگوں نے کبھی مڑ کر نہیں دیکھا، وہ آج ہمیں اپنے گھر لے جانا چاہتے ہیں۔"

رنم کا درست تجزیہ کنزل کو چونکا گیا۔

"رنم!! بابا کے علاوہ ہمارا کوئی سہارا بھی تو نہیں تھا۔ اب ہمیں وہاں جانا ہی ہو گا۔۔"

"کنزل تم اتنی سمجھدار ہو۔ لیکن یہاں سے وہاں جانے کی ضد کر کے تم نے بے وقوفی کا ثبوت دیا ہے۔۔"

رنم نے اسے گھورا تھا۔

وہ انگلیاں چٹخا کر رہ گئی۔ کیا کہتی وہ رنم کو، کہ یہ سب اس شیطان صفت آدمی کی وجہ سے کر رہی ہے۔

عدیم کی ان چند دنوں میں اتنی کالز آچکی تھیں۔ جن میں اس کی گھٹیا باتوں اور آنے کی دھمکی کے علاوہ کچھ نہیں ہوتا تھا۔

اس کی توجہ موبائل نے کھینچی۔

"میں جانتا تھا، تم بھی میرے بغیر رہنا نہیں چاہتی۔ شاید تم بھی میری قربت کی تمنائی ہو چکی ہو۔۔"

اس کے گھٹیا میسج پر وہ بمشکل آنسو ضبط کر پائی۔

وہ جان گئی تھی کہ وہ آج ایک زندان کا انتخاب کر چکی ہے۔ جہاں

پل پل اس کی زندگی اجیرن ہونے والی تھی۔

پانچ ماہ بعد

وجاہت کب سے خالی سڑکوں پر گاڑی دوڑا رہا تھا۔ دل کہہ رہا تھا

کہ ایک بار وہ جا کر کنزل کو دیکھ لے لیکن دماغ منع کر رہا تھا کہ

تمہیں تو اُس کی پرواہ نہیں ہے تو کیوں وہاں جانا چاہتے ہو۔

یہی سب سوچ کر رات کا ایک بج گیا تھا۔ لیکن ابھی تک وہ فیصلہ

نہیں کر پایا تھا کہ کیا کرے اس لیے سڑک پر بنا کسی مقصد کے

گاڑی گھوما رہا تھا۔

"وہ لڑکی مجھے پسند نہیں ہے کیونکہ وہ عدیم کی کزن اور اُس کی بیوی

تھی۔ لیکن وہ بدکردار نہیں ہو سکتی اُسکی آنکھوں میں شرم اور حیا

تھی وہ بدکردار کیس ہو سکتی ہے۔عدیم تو گھٹیا ہے ہی ساتھ

اُس نے اُس لڑکی پر الزام لگا کر اُس کی زندگی بھی برباد کردی۔۔"

وجاہت نے گاڑی روکتے اپنے سر کو دباتے خود سے کہا۔

اس نے آج تک کسی لڑکی کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھا تھا۔

لیکن کنزل میں کچھ ایسا ضرور تھا جو وجاہت جیسے کھڑوس انسان کو

اپنی طرف متوجہ کررہی تھی۔لیکن پھر بھی وہ کنزل سے پیچھے

بھاگ رہا تھا۔

اس کی اور کنزل کی عمر میں زمین آسمان کا فرق تھا۔

وہ اس سے کافی بڑا تھا۔ وہ معصوم سی کچی عمر کی لڑکی تھی، جبکہ وہ

بڑی عمر کا بارعب مرد تھا۔

دونوں کی عادتیں بھی ایک دوسرے سے نہیں ملتی تھی پھر بھی

اُس لڑکی کی تکلیف وہ اپنے دل میں محسوس کر رہا تھا۔

ابھی وہ انہیں سب سوچوں میں گم بیٹھا ہوا تھا۔ جب اس کا موبائل

رنگ ہوا نمبر دیکھ کر اس نے کال اٹینڈ کی۔

" آرہا ہوں "۔ وجاہت نے کہتے ہی فون بند کیا اور گاڑی اپنے گھر

کی طرف موڑلی۔

دل اور دماغ کی جنگ میں دماغ کی ایک بار پھر سے جیت ہوئی تھی۔

"عدیم بیٹا کیا ہوا؟ تمھاری طبیعت تو ٹھیک ہے ناں؟" دادی نے عدیم کو دیکھتے پریشانی سے پوچھا۔ کیونکہ ان کو عدیم آج کچھ ٹھیک نہیں لگ رہا تھا۔ تہمینہ بھی وہی بیٹھی ہوئی تھی۔

"امی آپ بھی کیسی باتیں کر رہی ہیں میرا بیٹا سارا دن کام میں لگا

رہتا ہے۔ تھک جاتا ہے اور کسی سے ذکر بھی نہیں کرتا اور آپ کی

نواسی نے جو میرے بیٹے پر الزام لگایا وہ کوئی چھوٹا الزام نہیں تھا۔

ایک تو میرے بیٹے نے ان پر احسان کیا اور اپنے گھر ماں بیٹیوں کو

لے کر آیا اور اُن تینوں نے ہمارا احسان ماننے کی بجائے میرے ہی بیٹے

پر الزام لگا دیا۔

پتہ نہیں کس کے ساتھ وہ منہ کالا کر کے میرے بیٹے پر الزام۔۔"

اس سے پہلے تہمینہ مزید فضول بولتی عدیم غصے سے بول پڑا تھا۔

"بس کر دیں امی میں گھر میں تھوڑی دیر سکون کے لیے آتا ہوں

اور آپ یہاں بھی شروع ہو جاتی ہیں۔

انسان کچھ ٹائم سکون سے بھی یہاں نہیں گزار سکتا"۔

عدیم نے وہاں سے اٹھتے ہوئے اکتائے ہوئے لہجے میں کہا۔

تہمینہ تو حیرانگی سے اپنے بیٹے کو دیکھ رہی تھی اس نے کبھی بھی

اسے بات نہیں کی تھی جسے آج کر رہا تھا۔

"اسے کیا ہوا؟" تہمینہ نے حیرانگی سے پوچھا۔

"تو بھی تو آتے ہی شروع ہو گئی۔بچے کو سانس تو لینے دینا تھا۔"

دادی نے غصے سے تہمینہ کو دیکھتے کہا۔

سدرہ ہشت عدیم کے جاتے ہی دوبارہ موبائل پر لگ گئی تھی۔

"میں نے کون سا کچھ غلط بول دیا"۔ تہمینہ نے منہ میں بڑبڑاتے

ہوئے کہا۔

عدیم نے اپنے کمرے میں داخل ہوتے ہی اپنی ٹائی اتار کر بیڈ پر

پھینک دی تھی۔

اور فریش ہونے چلا گیا دل میں زرا سا ملال تھا۔ کہ اسے کنزل کے

ساتھ ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا لیکن بعد میں اُس کا دھوکا یاد آتا تو

اُسے اپنا فیصلہ ٹھیک لگتا۔

فریش ہوتے ہی وہ گاڑی کی چابیاں پکڑے کمرے سے نکل گیا تھا۔

اسے اسفند سے ایک ضروری بات کرنی تھی۔ تو اُسی سے ملنے جا رہا

تھا۔

"تم کھانا نہیں کھاؤ گے"؟ تہمینہ نے عدیم کو تیار دیکھتے پوچھا۔

"نہیں مجھے بھوک نہیں ہے"۔ عدیم نے اپنی شرٹ کے بازوؤں کو فولڈ کرتے کہا اور وہاں سے چلا گیا۔

"میرے بچے کا آتے ہی تو نے موڈ خراب کر دیا تھا۔ اب اُس نے باہر ہی جانا تھا۔" دادی نے نحوست سے کہا۔

"آپ کے پوتے کا موڈ ٹھیک کب ہوتا ہے۔" تہمینہ نے پلیٹ میں چاول ڈالتے ہوئے کہا۔

"امی پھوپھو کہاں ہیں نظر نہیں آرہی؟" زبیر نے اپنی ماں کو دیکھتے پوچھا۔

"رنم اپنی ماں کو لے کر یہاں سے چلی گئی ہے اور اچھا ہی ہوا کہ وہ یہاں سے چلی گئی۔

ہم ایسی لڑکی کو کیسے اپنے گھر رہنے دیں جس کا کردار ٹھیک نہ ہو ناجانے کس کس کے ساتھ راتیں گزار چکی ہے"۔ تہمینہ نے نفرت بھرے لہجے میں کہا۔

"سب لوگ خاموشی سے کھانا کھاؤ۔میں ان کے بارے میں مزید کچھ نہیں سننا چاہتی۔۔"

دادی کی کرخت آواز پر سب خاموشی سے کھانا کھانے لگے تھے۔

رنم اپنی ماں کو پرانے گھر لے گئی تھی۔ اس کے پاس سونے کی بالیاں تھیں جو اس کے باپ نے اسکی سالگرہ پر دی تھیں۔ وہ بیچ کر اس نے دو ماں کا کرایہ دے دیا تھا۔ اس نے سوچا تھا کہ وہ جاب کرے گی اور کسی بھی طرح گھر کا خرچہ پورا کرے گی۔ لیکن جاب اسے کب ملنی تھی اسے اس بات کا کچھ بھی معلوم نہیں تھا۔ کل کنزل نے بھی ہسپتال سے واپس آجانا تھا۔۔ رنم اُن دو غلے لوگوں کے گھر پر رہ کر کسی قسم کا احسان نہیں لینا چاہتی تھی۔

اس لیے اپنی ماں کو وہاں سے لے آئی تھی اور کسی کو بتانا اس نے مناسب نہیں سمجھا کیونکہ کیسی کو ان کی پرواہ نہیں تھی تو بتانے کا بھی فائدہ نہیں تھا۔

"سر خیریت آپ نے مجھے اس وقت یاد کیا؟"

اسفند نے لہجے میں حیرانگی لیے عدیم کو دیکھتے پوچھا۔

"ہاں سب ٹھیک ہے تم بیٹھو۔۔" عدیم نے اسے سامنے صوفے کی طرف اشارہ کرتے کہا۔

اسفند وہاں بیٹھ گیا تھا۔

"میں نے تم سے کہا تھا کہ مجھے تم سے ایک ضروری بات کرنی ہے تو وہ بات یہ ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ تم سدرہ سے نکاح کرلو۔" عدیم نے اسفند کو دیکھتے ہوئے کہا۔

اسفند جو پر سکون سا بیٹھا عدیم کی بات سن رہا تھا ایک دم سیدھا ہو کر بیٹھا۔

"یہ۔۔۔ آپ کک کیا کہہ رہے ہیں۔" اپنی کیفیت پر اس وقت وہ چاہ کر بھی قابو نہیں رکھ پایا۔

"میں وہی کہہ رہا ہوں، جو میں تم سے کافی دنوں سے کہنا چاہتا تھا۔۔۔"

"سر میں آپ کا ملازم ہوں اور آپ کی بہن سے شادی کا تو میں سوچ بھی نہیں سکتا".

اسفند نے جلدی سے عدیم کو دیکھتے کہا۔

"تم میرے ملازم نہیں ہو تم میرے بھروسے مند آدمی ہو۔

تم نے دو سال پہلے میری جان بچائی تھی اور ابھی تک میرے

ساتھ ہو اپنے کام کو لے کر مخلص ہو تمھارا کسی لڑکی کے ساتھ کوئی

چکر نہیں ہے۔ایسے لڑکے آج کل کے زمانے میں کہاں ملتے ہیں؟

اگر تمہیں اس شادی سے کوئی اعتراض ہے تو مجھے بتا سکتے ہو۔لیکن

یہ میری خواہش ہے"۔

عدیم نے اسفند کو دیکھتے کہا۔

جس نے گہرا سانس لیتے اپنے لہجے کو نارمل رکھنے کی پوری کوشش کی تھی۔

"سر یہ آپ کی خواہش ہے تو میں کیسے انکار کر سکتا ہوں"۔ اسفند نے چہرے پر زبردستی کی مسکراہٹ لاتے کہا۔

عدیم اس کی بات سن کر ہنس پڑا تھا۔

"مجھے پورا یقین تھا کہ تمہارا یہی جواب ہو گا۔"

عدیم نے کھڑے ہوتے خوشی سے اسفند کو گلے لگاتے کہا۔

"میں کل ہہ اس بارے میں گھر میں بھی بات کروں گا اور اب گھر

جا کر آرام کرو۔"

عدیم نے اسفند کے کندھے کو تھپتھپاتے ہوئے کہا۔

اسفند کا دل چاہا کہہ دے کہ اتنا بڑا دھماکے کا کہہ کر آرام کرنے کا

کیسے کہہ سکتے ہو؟

"جی"۔۔اسفند نے بس اتنا ہی کہا اور باہر چلا گیا۔"

ڈیڈ کہاں پر ہیں آپ؟ ایک بار آپ مجھے مل جائیں۔ پھر اس عدیم

کو بھی دیکھ لوں گا۔ آپ کو ڈھونڈنے کے لیے مجھے اس گھٹیا آدمی

کی ہر گھٹیا شرط ماننی پڑ رہی ہے۔۔"

اسفند نے غصے سے گاڑی کو ٹھوکر مارتے کہا اور دروازہ کھولتے اندر

بیٹھ گیا۔

ایک الگ سی بے بسی اسے محسوس ہو رہی تھی۔۔رنم کا خیال بھی

دل کو بے چین کرنے لگا تھا۔

"کہاں گئے تھے تم؟" اسفند نے ابھی کمرے میں پہلا قدم رکھا تھا

جب حسام نے اسے دیکھتے پوچھا۔

وجاہت وہیں بیٹھا کسی سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔

"تم کب آئے؟" اسفند نے مرجھائے ہوئے لہجے میں پوچھا اور

جاکر کاؤچ پر بیٹھ گیا۔

"ابھی تھوڑی دیر پہلے آیا ہوں۔ لیکن تم دونوں کو ہوا کیا ہے؟"

حسام نے عالم اور اسفند کو دیکھتے پوچھا۔

"تمہارا نکاح ہوا ہے تو اس کا مطلب یہ تو نہیں کہ ہم بھی خوشیاں منائیں۔۔" اسفند نے اسے دیکھتے گھورتے ہوئے کہا۔

"نہ مناؤ خوشیاں لیکن ایسے منہ لٹکائے کیوں بیٹھے ہو؟شحسام نے اس کے سامنے کافی کا کپ کرتے پوچھا۔

"عدیم سے مل کر آرہا ہوں وہ چاہتا یے میں اُس کی بہن سے شادی کرلوں۔"

اسفند نے کافی کا کپ پکڑتے سنجید گی سے بتایا۔

"تو تم نے کیا جواب دیا؟" حسام نے اس کے سامنے بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

"میرا کیا جواب ہو گا؟ مجھے یہ سب ختم کرنا ہو گا۔ میں اس کی بہن سے ہرگز شادی نہیں کر سکتا۔۔"

اسفند نے بے چینی سے کہا۔

"ویسے کر لے تو کوئی حرج بھی نہیں ہے۔۔ اس کی بہن کافی پیاری ہے۔۔" حسام نے اسے چڑایا۔۔ اپنی خوشی میں وہ اسفند کا غم ہی سمجھ نہیں پا رہا تھا۔

"اپنی بکواس یہی روک لو۔۔ ورنہ میں جوتا اٹھا کر ماروں گا۔۔"

اسفند شدیس چڑ کر بولا۔۔ اس کا نام ہی اسے جھر جھری لینے پر مجبور کر گیا۔

"واہ اب میرے نکاح کی خوشی مجھے جوتے مار کر سیلیبریٹ کرو گے۔۔ ناٹ فیئر۔۔۔" حسام مصنوعی تاسف سے بولا۔

"شٹ اپ۔۔۔ اب تم دونوں کی بکواس میں مزید نہیں سننا چاہتا۔۔"

دونوں خاموش ہوئے ایک دوسرے کو گھور کر رہ گئے۔۔

"کل حسام بزنس کے سلسلے میں ملک سے باہر جا رہا ہے۔ اس کے واپس آتے تم بھی واپس آ جاؤ گئے اور میرے ساتھ آفس آؤ گے۔"

وجاہت نے حکم دیا۔

"لیکن بھائی یہ تو شاید دو یا تین ماہ کے لیے جا رہا ہے۔ تو اتنی جلدی سب کیسے ہو گا آپ پلیز مجھے تھوڑا وقت دے دیں جیسے ہی میں ڈیڈ کے بارے میں معلوم کر والوں گا میں واپس آجاؤں گا۔"

اسفند نے عالم کو دیکھتے کہا۔ اسے شرمندگی نے گھیر اتھا۔۔ کہ وہ اب تک یہ کام نہیں کر پایا۔۔

"دو سال۔۔۔ دو سال۔۔۔ اسفند کم نہیں ہوتے تم ایک سال پورا ہم سے دور رہے ہمیں اپنی شکل تک نہیں دکھائی۔۔ مجھے تم دونوں کے بغیر رہنے کی عادت نہیں تھی، لیکن میں رہا۔۔ تم سے

دور۔۔ تمہیں دیکھے بنا۔۔ پر ابھی بھی تمہیں ڈیڈ کا پتہ نہیں چلا

تمہیں ابھی بھی لگتا ہے وہ عدیم کے پاس ہیں؟ اگر ہوتے تو وہ

تمھارے سے اُن کا ذکر ضرور کرتا لیکن اُس نے ایسا کچھ نہیں

کیا"۔

حسام نے اسفند کو دیکھتے کہا۔ اس کے لفظوں میں بھائی کی گہری

محبت کی رمق تھی۔

"لیکن ماں نے اپنی آخری سانس لیتے بتایا تھا کہ ڈیڈ زندہ ہیں اور عدیم کے ڈیڈ کا نام لیتے ہی وہ ہمیں چھوڑ کر چلی گئی تھیں تو اس بات کا کیا مطلب ہے؟" اسفند نے بے بسی سے حسام کو دیکھتے کہا۔

"اسفند اس بات کو کتنی دیر ہو گئی ہے یہ تم بھی جانتے ہو اور ماں نے جمشید کا نام لیا تھا لیکن یہ نہیں کہا تھا کہ ڈیڈ اُس کے پاس ہیں۔"

حسام نے اسفند کو سمجھانا چاہا۔

"کیونکہ زندگی نے ان کو مزید بولنے کی مہلت نہیں دی۔وہ ہمیں چھوڑ کر چلی گئیں۔۔"

اسفند نے بھاری لہجے میں کہا۔

" خاموش ہو جاؤ تم دونوں۔۔۔اب مزید کچھ مت بولنا۔۔۔" عالم نے کرخت لہجے میں کہا۔

"اسفند میں نے جو کہہ دیا سو کہہ دیا حسام کے واپس آتے ہی تم بھی واپس آجاؤ گے۔۔مزید بحث نہیں ہو گی"۔عالم نے بات ختم کرتے کہا۔

"اچھا عالم تم سچ میں یونیورسٹی کو چھوڑ کر آفس جوائن کرو گے۔۔"

حسام نے عالم کو دیکھتے پوچھا۔

"تمہیں لگ رہا ہے کہ میں مذاق کر رہا ہوں؟" عالم نے سنجیدگی

سے حسام کو دیکھتے پوچھا۔

"کھڑوس انسان پتہ نہیں میں ان دونوں بد مزاج انسانوں کا بھائی

کیوں ہوں۔

یاد رکھنا میں نے اپنے ولیمے پر تم دونوں کو نہیں لے کر جانا بلکہ میں

نے اس بات سے ہی انکار کر دینا کہ یہ دونوں میرے بھائی

ہیں۔" حسام نے کھڑے ہوتے دونوں کو گھورتے ہوئے کہا۔۔

"تم نے خود اعتراف نہ کیا تو میرا نام بدل دینا۔۔۔"

وجاہت نے اسے جتایا تھا۔۔ حسام پاؤں پٹک کر وہاں سے چلا گیا۔

اسفند کے چہرے پر مسکراہٹ آگئی تھی۔

"اسفند میرا مشورہ ہے جو تم کرنا چاہتے ہو وہ نہ کرو اگر تمہیں سچ پتہ

چل گیا تو تم ٹوٹ جاؤ گے

اس لیے ابھی سب کچھ چھوڑ کر واپس آجاؤ۔

تمھاری خواہش پر میں نے تمہیں عدیم کے پاس جانے کی اجازت دی تھی تم نے اُس کا اعتماد حاصل کیا لیکن میں نہیں چاہتا میرے بھائی کو کسی قسم کی تکلیف پہنچے۔ تم اگر زرا سی بھی اذیت میں ہوگے۔۔میں تم سے دگنی اذیت محسوس کروں گا۔۔"

عالم نے کھڑے ہوتے اسفند کو دیکھتے کہا۔

"بھائی میں جانتا ہوں آپ سچ جانتے ہیں اس لیے آپ ڈیڈ کو تلاش نہیں کر رہے۔ اگر آپ جانتے ہیں تو ہمیں بتا کیوں نہیں دیتے کہ

وہ کہاں ہیں؟ حسام ظاہر نہیں کرتا لیکن اُسے بھی پرواہ ہے وہ بھی

جاننا چاہتا ہے کہ ڈیڈ کہاں پر ہیں"۔ اسفند نے عالم کے پاس آتے

پوچھا۔

جس نے غصے سے جبڑے تانے تھے۔

"اسفند کچھ باتوں کا چھپے رہنا ہی بہتر ہوتا ہے۔ اور میں کچھ نہیں

جانتا اور اب تم جاسکتے ہو۔

دھیان سے جانا رات کافی ہو گئی ہے۔"

اس کی بات کا جواب دیے بنا وہ اسے ہدایت دینے نہیں بھولا تھا۔

اسفند نے بے بسی سے عالم کو جاتے ہوئے دیکھا تھا۔ مٹھیاں بھینچیں وہ خود کو کوس کر رہ گیا۔۔ اپنی ناکامی اسے بری طرح ڈسٹرب کر چکی تھی۔

"یہ تم مجھے کہاں لے کر آئے ہو؟ "

سدرہ نے فلیٹ میں داخل ہوتے احمد کو دیکھتے پوچھا۔

جو کافی خوبصورت اور بڑا تھا۔

"یہ میرا فلیٹ ہے۔

تمہیں میں دکھانا چاہتا تھا تو یہاں لے آیا۔"

"اور مجھے تم کیوں دکھانا چاہتے تھے۔۔"وہ اترائی تھی۔۔

"تم مجھ سے زیادہ سمجھدار ہو۔۔"احمد نے آنکھ دبائی۔تو سدرہ

جھینپ گئی۔

تم میرے گھر والوں سے شادی کی بات کب کرو گئے؟سدرہ نے

بے قراری سے پوچھا۔

بہت جلدی ابھی

"تم بیٹھو میں تمھارا لیے کچھ پینے کو لاتا ہوں۔"

احمد نے مسکراتے ہوئے کہا۔

سدرہ آج یونیورسٹی نہیں گئی تھی بلکہ احمد کے ساتھ یہاں آئی تھی

کیونکہ وہ احمد پر بھروسہ کرنے لگی تھی اور اس سے شادی کرنا

چاہتی تھی۔

احمد نے کچن میں جاتے کول ڈرنک گلاس میں ڈالی اور اپنی پاکٹ

سے چھوٹی سی ڈبی نکال کر اس میں سے ایک سفید رنگ کی گولی

نکالتے گلاس میں ڈال دی۔

چہرے پر اس کے مسکراہٹ تھی۔

"ہاں زوہیب دس منٹ بعد تم آجانا مل کر مزے کریں گے۔۔اب آگے کبھی اکیلا کوئی شکار کھایا ہے۔۔۔"

احمد نے فون کان سے لگائے زوہیب کو کمینگی سے کہا۔

"میرے یار تبھی تو ہم ابھی تک ساتھ ہیں۔"

احمد نے فون پاکٹ میں ڈالا۔ گنگناتا ہوا وہ باہر نکل گیا تھا۔

اس نے گلاس سدرہ کی طرف بڑھایا جس نے مسکرا کر گلاس لبوں سے لگا لیا تھا۔

احمد آنکھوں میں چمک لیے سدرہ کو دیکھ رہا تھا۔

"چلو میں تمہیں اپنا فلیٹ دکھاتا ہوں۔ جہاں ہم اپنا فیوچر گزاریں گے۔۔۔" اس کا نازک ہاتھ تھامے اس نے گھمبیرتا سے کہا۔۔

" شیور۔۔ چلو۔۔"سدرہ نے ادا سے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا۔۔

احمد اس کی کمر میں ہاتھ ڈالے آگے بڑھا۔۔ سدرہ نے اسے روکنا مناسب نہیں سمجھا تھا۔

روم میں جاتے ہی سدرہ کو زمین گھومتی ہوئی محسوس ہوئی۔

"کیا ہوا تم ٹھیک ہو؟" احمد نے سدرہ کو دیکھتے مصنوعی فکرمندی

سے پوچھا۔

جس کے قدم ڈگمگا رہے تھے۔

"ہاں۔۔ مم۔۔۔ میں ٹھیک ہوں۔۔" سدرہ نے جلدی سے کہا

لیکن اس سے زیادہ اس کی ٹانگوں نے کھڑے رہنے کی اجازت

نہیں دی اور وہی بے ہوش ہو کر بیڈ پر گر گئی تھی۔

اسے بیڈ پر گرتے دیکھ احمد کے چہرے پر مسکراہٹ آگئی۔

"آخر کار چڑیا پھنس ہی گئی ہمارے جال میں۔۔ویسے تم سب سے آسان چڑیا تھی،۔"

احمد نے اسکی طرف ترچھا سا لیٹتے مسکرا کر کہا اور کہتے ہی آگے بڑھ کر سدرہ کے چہرے کو ہاتھ سے چھوا۔

اتنے میں زوہیب بھی وہاں آگیا تھا۔

جیسے دیکھ کر احمد ہنس پڑا۔

"ویسے احمد مجھے امید نہیں تھی کہ یہ ہمارے جال میں اتنی آسانی

سے پھنس جائے گی۔"

زوہیب نے سگریٹ سلگاتے ہوئے کہا۔

"امید تو مجھے بھی نہیں تھی لیکن اب تو یہ پھنس چکی ہے تو اس بات

کا بھرپور فائدہ اٹھانا چاہیے۔۔"

احمد نے سدرہ پر جھکتے ہوئے کہا۔زوہیب اس کی بات پر قہقہہ

لگائے ہنس پڑا تھا۔

مکروہ کھیل کا آغاز ہو گیا تھا۔ مکافات عمل طے ہو چکا تھا۔ کسی معصوم کی زندگی برباد کرنے والا، جب اپنی بہن کی بربادی دیکھتا تو نا جانے کیا غضب ہوتا۔؟

"حسام تمھاری واپسی کب ہو گی؟" خاور نے حسام کو دیکھتے پوچھا۔

"مجھے دو یا تین ماہ لگ سکتے ہیں۔ یا اس سے زیادہ بھی اور میں یہی

بتانے آیا تھا۔ کہ کہیں تم پریشان نہ ہو جاؤ۔۔۔"

"یہ بہت اچھا کیا ورنہ میں پریشان رہتا۔۔۔" خاور مسکرایا تھا۔

"کیا میں گل سے مل سکتا ہوں؟"

حسام نے خاور کو دیکھتے پوچھا۔

"کیسی باتیں کرتا ہے تو وہ اب تمھاری بیوی ہے۔ میں کیسے تمہیں

روک سکتا ہوں"؟ خاور نے ہنستے ہوئے کہا۔

"شکریہ دوست۔۔میں گل سے مل کر آتا ہوں۔پھر مجھے نکلنا بھی

ہے۔۔" حسام نے کھڑے ہوتے کہا۔

اور گل کے کمرے کی طرف اپنے قدم بڑھا دیے۔

دروازہ کھلا ہوا تھا اس نے دروازے کو ناک کیا اور کمرے میں

داخل ہوا۔

گل بیڈ پر بیٹھی ہوئی تھی۔

اس نے کافی بار کنزل کو کال کی لیکن اُس کا نمبر نہیں لگ رہا تھا۔

گل نے نظریں اٹھا کر سامنے دیکھا جہاں حسام کھڑا مسکرا رہا تھا۔

گل نے دوبارہ نظریں جھکالی تھیں۔ حسام کو وہ اداس سی لگی تھی۔

حسام چلتا ہوا گل کے پاس آیا اور اس کے سامنے بیٹھ کر ٹھوڑی سے

پکڑ کر اس کا چہرہ اوپر کیا۔

"کیا ہوا اداس کیوں ہو؟ کیا مجھ سے نکاح کرنے کا دکھ ہے؟" حسام

نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"تم سے نکاح کرنے کا دکھ ام کو کیوں ہو گا۔"

گل نے گہرا سانس لیتے کہا۔

"تو تم اس نکاح سے خوش ہو؟" حسام نے مسکراہٹ دباتے پوچھا۔

"اگر انسان کی قسمت اچھی نا چل رہی ہو تو اُس کی شادی تمھارے جیسے انسان سے ہو جاتی ہے۔ اب افسوس کرنے کا کیا فائدہ ؟؟"

گل نے حسام کو دیکھتے سنجیدگی سے کہا۔ لیکن آنکھوں میں شرارت چمک رہی تھی۔

"گل میڈم آپ میرے منہ پر میری بے عزتی کر رہی ہیں,۔ حسام نے دانت پیستے کہا۔

"ارے تم عقل مند ہے۔ جلدی سب سمجھ جاتا ہے"۔ گل کے

انداز میں کوئی فرق نہیں آیا۔

"میں بہت کچھ سمجھ جاتا ہوں گل میڈم۔۔"

وہ چہرے کے قریب جھکے گھمبیر تا سے بولا۔۔

"پیچھے ہٹو بہت بے شرم ہو تم۔۔۔"گل بوکھلائی تھی۔

"ہاں وہ تو ہوں،۔"وہ بے شرمی سے کندھے اچکا کر رہ گیا۔۔

گل محض اسے دیکھتی رہ گئی۔

"تمہاری آنکھیں اداس کیوں ہیں ؟؟" حسام نے اس کی آنکھوں کو دیکھتے سوال پوچھا۔۔یہی گل کا ضبط جواب دے گیا۔۔

"وہ ہمارا دوست کہیں غائب ہو گیا۔ام اُس کے لیے بہت پریشان ہے، وہ بہت اچھا تھا پر اب کچھ پتہ نہیں چل۔رہا۔۔"

گل نے پریشانی سے کہا۔

"کون ہے تمھارا دوست ؟" حسام نے تھوڑا غصے سے پوچھا۔

"کنزل جو ہمارے ساتھ یونیورسٹی میں تھا۔اسی کا بات کر رہی ہوں۔۔"

گل نے حسام کو دیکھتے معصومیت سے کہا۔

"ایک تو پتہ نہیں اس کے مذکر مونث کب ٹھیک ہو

گئے؟"۔ حسام نے منہ میں بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

" تم ہماری مدد کرے گا"؟ گل نے آگے بڑھتے حسام کا ہاتھ

پکڑتے امید بھرے لہجے میں پوچھا۔

حسام نے پہلے اس کے ہاتھ کی طرف دیکھا پھر اس کے چہرے کی

طرف دیکھا۔

"گل میڈم اب آپ خود میرے قریب آرہی ہیں اگر میں بھٹک گیا تو آپ کو ہی مسئلہ ہو گا۔"

حسام نے گل کے چہرے کے قریب اپنا چہرہ لاتے کہا۔جو فوراً پیچھے ہوئی تھی۔

"بے شرم انسان۔۔۔"گل نے منہ میں بڑبڑاتے ہوئے پھر سے وہی خطاب دیا۔

"دیکھو گل ابھی میں ملک سے باہر جا رہا ہوں۔ تم فکر مت کرو ہو

سکتا ہے وہ کسی کام میں بزی ہو اور جیسے ہی وہ فری ہو تمہیں کال

کر لے گی۔۔

اور میں تم سے ملنے آیا ہوں رات کو میری فلائٹ ہے۔ تم ہو کہ اور

ہی مسلے لے کر بیٹھی ہو۔"۔ حسام نے گل کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے

کہا۔

"تم کہاں جا رہا ہے؟" گل نے حیرانگی سے پوچھا۔ دل بے قرار سا

ہوا تھا۔۔

"تمہیں میری فکر ہو رہی ہے؟" حسام نے شرارتی لہجے میں پوچھا۔

نہیں تو گل نے نفی میں سر ہلاتے کہا۔

"انسان دل رکھنے کے لیے ہی جھوٹ بول دیتا ہے۔" حسام نے گل

کی ناک کو دباتے ہوئے کہا۔

"اب تم کو دیر نہیں ہو رہی؟" گل نے حسام کو گھورتے ہوئے کہا۔

"تم مجھے اپنے کمرے سے باہر نکالنا چاہتی ہو؟"

حسام نے کھڑے ہوتے چہرے پر مظلومیت لاتے پوچھا۔

گل خاموش رہی تھی۔ جیسے وہ اسے نظر سے پل بھر کے لیے دور

نہ کرنا چاہتی ہو۔۔

"میں تم سے مزید باتیں کرتا لیکن ابھی مجھے دیر ہو رہی ہے۔

اپنا خیال رکھنا جیسے ہی کام ختم ہو گیا میں واپس آجاؤں گا۔

اور اگر تم مجھے کال بھی کرنا چاہو تو کر سکتی ہو"۔

حسام نے کہتے ہی جھک کر گل کے چہرے کو اپنے ہاتھوں کے

پیالے میں لیے اس کے ماتھے پر بوسہ دیا اور ایک نرم سی

مسکراہٹ اس کی طرف اچھالتے وہاں سے چلا گیا۔ گل ابھی بھی

اپنے ماتھے پر ہاتھ رکھے حیران سی بیٹھی ہوئی تھی وہ ابھی بھی اپنے

ماتھے پر حسام کا لمس محسوس کر سکتی تھی۔

اس کے چہرے پر دھیمی سی مسکراہٹ آ گئی۔

وہ۔ لمس اسے اچھا لگا تھا۔۔

کل تک حسام سے بدگمان رہنے والی آج حسام کو پسند کرنے لگ گئی

تھی، نکاح کی طاقت تھی جو گل کا ذہن بدل گئی تھی۔

"نہیں عدیم تو اتنی آسانی سے اُسے نہیں چھوڑ سکتا اُس نے تجھے

دھوکا دیا۔

تیرے نکاح میں ہوتے ہوئے تیرے بھائی کے ساتھ ناجائز

تعلقات رکھے اس کی سزا تو اسے ملنی چاہیے اور جو سزا اسے ملی وہ

بہت کم تھی۔۔"

عدیم نے شراب کا گلاس لبوں سے لگاتے خود سے کہا اور اپنا

موبائل نکال کر ایک نمبر ڈائل کیا۔

"وہ لڑکی جو ہسپتال میں ہے مجھ چاہیے کسی کو شک نہیں ہونا چاہیے

جیسے میں کہتا ہوں ویسا ہی کرنا۔"

عدیم نے سرد لہجے میں کہتے موبائل بند کر دیا اور ہاتھ میں پکڑا

کانچ کا گلاس زور سے سامنے دیوار پر دے مارا۔

اب اسے لگ رہا تھا غصے میں آ کر اسے اتنی جلدی کنزل کو طلاق

نہیں دینی چاہیے تھی۔

بلکہ اُسے تڑپا تڑپا کر اسے طلاق دیتا۔ تا کہ اسے اپنے گناہوں کا

اندازہ ہوتا۔

"ویسے ابھی کسی کو معلوم نہیں ہے کہ میں اُسے طلاق دے چکا ہوں۔تو ابھی بھی بازی میرے ہاتھ میں ہے۔تو کیا خیال ہے کنزل میڈم تمہیں اور خوار نہ کیا جائے۔۔"

آخری بات عدیم نے مسکراتے ہوئے کہی۔

دوسری جانب رنم ہسپتال میں آئی تو اُسے نرس نے بتایا کہ آپ کی پیشنٹ کو اُن کے شوہر لے کر چلے گئے ہیں۔

رنم یہ سن کر کافی پریشان ہو گئی تھی۔ اسکو تو سمجھ نہیں آرہی تھی کہ وہ کیا کرے۔ اتنے میں اس کا موبائل رنگ ہوا۔

عدیم کی کال تھی اس نے جلدی سے کال اٹینڈ کی اور موبائل کان سے لگایا۔

"کنزل کہاں ہے؟" اس نے پہلا یہی سوال پوچھا۔

"آرام سے سالی صاحبہ فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے تمھاری

بہن اپنے شوہر کے پاس ہے اور اب وہ میرے پاس ہی رہے

گی۔اور اگر تم نے پولیس کے پاس جانے یا کوئی بھی فضول حرکت

کرنے کی کوشش کی تو تمھاری بہن کی لاش تمہیں ملے گی اور یہ

خالی دھمکی نہیں ہے تم نے اگر کچھ کیا تو میں جو کہہ رہا ہوں سچ کر

دکھاؤں گا۔"

عدیم نے کہتے ہی فون بند کر دیا۔اس کے لفظوں کی دہشت سے وہ

کانپ کر رہ گئی۔

رنم کو نہیں معلوم تھا کہ وہ کنزل کو طلاق دے چکا ہے اسے تو یہی لگ رہا تھا کہ وہ ابھی بھی کنزل کا شوہر ہے۔

"یا اللہ اب میں کیا کروں اُس نے تو مجھے دھمکی بھی دی ہے امی کو میں کیا جواب دوں گی؟" رنم نے بے بسی سے ارد گرد دیکھتے کہا۔ آنکھوں میں آنسو جمع ہو گئے تھے۔

اسی ماں کو وہ یہ کہہ کر ٹال سکتی تھی کہ کنزل ابھی ہسپتال میں ہے۔

لیکن کچھ دنوں کے بعد وہ کیا جواب دے گی اپنی ماں کو؟ اور کنزل

ناجانے وہ کس حالت میں ہو گی۔

کون تھا جو اس کی مدد کر سکتا تھا۔ رنم نے دل میں سوچا جب اچانک

اس کی نظروں کے سامنے اسفند کا چہرہ آیا۔

"اگر وہ عدیم کو جانتا ہے تو ہو سکتا ہے اس کی مدد کر دے لیکن وہ

بھی اگر عدیم جیسا نکلا تو؟ لیکن مجھے ایک بار کوشش تو کرنی چاہیے۔

ہو سکتا وہ میری مدد کر سکے"۔ رنم نے اپنے آنسو کو صاف کرتے

کہا۔

امید کی ایک کرن نظر آئی تھی۔

لیکن وہ اُس شخص کو کہاں تلاش کرے گی اب یہ بھی مسئلہ تھا۔

سدرہ کی آنکھ کھلی تو اسے اپنا سر گھومتا ہوا محسوس ہوا تھا۔

لیکن جیسے ہی اس کی خود پر نظر پڑی تو اس کی آنکھیں پھیل گئی تھیں۔ جبکہ حلق خشک ہوا تھا۔ ایک پل کے لیے زمین آسمان گھومتے محسوس ہوئے تھے۔

اس نے خود کو کمبل سے کور کیا اور ارد گرد دیکھا۔ لیکن کمرہ خالی تھا۔ اسے سمجھنے میں ایک سیکنڈ لگا تھا کہ اس کے ساتھ ہوا کیا ہے۔ آنسو پلکوں کی باڑ توڑتے گالوں پر بہنے لگی۔۔ اپنی بکھری حالت اسے پاگل کر چکی تھی۔

اس نے جلدی سے زمین پر گرے اپنے کپڑے پہنے اور باہر آئی

لیکن پورا فلیٹ خالی تھا۔

وہ دھوکے باز آدمی اسے رسوا کیے وہاں سے فرار ہو چکا تھا۔

سدرہ نے روتے ہوئے اپنا حلیہ ٹھیک کیا اور فلیٹ سے نکلی،۔ قدم

لڑکھڑا رہے تھے جبکہ ٹوٹے بکھرے وجود کے ساتھ وہ بمشکل چل

پا رہی تھی۔

موبائل پر ٹائم دیکھا تو یونیورسٹی سے چھٹی ہوئے ایک گھنٹہ گزر

چکا تھا۔۔

موبائل پر ماں کی کال دیکھتے اس کا رنگ زرد پڑ گیا۔

اس نے کال اٹینڈ کی اور موبائل کان سے لگایا۔

"کہاں ہو؟؟گھر کیوں نہیں آئی ابھی تک؟؟"

"وہ مجھے مارکیٹ جانا تھا آپ کو بتانا یاد نہیں رہا بس میں کچھ وقت

میں گھر واپس آرہی ہوں۔پریشان مت ہوں۔۔"

سدرہ نے خود میں ہمت پیدا کرتے کہا۔ جبکہ دل خون کے آنسو رہ

رہا تھا۔

اس نے ارد گرد نظر دوڑائی لیکن اسے رکشہ نظر نہیں آیا تھا۔

وہ اتنی بیوقوف کیسے ہو سکتی ہے محبت کی خاطر کسی لڑکے کے ساتھ

اُس کے فلیٹ پر کیسے جا سکتی تھی۔

گرم آنسو آنکھوں سے نکلتے اس کے چہرے کو بگھو رہے تھے۔

"یہ مجھ سے کیا ہو گیا؟ احمد مجھے کیسے استعمال کر گیا۔۔۔"

سدرہ نے اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرتے روتے ہوئے کہا۔

"اگر بھائی کو پتہ چل گیا تو وہ تو میری جان لے لیں گئے۔ اور اس

سے بہتر یہی ہے کہ میں خود اپنی جان دے دوں۔" سدرہ نے

بوکھلائے ہوئے انداز میں ارد گرد دیکھتے کہا۔

اور اپنے قدم سامنے سڑک کی طرف بڑھا دیے۔

اس وقت وہ کبھی اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرتی کبھی ارد گرد دیکھی

پاگل ہی لگ رہی تھی۔ چہرے کا رنگ اڑا ہوا تھا۔

خاور جو اپنی گاڑی سے ٹیک لگائے کھڑا تھا اس نے ایک لڑکی کو دیکھا۔ اس کے چہرے کے تاثرات دیکھ کر وہ سمجھ گیا تھا کہ وہ کسی پریشانی میں ہے۔

لیکن جب اس نے اُسے روتے ہوئے دیکھا اور سڑک کی طرف جاتے دیکھا تو اس وقت اسے جو سمجھ آیا اُس کے مطابق اس نے اپنے قدم سدرہ کی طرف بڑھا دیے اس سے پہلے وہ سڑک کی طرف جاتی خاور نے اسے بازو سے پکڑ کر اپنی طرف کھینچا تھا۔

"کیا کر رہا ہے تم؟ اپنی جان دینے جا رہی ہو عقل ہے یا نہیں؟

"خاور نے غصے سے سدرہ کو دیکھتے کہا۔

"مجھے مرنا ہے میرا ہاتھ چھوڑو۔ میں نہیں زندہ رہنا چاہتی۔۔"

سدرہ نے سرخ آنکھوں سے اپنا ہاتھ خاور کی گرفت سے آزاد

کرواتے چلا کر کہا۔

خاور نے ارد گرد دیکھا اور اس کو بازو سے کھینچتے ہوئے اپنی گاڑی کی

طرف لے گیا اور دروازہ کھولتے اسے اندر بیٹھایا۔

"کیا کر رہے ہو تم؟"سدرہ نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

جو کچھ اس کے ساتھ ہوا تھا اب اسے سب سے خوف ہی محسوس ہو رہا تھا۔

"مرنا چاہتی ہو نا تم تو میں تمھاری خواہش پوری کر دیتا ہوں۔ کسی اونچی بلڈنگ سے چھلانگ لگانا پھر بچنے کا چانس بلکل نہیں ہو گا۔"

خاور نے سنجیدگی سے کہا۔ وہ کافی حد تک اب اردو ٹھیک بولنے لگا تھا۔

سدرہ نے خاور کی طرف خالی نظروں سے دیکھا۔

"آپ پلیز میرے گھر مجھے چھوڑ دیں۔۔میں آپ کے سامنے ہاتھ جوڑتی ہوں۔۔"

سدرہ نے ہچکی لیتے خاور کو دیکھتے کہا۔جو اس کی بات سن کر ہلکا سا مسکرا پڑا تھا۔

سدرہ نے اسے گھر کا ایڈریس بتایا تو خاور نے اسے گھر سے کچھ فاصلے پر اتار دیا۔

سدرہ بھیگی آنکھیں رگڑتی اپنے مسیحا کو دیکھ رہی تھی۔جس نے بنا کسی مطلب کے اس کی جان بچائی تھی۔

"شکریہ کہنا چاہتی ہو؟؟" خاور جھک کر بولا تو سدرہ پیچھے ہوئی۔

"جاؤ اس وقت تم پریشان ہو، اپنا خیال رکھنا موت ہر مسلے کا حل

نہیں ہوتا۔۔۔"

خاور اس کے اترتے ہی گاڑی سٹارٹ کی۔

سدرہ اپنا ناتواں وجود سنبھالتی گھر کی طرف بڑھی تھی۔

خاور اپنی منزل کی طرف روانہ ہوا۔۔

اس نے اپنے گھر کے پاس پہنچتے گاڑی روکی تو اس کی نظر سدرہ

کے موبائل پر پڑی جو اس کی سیٹ پر پڑا ہوا تھا۔

"میڈم اپنا موبائل یہی بھول گئی۔ لگتا ہے کچھ زیادہ ہہ پریشان

تھی۔۔"

خاور نے موبائل پکڑتے کہا۔

"تم خودکشی کیوں کرنا چاہتا تھا۔ میں نہیں جانتا لیکن اللہ تمہاری

مشکل آسان کرے گا۔۔"

خاور نے موبائل کی سکرین پر سدرہ کی تصویر کو دیکھتے کہا۔

سدرہ گھر آتے ہی اپنے کمرے میں بند ہو گئی تھی۔ تہمینہ نے اسے کھانے کا پوچھا تو اس نے سر درد کا بہانہ بنا کر کہا اسکا دل نہیں کر رہا۔

لیکن خوف سے اس کو اپنا سانس بند ہوتا ہوا محسوس ہوا تھا۔

وہ جتنی بھی بری سہی لیکن جو آج اس کے ساتھ ہوا وہ غلط تھا۔

اس نے سوچا تھا کہ وہ کتنے بھی غلط کام کرے لیکن یہ سب شادی سے پہلے نہیں کرے گی۔

"احمد تم نے مجھے برباد کر دیا،۔۔خدا تمہیں غارت کرے۔۔میں تو تمہیں چاہنے لگی تھی۔۔ لیکن تم نے مجھے برباد کر دیا۔۔۔میں تو اپنے آپ کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہی،۔" اپنے آپ کو نوچتی وہ ہذیاتی ہو رہی تھی۔

اسی وقت اسے یاد آیا کیسے اس نے کنزل کی بات کو پورے گھر میں آکر مرچ مصالحے لگا کر سنایا تھا۔شاید یہ اُسی بات کی سزا اسے ملی تھی۔

"کنزل۔۔۔مم مجھے معاف کر دو۔۔۔یا اللہ میں کیا کروں؟ کیسے یہ سب ہو گیا۔۔۔" آج پہلی بار اسے اللہ یاد آیا تھا۔

وہ جلدی سے اُٹھ کر فریش ہو کر آئی اور جائے نماز پکڑ کر اس نے بچھائی اور نماز پڑھنے کی کوشش کرنے لگی اسے تو نماز بھی بھول چکی تھی۔نا کبھی گھر والوں نے نماز پڑھنے کا کہا تھا۔

بے بسی سے اس کے آنسو جائے نماز پر گرنے لگے۔ آج اسے اللہ

یاد بھی آیا جب وہ خود تکلیف میں تھی۔

لیکن اللہ تو اپنے بندوں سے بہت محبت کرتا ہے۔ وہ تو کہتا ہے کہ

ایک بار میرے پاس آکر توبہ کر میں تیرے سارے گناہ معاف کر

دوں گا۔

سدرہ نے ہاتھ اٹھائے اور بے آواز رونے لگی۔

زبان پر قفل لگا ہوا تھا۔

ہاتھ اٹھائے وہ کافی دیر بیٹھی روتی رہی تھی۔

جب دل کا غبار تھوڑا کم ہوا تو وہاں سے اٹھ کر بیڈ پر آ کر لیٹ گئی۔اور آنکھیں موندے پھر سے رونے لگی۔

آج تو سدرہ کو ایسا لگ رہا تھا کہ اس کی روح بھی تڑپ رہی ہے۔

"احمد ہم اُسے تمھارے فلیٹ پر چھوڑ کر کیوں آ گئے"؟زوہیب نے احمد کو دیکھتے پوچھا۔

"اس وقت بے چاری ہمارے ساتھ کیا کسی سے بھی نظریں ملانے

کے قابل نہیں رہی ہو گی۔

ہم اُسے دوبارہ بلائے گے ناں تصاویر اس لیے ہی تو لی ہیں۔ اب

مجھ سے پیار کا دعویٰ کرتی ہے تو اتنا تو اتنا احساس تو میں اُس کا کر ہی

سکتا ہوں۔:

احمد نے اپنے موبائل سدرہ کی نازیبا حالت میں لی گئی تصاویر دیکھتے

ہوئے کمینگی سے کہا۔

"یہ تصاویر میں اُسے سینڈ کرنے لگا ہوں۔

اور کل پھر ملنے کے لیے بلاؤں گا۔"

احمد نے ایک آنکھ دباتے کہا اور وہ تصاویر سدرہ کے نمبر پر سینڈ کر

دی۔

ساتھ اس نے ایک میسج بھی لکھا کہ اگر تم کل فلیٹ پر نہیں آئی تو یہ

ساری تصاویر تمھارے بھائی کو سینڈ کر دوں گا۔

خاور نے کمرے میں آتے موبائل کو سائیڈ ٹیبل پر رکھ دیا تھا۔

اور خود بیٹھا کام کر رہا تھا۔ جب سدرہ کے موبائل کی سکرین

جگمگائی تھی۔ اس کی نظر بے ساختہ موبائل پر پڑی۔

سدرہ کے موبائل پر لاک نہیں لگا ہوا تھا۔

ویسے تو یہ غلط بات تھی لیکن پھر بھی خاور نے احمد نامی لڑکے کے

میسج اوپن کیے لیکن جب اس نے تصاویر دیکھی تو اس کا چہرہ پل

میں سرخ ہوا، رگیں تن سی گئی تھیں۔۔

مٹھیاں بھینچے اس نے موبائل کو دیکھا تھا۔

خاور نے وہ سب تصاویر اور میسج پڑھے تو اسے سارا معاملہ سمجھ میں

آگیا تھا کہ کیوں وہ لڑکی اپنی جان لینا چاہتی تھی۔

ایک پل میں اس نے فیصلہ کیا۔ اور میسج ٹائپ کرنے لگا۔

خاور نے جگہ کا نام لکھ کر کہا کہ کل مجھے اس جگہ پر ملو پھر جیسا تم لوگ کہو گے میں کرنے کے لیے تیار ہوں لیکن مجھے ایک ضروری بات کرنی ہے۔ خاور نے میسج لکھ کر سینڈ کر دیا۔

اور اپنا موبائل پکڑے فون کان سے لگایا۔ اس نے حسام کو کال کر کے اس کے گارڈز کو مانگا تھا۔ پہلے تو حسام حیران ہوا پھر اپنے گارڈز کا نمبر دے دیا کہ تم جیسا کہو گے وہ ویسا ہی کریں گے۔

"جب تم واپس آئے گا تو ساری بات تفصیل سے بتادے گا۔ فلحال کچھ نہ پوچھنا۔۔۔"

اس نے موبائل رکھتے ہی اپنی گاڑی کی چابیاں پکڑی اور کمرے سے باہر چلا گیا۔

ناجانے کیوں لیکن دل نے اس لڑکی کی مدد کرنے کا کہا تھا۔

"اگر آج وہ اپنی جان لینے کی کوشش کررہی تھی تو آگے جاکر یہ لڑکے اسے ایسے ہی تنگ کرتے رہے گے تو وہ دوبارہ اپنی جان لینے کی کوشش کرسکتی ہے۔ لیکن میں ایسا نہیں ہونے دوں گا۔۔"

نفی میں سر ہلائے وہ گارڈز کو ہدایات دینے لگا۔

"یہ دو لڑکے ہیں، ان کی تصویر تمہارے نمبر پر بھیج دی ہے۔۔جہاں انہوں نے کل۔ آنا ہے،۔وہاں سے تم لوگوں نے انہیں اٹھا کر فیکٹری کی بیسمنٹ میں پھینکنا ہے۔۔باقی حساب میں کروں گا۔"

گارڈز نے اثبات میں سر ہلایا اور وہاں سے چلے گئے۔

"تم لڑکیاں اتنی بیوقوف کیسے ہوتی ہو کسی کے بھی بلانے پر اُس سے ملنے چلی جاتی ہو۔ تم کو سمجھنا چاہیے باپ اور بھائی کے علاوہ کوئی تمھارا ہمدرد نہیں ہوتا۔"

خاور نے سدرہ کا چہرہ اپنی نظروں کے سامنے لاتے افسردگی سے کہا اور خود بھی وہاں سے چلا گیا۔

سدرہ کو تیز بخار ہو گیا تھا۔ اگلے دن جب وہ ناشتے کے لیے نہیں

آئی تو اس کی ماں کمرے میں داخل ہوئی جہاں سدرہ منہ تک کمبل

اوڑھے لیٹی ہوئی تھی۔

"سدرہ کیا ہوا آج یونیورسٹی نہیں جانا؟"

تہمینہ نے اس کے چہرے سے کمبل پیچھے کیا جس کا چہرہ سرخ ہو رہا

تھا اور وہ بخار سے تپ رہی تھی

تہمینہ نے اس کے ماتھے پر ہاتھ رکھا

۔جو آگ کی طرح تپ رہی تھی۔"سدرہ میری بچی تمہیں بخار

کیسے ہو گیا؟"

تہمینہ نے پریشانی سے سدرہ کو دیکھتے پوچھا اور زبیر کو آواز دی۔

سدرہ تو نیم بے ہوشی کی حالت میں اپنی ماں کو دیکھ رہی تھی۔

اتنے میں زبیر کمرے میں آیا۔

تہمینہ نے اسے ڈاکٹر کو بلانے کا کہا۔

جو ایک نظر سدرہ پر ڈال کر باہر چلا گیا۔ تھوڑی دیر تک ڈاکٹر آ گیا

تھا۔اس نے چیک اپ کے بعد دوائی دی اور کہا کہ گھبرانے کی

ضرورت نہیں ہے موسم کی خرابی کی وجہ سے آجکل بہت سے

لوگوں کو بخار ہو رہا ہے اور کچھ دنوں تک وہ ٹھیک ہو جائے گی۔

تہمینہ سدرہ کے سرہانے بیٹھی پٹیاں کر رہی تھی۔ دادی بھی

صوفے پر بیٹھی پڑھ پڑھ کر اس پر پھونک رہی تھی۔

جمشید بھی تھوڑی دیر پہلے آیا تھا۔ بیٹی کی حالت اسے بھی پریشان

کر رہی تھی۔

اگلے دن احمد اور زوہیب اُسی جگہ پر پہنچ گئے تھے اُنکو پتہ تھا کہ سدرہ کچھ نہیں کر سکتی۔ لیکن اُنکو اس بات کا تجسس تھا کہ سدرہ ان کو یہاں بلا کر کیا کہنا چاہتی ہے ابھی بھی اُس میں اتنی ہمت ہے کہ وہ ان سے بات کر سکے۔؟

دونوں ریسٹورنٹ میں بیٹھے تھے ایک گھنٹا گزر گیا تھا جب احمد نے غصے سے زوہیب کو دیکھا۔

"ہم لوگوں کو پاگل بنایا اس کمینی نے اتنی ہمت اس کی اب دیکھنا

میں کیا کرتا ہوں ساری تصاویر اس کے بھائی کو بھیج دوں گا۔ چلو

یہاں سے ۔۔"

احمد نے وہاں سے اٹھتے ہوئے کہا۔

زوہیب بھی اس کے پیچھے چل پڑا تھا۔

دونوں ریسٹورنٹ سے باہر نکل کر اپنی گاڑی کی طرف جا رہے

تھے جب ان کے پیچھے آ کر کسی نے ان کی کمر پر گن رکھی۔

"خاموشی سے ہمارے ساتھ چلو ورنہ گولی چلا دوں گا۔"

زوہیب اور احمد کے پیچھے کھڑے دو لوگوں نے سنجیدگی سے کہا۔

دونوں کے چہرے کا رنگ پل بھر میں اڑا تھا۔

دونوں خاموشی کے ساتھ چل پڑے۔ گاڑی میں بیٹھتے ہی ان

لوگوں نے دونوں کے چہروں پر کالے رنگ کا کپڑا ڈال دیا تھا اور

ہاتھوں کو بھی رسی سے باندھ دیا۔

"کون ہو تم لوگ ؟ اور ہمیں کیوں اغوا کیا ہے،۔ تم ہمیں جانتے

نہیں ہو۔۔۔" احمد نے غصے سے پوچھا۔

"تھوڑی دیر تک پتہ چل جائے گا۔ کہ تم لوگ کون اور کیا ہو ؟؟"

گاڑی ڈرائیو کرتے انسان نے کہا۔

گاڑی کچھ وقت کے بعد رکی تو دونوں کو باہر نکالا گیا اور فیکٹری کے

تہہ خانے تک لے کر جایا گیا۔

دونوں کو زمین پر دھکا دیا جو اوندھے منہ جا گرے تھے۔

"اب کون ہو تم لوگ اور کیا چاہتے ہو؟ کیوں کر رہے ہو ہمارے

ساتھ ایسا۔؟"

زوہیب نے ڈرتے ہوئے پوچھا۔

خاور کے آتے ہی ان کے چہروں سے کپڑا ہٹایا گیا۔پہلے تو ان کی آنکھیں تیز روشنی کی وجہ سے چندھیا گئی پھر آہستگی سے دونوں نے اپنی آنکھیں کھولے سامنے کھڑے انجان شخص کو دیکھا۔

"کون ہو تم؟" احمد نے خاور کو دیکھتے پوچھا۔

خاور نے چہرے پر غصہ لیے دونوں کو دیکھا تھا۔

"ان دونوں کے موبائل فون مجھے دو اور

ان خبیث کو اتنا مارو کہ یہ دونوں دوبارہ اپنے قدموں پر چلنے کے

قابل نا رہیں۔

مرنے نہیں چاہیے لیکن ٹانگیں ان کی توڑ دو"۔ خاور نے وہاں کھڑے آدمیوں کو دیکھتے سنجیدگی سے کہا۔ اور جیسے آیا تھا ویسے باہر چلا گیا۔

زوہیب نے بے یقینی سے احمد کی طرف دیکھا تھا جس کی حالت زوہیب جیسی تھی۔ وہ تو یہ بھی سمجھ نہیں پا رہے تھے کہ ان دونوں کی سامنے والے سے دشمنی کیا ہے۔

"میری بات سنو ضرور تم لوگوں کو کوئی نا کوئی غلط فہمی ہوئی ہے تم لوگ غلط آدمیوں کو اٹھالائے ہو۔۔" احمد نے جلدی سے اپنے سامنے کھڑے آدمی کو دیکھتے کہا۔

"ہمیں کوئی غلط فہمی نہیں ہوئی۔ چلو شروع ہو جاؤ تم لوگ۔۔"

اُس آدمی نے باقی کھڑے اپنے آدمیوں کو دیکھتے حکم دیتے کہا جنہوں نے اپنے ہاتھوں میں ڈنڈے پکڑے ہوئے تھے۔

"احمد کچھ کرو ورنہ یہ لوگ ہمیں جان سے مار دے گے۔" زوہیب نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"اب کچھ نہیں ہو سکتا اس وقت ہم دونوں بے بس ہیں۔۔" احمد نے بھی ڈرے ہوئے لہجے میں کہا۔

تھوڑی دیر بعد تہہ خانے میں احمد اور زوہیب کی چیخیں گونجنے لگی تھی۔

لیکن یہاں ان کو بچانے والا کوئی نہیں تھا۔

اب تمھاری طبعیت کیسی ہے ؟ عدیم نے سدرہ کے پاس بیٹھتے

ہوئے پیار سے پوچھا۔ جس کا بخار اب کافی حد تک اتر چکا تھا۔ لیکن

ابھی بھی اس کا چہرہ مرجھایا ہوا تھا۔

"بھائی اب میں ٹھیک ہوں۔۔" سدرہ نے عدیم کو دیکھتے کہا اس

سے تو زبردستی مسکرایا بھی نہیں جا رہا تھا۔

" اپنی صحت کا خیال رکھا کرو اور کچھ دن یونیورسٹی مت جانا پہلے

اچھی طرح ٹھیک ہو جاؤ پھر چلی جانا۔ "

عدیم نے سدرہ کو دیکھتے کہا۔

جس نے اثبات میں سر ہلایا تھا۔

کچھ دیر عدیم بیٹھا اس کے پاس باتیں کرتا رہا پھر اُٹھ کر وہاں سے

چلا گیا۔

سدرہ کو اب اپنے موبائل کا خیال آیا تھا اس نے اپنا بیگ پکڑا اور

اُس میں موبائل کو تلاش کرنے گی لیکن اُس میں موبائل ہوتا تو

نظر آتا نا۔

"میرا موبائل کہاں گیا؟۔۔یا اللہ اب یہ کیا نئی مصیبت

ہے۔۔۔"سدرہ نے منہ میں بڑبڑاتے ہوئے خود سے کہا۔ایک

ہفتہ ہونے والا تھا۔وہ تو آج تھوڑا ہوش میں آئی تھی اور سب سے باتیں کر رہی تھی جب اسے اپنے موبائل کا خیال آیا۔

اس نے اُٹھ کر پورا کمرہ دیکھ لیا تھا لیکن کہیں سے بھی اسے موبائل نہیں ملا۔

جب اچانک اس کے دماغ میں خیال آیا کہ کہی وہ اُس لڑکے کی گاڑی میں تو نہیں رہ گیا۔

سدرہ یہ سوچتے ہی اپنا سر پکڑے بیٹھ گئی تھی۔

وہ نہیں جانتی تھی کہ کوئی اس کی خاطر زوہیب اور احمد دونوں کی

اچھے سے کلاس لے رہا ہے۔

جان پہچان نہ ہونی کے باوجود بھی وہ اس بے بس لڑکی کی مدد کر رہا

ہے۔

لیکن سدرہ کو اپنے موبائل کے ساتھ زوہیب اور احمد کا سوچ کر

اُس کی ٹیشن کھائے جا رہی تھی۔

وہ ان سب چیزوں سے انجان بنی آنے والے وقت کے بارے میں

سوچ رہی تھی۔

اگر احمد نے عدیم کو بتا دیا تو عدیم اس کے ساتھ کیا کرے گا؟ یا اسے

خود سب سچ اپنے بھائی کو بتا دینا چاہیے لیکن اتنا بڑا سچ بتانے کے

لیے اس میں حوصلہ نہیں تھا۔

لیکن یہ سچ کبھی نا کبھی تو سامنے آنا تھا۔

کنزل نے اپنی ماں کو سچ بتا دیا تھا وہ کتنے دنوں تک اس بات کو چھپاتی۔ شائستہ تو پہلے سے بیمار تھی اور اب تو اس کی حالت بگڑتی جا رہی تھی۔

رنم کو سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ کیا کرے کس سے مدد مانگے۔

رنم شائستہ نے آہستگی سے اپنی بیٹی کو پکارا جو فوراً اپنی ماں کے پاس آئی تھی۔

وہ اپنی ماں کے لیے دوائی لے آئی تھی ڈاکٹر نے کچھ ٹیسٹ لکھ کر دیے تھے لیکن رنم کے پاس پیسے نہیں تھے۔ اس نے سوچا کہ اپنی

فرینڈز سے بات کرے گی اور اسے پوری امید تھی کہ وہ اس کی مدد ضرور کریں گی۔

جی امی رنم نے جلدی سے اپنی ماں کے پاس آتے پوچھا۔

"بیٹھو میرے پاس۔"شائستہ نے آہستگی سے کہا تو رنم اپنی ماں کے پاس بیٹھ گئی۔

"اپنا اور کنزل کا خیال رکھنا۔عدیم اچھا انسان نہیں ہے۔اگر اُسے کنزل کی قدر ہوتی تو سب کے سامنے اُسے رسوا نہ کرتا۔

اپنی بہن کو تلاش کرنا اور ان سب ظالم لوگوں سے دور چلی جانا یہاں کوئی بھی تم دونوں کا ہمدرد نہیں ہے۔" شائستہ نے آہستگی سے رنم کو دیکھتے کہا۔

"امی آپ کہاں جا رہی ہیں؟ آپ بھی تو میرے ساتھ ہیں اور پلیز ایسی باتیں نہ کریں۔"

رنم نے بے بسی سے کہا اور جھک کر اپنی ماں کے ماتھے پر بوسہ تھا۔ مظفر کی وفات کے بعد ہی شائستہ کی طبیعت خراب ہونے لگی

تھی۔ لیکن جو کچھ کنزل کے ساتھ ہوا اُس نے تو شائستہ کی رہی سہی

ہمت بھی ختم کت دی تھی۔

"میں ہمیشہ تم دونوں کے ساتھ رہو گی اور میری دونوں بیٹیاں

بہت بہادر ہیں۔ لیکن آنے والے وقت کا کسی کو نہیں پتہ۔

اللہ تمہیں ایسا شوہر دے گا جو تمھاری ساری مصیبتوں اور

پریشانیاں دور کر دے گا۔

کیونکہ میری دونوں بیٹیوں نے بہت سی مصیبتیں برداشت کی

ہے۔اور ہمیشہ برے حالات نہیں رہتے۔رات کے اندھیرے

کے بعد دن کا اجالا بھی آتا ہے۔"

شائستہ نے ہلکا سا مسکرا کر کہا۔

"امی آپ پلیز ایسی باتیں مت کیا کریں۔آپ مجھے سہارہی

ہیں۔آپ ہی تو ہمارا سب کچھ ہیں۔۔"

رنم نے اپنی ماں کے پاس لیٹ کر باہیں حائل کر دی

شائستہ آہستہ آہستہ رنم کے بالوں کی ہاتھ پھیرنے لگی تھی۔

شوہر کی وفات اور اپنوں کی زیادتی نے شائستہ کی یہ حالت کر دی

تھی۔

فجر کے وقت رنم کی آنکھ کھلی تو اس نے اپنی ماں کی طرف دیکھا جو

پر سکون سی سو رہی تھی۔ رنم کو تو یہی لگا کہ وہ سو رہی ہیں۔

رنم نے اُٹھ کر وضو کیا اور نماز ادا کی۔

دعا کے لیے اس نے ہاتھ اٹھائے اور اپنی ماں کی صحت کے ساتھ

کنزل کی حفاظت کی بھی دعا کی۔

دعا مانگنے کے بعد وہ دوبارہ اپنی ماں کے پاس آئی جو ابھی بھی ویسے

ہی لیٹی ہوئی تھی۔

"امی آپ بھی نماز پڑھ لیں۔" رنم نے اپنی ماں کو بازو سے ہلاتے

ہوئے کہا۔

لیکن شائستہ نے آنکھیں نہیں کھولی تھی۔

"امی آج ہم ہسپتال جائیں گے اور آپ کے ٹیسٹ بھی کروانے

ہیں۔"

رنم نے الماری کھولتے کہا اس کی فرینڈ کا میسج آیا تھا کہ اسے جتنے

پیسے چاہییے وہ اسے دے گی۔

رنم نے مڑ کر اپنی ماں کی طرف دیکھا۔ اور اب اسے حیرانگی ہوئی

تھی کیونکہ ایک بار اٹھانے پر بھی اس کی ماں اُٹھ جاتی تھی۔

رنم چلتی ہوئی اپنی ماں کے پاس آئی۔

امی رنم نے دوبارہ اپنی ماں کو پکارا

اس کا دل زور سے دھڑک رہا تھا۔

لیکن اس کی ماں تو کب کی اپنی دونوں بیٹیوں کو چھوڑ کر جا چکی تھی۔

امی رنم نے بے یقینی سے اپنی ماں کو پکارا اور زور سے جھنجھوڑا۔

"امی آپ آپ کیسے ہمیں چھوڑ کر جا سکتی ہیں؟ آپ ایسا نہیں کر سکتی میں آپ کو ہسپتال لے کر جاتی ہوں۔"

رنم نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا اور باہر کو بھاگی۔ لیکن اکیلی وہ کیا کرتی اس نے اپنی دوست کا نمبر ڈائل کیا اور روتے ہوئے اسے اپنے گھر آنے کا کہا۔

اُس نے رنم کو حوصلہ دیا۔

اور دس منٹ کے اندر رنم کے گھر پہنچی۔ ساتھ اس کا بھائی بھی

تھا۔ جو ڈاکٹر تھا۔

اُس نے آکر چیک کیا۔

اور اپنی بہن کی طرف دیکھ کر اس نے سر نفی میں ہلایا۔

رنم جو کھڑی رو رہی تھی۔ اُسے اپنے قدموں سے جان نکلتی ہوئی

محسوس ہوئی تھی۔

وہ سمجھ گئی تھی کہ اس کی ماں انکو چھوڑ کر جا چکی ہے لیکن یقین

نہیں کرنا چاہتی تھی۔

رنم کی دوست نے آگے بڑھ کر اسے سنبھالا تھا۔

اب تو وہ بلکل ہی خاموش ہو گئی تھی۔

اس نے منع کر دیا تھا کہ کسی کو بھی نہیں بتانا۔

کیونکہ وہ عدیم کو قصوروار سمجھ رہی تھی۔

جو اُس نے کنزل کے ساتھ کیا اُس کی وجہ سے اس کی ماں نے ٹینشن

لی تھی۔

اور اس کی ماں کو ہارٹ اٹیک ہوا تھا۔

کفن کا انتظام رنم کی دوست کے گھر والوں نے کر دیا تھا۔

کیسی بے بسی تھی۔ماں کو دفنانے کے بعد اب

وہ اکیلی گھر میں زمین پر بیٹھی ہوئی تھی۔ جہاں وہ دونوں بہنیں اور

اس کے ماں باپ کھانا کھاتے تھے۔اور اب ہر طرف ویرانی

تھی۔ کنزل نا جانے کس حالت میں تھی۔

رنم کی دوست نے کہا کہ وہ کچھ دن اس کے گھر آ کر رک جائے

لیکن اس نے صاف انکار کر دیا۔

اور اسے بھی کہا کہ وہ گھر جائے۔ وہ اکیلی رہنا چاہتی تھی۔ اور آگے بھی تو اس نے اکیلی رہنا تھا تو ابھی سے عادت ڈالنی تھی۔

دوسری جانب اسفند نے جس آدمی کو رنم پر نظر رکھنے کا کہا تھا وہ پیچھلے کچھ دنوں سے اسفند کو کال کر رہا تھا۔

جس کا نمبر بند جا رہا تھا۔

اسفند تین دن کے لیے شہر سے باہر گیا تھا۔ اور اس کا موبائل چوری ہو گیا۔

اس نے نیا موبائل اور سم لیتے ہی پہلے اُسی آدمی کو کال کی تاکہ رنم کے بارے میں معلوم کر سکے لیکن جب اُس نے بتایا کہ اُس لڑکی کی ماں کی ڈیتھ ہو گئی تو اسفند کو یقین نہیں آیا۔

اس نے اپنا سارا کام چھوڑا اور واپس آنے کی تیاری پکڑی وہ جانتا تھا کہ اس وقت دونوں بہنیں اکیلی ہیں۔ انہیں سہارے کی ضرورت ہو گی۔۔ لیکن وہ نہیں جانتا تھا آگے ایک اور دھچکا اس کا انتظار کر رہا ہو گا۔۔

"دادی جان مجھے آپ سے ایک سوال کرنا تھا۔"

عدیم نے اپنی دادی کو دیکھتے کہا۔کافی دن سے وہ الجھن میں تھا۔۔

"ہاں بیٹا پوچھو" دادی نے لہجے میں محبت لیے کہا۔

دونوں اس وقت کمرے میں اکیلے تھے۔

عدیم ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی گھر آیا تھا اور آتے ہی اپنی دادی کے

کمرے میں آیا تھا۔

شائستہ پھوپھو بھی آپ کی بیٹی ہیں تو آپ اُنکو اتنا ناپسند کیوں کرتی

ہیں؟عدیم نے دادی کو دیکھتے پوچھا۔

نور بانو نے سنجیدگی سے اپنے پوتے کی طرف دیکھا تھا۔

"یہ بات راز تھی اور اب تم نے پوچھا تو میں تمہیں بتا رہی ہوں۔ پر کسی سے ذکر نہ کرنا۔۔"

دادا نے عدیم کو دیکھتے بات کا آغاز کیا۔

"شائستہ میری بیٹی نہیں ہے۔ شاداب صاحب نے دوسری شادی کی تھی۔ اور اُن کی دوسری بیوی میں سے شائستہ ہے۔ شائستہ کی پیدائش پر ہی اس کی ماں کی موت ہو گئی۔

اور تمھارے دادا نے اُسے میرے سر پر مسلط کر دیا۔ یہ بات

شائستہ کو بھی معلوم نہیں ہے۔

لیکن شاداب اُس دوسری عورت سے محبت کرتے تھے۔ میں جب

بھی شائستہ کو دیکھتی تو تمھارے دادا کا دھوکہ یاد آتا تھا۔

اس لیے مجھے اُس سے نفرت ہے اور اُسکی بیٹیوں سے بھی۔۔"

دادی نے سنجیدگی سے کہا۔

عدیم غور سے اپنی دادی کی بات سن رہا تھا۔

اور اب اسے وجہ سمجھ میں آئی تھی۔

"لیکن اس میں پھوپھو کا تو کوئی قصور نہیں تھا۔۔۔"

نانا جانے کیوں عدیم نے یہ بات اپنی دادی کو دیکھتے کہی۔

"ل ءکن وہ اُس عورت کی بیٹی تھی جسکی خاطر تمھارے دادا نے

مجھے دھوکہ دیا۔

اور تم اُس کی سائیڈ نہیں لو گے" دادی نے جلدی سے کہا تو عدیم

ہنس پڑا۔

"نہیں میں سائیڈ نہیں لوں گا۔

اور اب میں نکلتا ہوں مجھے ایک ضروری کام سے جانا ہے۔۔ "

عدیم نے اپنی جگہ سے کھڑے ہوتے کہا۔

"تم کبھی گھر پر بھی ہمارے ساتھ بیٹھ جایا کرو"۔ دادی نے لہجے میں خفگی لیے کہا۔

"میری پیاری دادی ایک ضروری کام سے جانا ہے جلدی گھر آجاؤں گا۔"

عدیم نے مسکرا کر کہا اور وہاں سے چلا گیا اسے آج ہر حال کنزل کے پاس جانا تھا۔ دوبارہ وہ اس کی خبر ہی نہیں لے سکا تھا۔

کنزل کمرے کے ایک کونے میں بیٹھی ہوئی تھی۔

وہ نہیں جانتی تھی کہ آج اس کمرے میں قید ہوئے اسے کتنے دن گزر چکے ہیں۔جب اس کی آنکھ کھلی تو وہ اس کمرے کی زمین پر پڑی ہوئی تھی۔

کمرے میں کوئی بیڈ نہیں تھا۔

روزانہ ایک عورت آکر اسے اتنا کھانا دے کر چلی جاتی تھی جس سے وہ زندہ رہے۔

اسے کچھ دنوں سے اپنی ماں کی بہت یاد آرہی تھی نا جانے وہ کیسی

ہو گی رنم کیسی ہو گئی۔

اب تو اسے رونا بھی نہیں آرہا تھا۔رو رو کر بھی تھک چکی

تھی۔ آنسو خشک ہو چکے تھے۔

کتنا کچھ اس کے ساتھ ہو گیا تھا۔پہلے اس کا نکاح ہونا پھر اس پر

الزام لگنا۔اس کے اپنے شوہر کا اپنے ہی بچے کی جان لینا۔

کیا وہ اتنی بری تھی جو یہ سب اُس کے ساتھ ہو رہا تھا۔

آج کنزل ناامیدی کی انتہا پر کھڑی تھی۔ اسے ہر چیز بے معنی لگ رہی تھی۔ جیسے سب کچھ ختم ہو گیا ہو۔

ابھی وہ انہی سب سوچو میں گم بیٹھی ہوئی تھی۔ جب دروازہ کھلنے کی آواز پر اس نے سر اوپر کرتے دروازے کی طرف دیکھا۔

جہاں سے عدیم چلتا ہوا اندر آیا تھا۔

عدیم کو سامنے دیکھ کر ایک پل کے لیے کنزل حیران ہوئی تھی۔

اسے امید نہیں تھی کہ اب عدیم ایسی کوئی حرکت کرے گا۔

"تم۔۔۔ تم یہاں کیا کر رہے ہو۔۔؟" وہ سہمی تھی۔

"کیوں کسی اور عاشق کا انتظار تھا؟" وہ اپنے گھٹیا پن سے بعض نہیں

آیا۔۔

"مجھے جانے دو، تم مجھے طلاق دے چکے ہو، میرا تم سے کوئی رشتہ

باقی نہیں رہا۔۔۔"

کنزل آخری بار فریاد کرنا چاہتی تھی۔

"کس نے کہا رشتہ باقی نہیں رہا، طلاق کا تمہیں اور مجھے پتہ ہے، کسی تیسرے کو تو خبر ہی نہیں۔۔" وہ گردن ترچھی کیے استہزائیہ بولا۔

کنزل کو ایک دم لگا کسی نے جسم سے روح کھینچ لی ہو۔ وہ تو اس کی سوچ سے بھی زیادہ گھٹیا نکلا تھا۔

کنزل فوراً اپنی جگہ سے کھڑی ہوئی اور اس کے پاس آتے اس کے کالر کو پکڑ کر اسے جھنجھوڑا۔

"اتنے گھٹیا تم کیسے ہو سکتے ہو؟؟ کیا رب کو بھول گئے ہو۔۔ کیوں اس حد تک گر رہے ہو۔۔ صرف ایک تھپڑ کے لیے۔۔ جو مجھ سے انجانے میں لگا تھا۔ کیوں مجھے یہاں قید کر کے رکھا ہوا ہے؟ تم ایک بار ہی میری جان کیوں نہیں لے لیتے؟" کنزل نے عدیم کو دیکھتے چیخ کر پوچھا۔

"اسی تکلیف میں تو میں تمہیں دیکھنا چاہتا تھا۔

پل پل یہاں میری قید میں تڑپو گی۔ سسک سسک کر مجھ سے مرنے کی بھیگ مانگو گی لیکن تمہیں مرنے نہیں دوں گا۔

تم نے مجھے دھوکہ دیا۔تو اتنی آسانی سے تمھاری جان نہیں چھوڑ سکتا۔ تھپڑ تو مجلبیں بھول چکا تھا۔۔"

عدیم نے آگے بڑھتے کنزل کو جبڑوں سے پکڑتے سرد لہجے میں کہا۔

"تمھارے جیسے گھٹیا انسان کے ہاتھوں ذلیل ہونے کے بعد میں بھی زندہ نہیں رہنا چاہتی مار دو

مار دو مجھے۔۔۔"

مجھے کنزل نے چیختے ہوئے کہا۔ بین زدہ آنکھوں میں کرب سمٹا

تھا۔

"نہ میری جان تمہیں لگتا ہے کہ میں تمہیں جان سے مار دوں گا۔

بلکل بھی نہیں تم یہاں تڑپو گی۔ لیکن تمہیں مرنے نہیں دوں

گا۔"

عدیم نے اسے پیچھے زمین پر دھکا دیتے کہا۔

"میری نظروں میں تمھاری جگہ یہاں پر ہے۔

اور خبردار اگر دوبارہ میرے گریبان تک آنے کی کوشش کی۔"

عدیم نے انگلی اٹھائے اسے تنبیہ کرتے سرد لہجے میں کہا۔

کنزل نے ہونٹوں کو بھینچے تکلیف کو برداشت کیا تھا۔

"دوبارا جلد آؤں گا۔ تمہارے اس حسین مگر غلیظ وجود کو

سراہنے۔۔۔"

عدیم نے اپنی شرٹ ٹھیک کرتے ایک گہری نظر اس پر ڈالی۔۔جو

تکلیف سے مرجانے کو ہوئی تھی۔۔

"اللہ کرے تم مر جاؤ جس طرح تم مجھے تکلیف دے رہے ہو

تمہاری موت تڑپ تڑپ کر ہو۔ تمہیں سکون نہ ملے۔۔" کنزل

نے پیچھے سے چیختے ہوئے کہا۔اس کی بددعائیں عرش ہلا گئیں

تھی۔لیکن اس آدمی کو اثر نہیں ہوا تھا۔۔

۔

اسفند کا دل شدید پریشان تھا،نا جانے وہ لڑکی کس حالت میں

تھی،۔اپنے کام کی وجہ سے وہ سب نظر انداز کر گیا تھا۔۔اسے خود

پر ہی غصہ آنے لگا۔۔

سب سے پہلے رنم کے گھر آیا تھا۔

اس نے دروازہ ناک کیا۔ لیکن دروازہ پہلے سے ہی کھلا ہوا

تھا۔ اسفند کا دل دہلا۔۔ وہ مضبوط مرد ایک لڑکی کے لیے بے چین

تھا۔

اس نے دروازے کو دھکیلا اور اندر داخل ہوا ہر طرف خاموشی

چھائی ہوئی تھی۔

رنم۔۔۔" اس کی آواز ویران گھر میں گونج کر رہ گئی۔

وہ چلتا ہوا سامنے بنے کمرے کی طرف گیا۔ جہاں رنم زمین پر بیٹھی

تھی اور سر اس نے بیڈ سے لگایا ہوا تھا۔

رنم۔۔۔"

اسفند چلتا ہوا اس کے پاس گیا۔ اور گھٹنوں کے بل وہی اس کے

پاس بیٹھ گیا۔

جو آنکھیں موندے بیٹھی تھی۔

رنم؟ ادھر دیکھو۔۔" اسفند نے اس کا نام پکارا لیکن رنم نے

آنکھیں نہیں کھولی تھیں۔

اسفند نے ہاتھ آگے بڑھا کر اپنے ہاتھ کی پشت سے اس کی گال کو چھوا جو آگ کی طرح تپ رہی تھی۔ اسفند نے پریشانی سے اس کے ماتھے کو چھوا۔

"تمھیں تو بہت تیز بخار ہے۔"۔ اسفند نے منہ میں بڑبڑاتے ہوئے کہا اور بنا وقت ضائع کیے اس نے رنم کو اپنی بانہوں میں اٹھایا اور باہر کی طرف بھاگا۔

اس کے بیہوش وجود کو گاڑی میں لٹائے وہ گاڑی کی سپیڈ بڑھا گیا۔۔اس کا ہاسپٹل جانا سیو نہیں تھا۔۔ورنہ عدیم کو شک ہو جاتا، اسی لیے وہ سیدھا اسے وجاہت کے گھر لے آیا۔

اس نے ڈاکٹر کو بلایا جو میڈیسن دے کر احتیاط کرنے کا کہہ کر چلا گیا۔

اسفند نے پوری رات اس کے سرہانے بیٹھ کر پٹیاں کی تھیں۔

صبح ہوتے ہی رنم کی آنکھ کھلی تو اس نے اپنے قریب اسفند کو بیٹھے

دیکھا۔ جس کی آنکھیں پوری رات جاگنے کی وجہ سے سرخ ہو رہی

تھیں۔

پہلے تو رنم کو کچھ سمجھ نہیں آئی کہ وہ اس وقت کہاں پر ہے۔

لیکن اسفند کا چہرہ دیکھتے اس کے اندر غصے کی لہر دوڑی تھی۔

"م یہاں کیا کر رہے ہو؟ اب کیوں آئے ہو۔۔"

رنم نے جلدی سے اُٹھ کر اسفند سے پیچھے ہوتے بیٹھتے پوچھا۔ شکوہ

بھی لبوں سے نکل گیا تھا۔

اسفند نے لب بھینچے۔۔

"تمہیں بخار تھا اور کوئی تمہارا خیال رکھنے والا نہیں تھا۔ اس لیے میں تمہیں یہاں لے آیا"۔ اسفند نے تفصیل سے بتاتے کہا۔

"تم کون ہوتے ہو میری پرواہ کرنے والے؟ میں مروں یا جیوں۔ تمہیں اس سے کیا۔

اور کس حق سے تم مجھے یہاں لائے ہو؟ میں یہاں سے چلی جاؤں گی۔"

رنم تو ایک دم بھڑک پڑی تھی۔ لگتا تھا بخار اس کے دماغ پر چڑھ گیا تھا۔

اور اپنی جگہ سے کھڑی ہوتے وہاں سے جانے لگی۔ جب اسفند نے اسے بازو سے پکڑ کر روکا۔

"کہاں جاؤ گی؟ اور تم بار بار حق کی بات کیوں کرتی ہو؟ اگر تم چاہو تو میں تمھارے ساتھ نکاح کر سکتا ہوں پھر تو تمہیں کوئی مسئلہ نہیں ہو گا نا؟" اسفند نے تحمل سے کہا۔

"دیکھا آ ہی گیا ناں سچ زبان پر میں تمھارے جیسے دھوکے باز

انسان سے نکاح کرنا تو دور تمہیں دیکھنا بھی گوارا نہ کروں تم بھی

عدیم جیسے گھٹیا ہی نکلو گے جس نے میری بہن کی زندگی عذاب کی

ہوئی ہے اور تم چاہتے ہو میں بھی اس عذاب میں پھنس جاؤں؟"

رنم نے اسفند کا ہاتھ زور سے جھٹکتے ہوئے غصے سے کہا۔

"تم مجھے عدیم کے ساتھ کیوں ملا رہی ہو؟ اور تمھاری بہن کہاں

ہے؟" اسفند نے اپنے غصے کو کنٹرول کرتے رنم کو دیکھتے پوچھا

کیونکہ وہ جانتا تھا اس وقت رنم ہوش میں نہیں ہے۔

"تمہیں نہیں معلوم؟ عدیم نے تمہیں نہیں بتایا کہ اُس نے میری بہن کو کہاں رکھا ہوا ہے؟ وہ تو تمہارا بہت اچھا دوست ہے۔۔"

رنم نے اپنے قدم پیچھے کی طرف بڑھاتے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"مجھے اس بارے میں کچھ بھی معلوم نہیں ہے اور تم مجھے غلط سمجھ رہی ہو۔ میں تمہیں ساری بات بتاتا ہوں۔" اسفند نے اپنے قدم رنم کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"مجھے عدیم کے ساتھ جڑے ہر فرد سے نفرت ہے۔ اور یہاں تمھارے ساتھ رہنے سے بہتر میں مرنا پسند کروں گی۔ تم سب لوگ جانور ہو۔۔ جو دوسروں کو نوچنا جانتے ہیں۔۔"

رنم نے اسفند کو دیکھتے کہا اور دروازہ کھولے باہر بھاگ گئی۔

"رنم میری بات سنو پاگل لڑکی۔۔۔ رکو۔۔"

اسفند نے بھی اس کے پیچھے بھاگتے ہوئے کہا جسے جب کوئی راستہ نظر نہیں آیا تو اوپر چھت کی طرف اس نے اپنے قدم بڑھا دیے۔

اسفند بھی بھاگتے ہوئے اس کے پیچھے آیا تھا۔

لیکن سامنے رنم کو دیکھ کر اسے اپنا دل ڈوبتا ہوا محسوس ہوا تھا۔

"رنم خبردار تم نے ایک قدم بھی آگے بڑھایا۔ اگر تم بچ گئی تو میں تمہیں بہت بُری موت دوں گا۔"

اسفند نے رنم کو دیکھتے سرد لہجے میں کہا۔ جبکہ اندر سے دل اس کا گھبرا رہا تھا کہی یہ لڑکی اپنے پاگل پن میں سچ میں چھت سے نہ کود جائے۔

"فکر مت کرو یہ خواہش تمھاری کبھی پوری نہیں ہو گی۔

یہاں سے گرنے کے بعد کسی کا زندہ بچنا بہت مشکل ہے"۔ رنم نے اسفند کو دیکھتے طنزیہ لہجے میں کہا۔ جبکہ دل سوکھے پتے کی طرح کانپ رہا تھا۔۔

"تمہیں اپنی بہن کو تلاش نہیں کرنا؟" اسفند نے اسے باتوں میں لگانا چاہا اور اپنے قدم اس کی طرف بڑھا دیے جو کنارے پر کھڑی تھی۔

"بہن؟ مجھے تو یہ بھی معلوم نہیں ہے کہ وہ زندہ ہے یا نہیں؟ یا ہو سکتا ہے اُس انسان نے میری بہن کی جان لے لی ہو وہ جنگلی انسان

ہے۔اور تم بھی تو اُس شخص کے ساتھ ملے ہوئے ہو۔ تم دونوں ایک جیسے گھٹیا انسان ہو۔مجھے کسی کی مدد نہیں چاہیے نا میں تمھارے ساتھ نکاح کرنا چاہتی ہوں۔اس لیے موت کو گلے لگا رہی ہوں"۔رنم نے چیختے ہوئے کہا۔

سر درد سے اس کا پھٹ رہا تھا۔ جسکی وجہ سے اسے اپنا سر بھی گھومتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔

"رنم ایک بار تم میرے ہاتھ لگ جاؤ پھر دیکھنا میں تمھاری کیا حالت کرتا ہوں۔" اسفند نے اس بار غصے سے کہا۔

وہ کافی حد تک رنم کے پاس پہنچ گیا تھا۔

رنم نے ایک نظر اسفند پر ڈالی اور دوسری نیچے گہرائی میں اس سے پہلے وہ آنکھیں بند کیے نیچے کودتی اسفند نے دوڑ کر اس کو بازو سے سے پکڑا اور نیچے زمین پر پھینکا جو اوندھے منہ زمین پر جاگری تھی۔

"زیادہ شوق ہے نا تمہیں مرنے کا؟" اسفند نے غصے سے آگے بڑھتے زمین پر پڑی رنم کو بالوں سے دبوچتے ہوئے دھاڑ کر کہا۔

جو دھندلی آنکھوں سے اسفند کو دیکھ رہی تھی۔

"میں تمھارا شوق پورا کرتا ہوں۔۔" اسفند نے سرد لہجے میں کہا

اور اسے بالوں سے پکڑ کر کھڑا کیا اور گھسیٹتے ہوئے اسے اپنے ساتھ

لے جانے لگا جو درد سے چیخ رہی تھی۔نا جانے وہ کیا کرنا والا تھا۔

اسفند نے اسے کمرے میں لاتے ہی زور سے بیڈ پر پٹخا جو بیڈ پر جا

گری۔

سر تو اس کا پہلے ہی گھوم رہا تھا۔بیڈ پر گرنے کی وجہ سے وہ وہی

بے ہوش ہو گئ۔

اسفند آگے بڑھا اور اسے بازو سے پکڑ کر سیدھا کیا اس وقت وہ

بہت غصے میں تھا۔

لیکن رنم کی بند آنکھوں کو دیکھ کر اس کا غصہ ایک پل میں غائب

ہوا تھا۔

رنم اسفند نے پریشانی سے اس کی گال کو تھپتھپاتے ہوئے اسے

پکارا لیکن وہ بے ہوش ہو چکی تھی۔

اسفند نے اسے پکڑ کر اپنے سینے میں بھینچ لیا۔۔ آنکھیں لال

ہو چکی تھی۔

"پاگل لڑکی میرے دل کھول کر دیکھو تمہیں احساس ہو گا کہ تم میرے لیے کیا ہو؟ اور میں اپنی لاعلمی پر کتنا خود کو کوس چکا ہوں۔۔"

اس کا دل شدت سے دھڑک رہا تھا۔ اگر وہ کچھ کر لیتی تو کیا وہ زندہ رہ پاتا۔۔ وہ تو جینے کی وجہ بن گئی تھی۔

رنم کی آنکھ کھلی تو وجود کمزوری کی وجہ سے بے جان ہو چکا

تھا۔۔ ہمت نہیں تھی اٹھ کر وہ کہیں باہر جاتی۔ یا پانی ہی پی لیتی۔۔

جب اسفند ہاتھ میں کھانے کی ٹرے پکڑے کمرے میں داخل

ہوا۔

"اچھا ہوا تم جاگ گئی۔ اب تم جلدی سے یہ سوپ پی لو پھر تم نے

میڈیسن بھی لینی ہے۔۔" اسفند نے سائیڈ ٹیبل پر سوپ رکھتے عام

سے لہجے میں کہا جیسے کچھ ہوا ہی نا ہو. اور یہ دونوں اچھی طرح ایک

دوسرے کو جانتے ہوں۔

رنم نے اُٹھ کر اس کی طرف دیکھا۔

"پھر سے بھاگنا ہے یا اپنی جان لینے کی کوشش کرنی ہے؟"

اسفند نے اس کے سامنے بیٹھتے ہوئے سنجیدگی سے پوچھا۔

رنم خاموش رہی تھی۔ جبکہ آنسو بہنے لگے تھے۔

"تم نے شاید مجھے عدیم کے ساتھ دیکھا۔ لیکن اُس کے پاس میں

اپنے مقصد کے لیے کام کر رہا ہوں جب میرا کام مکمل ہو جائے گا تو

میں اُسے چھوڑ دوں گا۔

اور میں وعدہ کرتا ہوں تمھاری بہن کو بھی تلاش کر کے تمھارے

پاس لاؤں گا۔ لیکن مجھے غلط مت سمجھو۔۔ کیونکہ تمہارے ساتھ

میں غلط کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتا۔۔۔"

اسفند نے گہرا سانس لیتے کہا۔ اس کے لہجے میں سچائی ثبت تھی۔

"تم میری مدد کیوں کر رہے ہو؟ کیا لگتی ہوں میں تمہاری؟ ہو کون تم میرے؟؟" رنم نے نظریں اٹھا کر اسفند کو دیکھتے پوچھا۔

"انسانیت کے ناطے میں تمہاری مدد کر رہا ہوں۔ تم نے میری نکاح والی بات کا غلط مطلب نکالا لیکن اگر تم نکاح نہیں کرنا چاہتی تو بھی مسئلہ نہیں ہے لیکن اگر تم نے خود کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی یا یہاں سے بھاگنے کی کوشش کی تو پھر میں بھی نہیں جانتا کہ تمہارے ساتھ کیا کر گزروں گا۔

بس اس بات کا خیال رکھنا۔" اسفند نے آخری بات تھوڑے سرد لہجے میں کہی۔

"اب جلدی سے سوپ پی لو پھر مجھے نکلنا ہے یہاں تمہیں کوئی مسئلہ نہیں ہو گا نا یہاں کوئی آئے گا تمھاری ضرورت کی چیزیں ساری گھر میں موجود ہیں میں کچھ دنوں میں چکر لگاؤں گا لیکن کچھ بھی ہو جائے تم باہر جانے کی کوشش نہیں کرو گی۔ ویسے بھی میں باہر تالا لگا کر جاؤں گا۔

وہ موبائل پڑا ہے جس میں میرا نمبر موجود ہے تم بلا جھجک مجھے کال کر سکتی ہو۔"

اسفند نے ساری بات رنم کو بتاتے اسکی طرف دیکھتے کہا۔

"۔یں تو تمہیں جانتی بھی نہیں کہ تو کیسے تمھاری بات پر یقین کر لوں؟ اگر تم نے مجھے بیچ دیا تو؟ یا تمھارے کوئی اور ارادے ہوئے تو؟" رنم نے سنجیدگی سے اسفند کو دیکھتے پوچھا۔

اسفند اس کے خیالات جان کر ہنس پڑا تھا۔

"اگر میں نے تمہیں بیچنا ہوتا تو۔۔" اسفند نے ایک دم رنم کے

قریب آتے گھمبیر لہجے میں کہا۔

رنم ایک دم بوکھلا گئی تھی۔

"تو کب کا بیچ چکا ہوتا تمہیں اپنے گھر لا کر تمھاری خدمت نہ کر رہا

ہوتا۔

اور ارادے تو میرے بہت خطرناک ہیں بچ کر. رہنا مجھ سے۔"

اسفند نے رنم کی سرخ آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا اور پیچھے ہو

گیا۔

"سوپ پی لینا میں جا رہا ہوں۔۔" اور اسفند نے کھڑے ہوتے

کہا۔

"اور اپنا خیال رکھنا۔ ایک بار اپنوں پر یقین کر کے دیکھ لیا تم نے

ایک بار غیر پر بھی یقین کر کے دیکھ لو یا تو وہ تمہیں مار دے گا یا

تمھارے خیالات دوسروں لوگوں کے لیے بدل دے گا۔"

اسفند نے سنجیدگی سے رنم کو دیکھتے کہا اور وہاں سے چلا گیا۔

رنم کو ایک بات کی سمجھ نہیں آرہی تھی کہ وہ انسان اس کے

بارے میں اتنا سب کچھ کیسے جانتا ہے اور اُس نے عدیم کے ساتھ

ہونے کی وجہ بھی بتادی لیکن ہو سکتا ہے وہ اسے دھوکا دے وہ اس کے ساتھ کچھ بھی کر سکتا ہے۔ لیکن وہ یہاں سے اگر بھاگ بھی جاتی تو کہاں جاتی۔

ویران آنکھوں سے وہ سوپ دیکھنے لگی۔۔ بھوک سے آنتیں سکڑ گئی تھیں۔ ایک دو چمچ منہ میں ڈالے ہی تھے کہ اماں کا خیال آیا پھر سے اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئی تھیں۔ اس نے سوپ کو سائیڈ پر رکھا اور اپنے منہ پر ہاتھ رکھے رونے لگی۔

"پ کیوں ہم دونوں کو اکیلا چھوڑ کر چلے گئے۔

ایک بار بھی آپ نے ہمارے بارے میں نہیں سوچا۔"

رنم نے بے بسی سے کہا۔

"میرے اللہ میں اپنا اور اپنی بہن کا معاملا تجھ پر چھوڑتی ہوں تو بہتر انصاف کرنے والا ہے۔۔میری بہن کو لوٹا دے اور ہمارے ساتھ ہوئے ظلم کا ان ظالموں سے حساب لے۔۔"

ہاتھ جوڑے وہ اپنے رب سے فریاد گو تھی۔

خاور کچھ دنوں بعد تہہ خانے میں آیا تھا جہاں پر احمد اور زوہیب

دونوں زمین پر بے ہوش پڑے تھے۔

حسام کے لوگوں نے ان دونوں کی ٹانگوں پر اتنا مارا کہ دوبارہ وہ

اپنی قدموں پر چلنے کے قابل نہیں رہے۔

"سر جیسا آپ نے کہا تھا ہم نے ویسا ہی کیا۔

اب یہ دونوں دوبارہ کبھی اپنے قدموں پر کھڑے نہیں ہو پائیں

گئے۔"

گارڈز نے خاور کو دیکھتے کہا۔

"تم کو پکا یقین ہے کہ یہی دونوں خبیث دوبارہ اپنے قدموں پر کھڑے نہیں ہو سکتے؟" خاور نے ایک آبرو اچکاتے پوچھا۔

"یس سر یہ دونوں پوری زندگی کے لیے معذور ہو گئے ہیں ہم پکا کام کرتے ہیں۔" گارڈز نے فرمانبرداری سے کہا تو خاور نے ایک نظر دونوں پر ڈالی جن کی حالت بہت بری تھی۔

"ان دونوں کو کسی کچرے کے ڈھیر میں پھینک دو۔ اور سارے ثبوت مٹا دینا ۔"

خاور نے سنجیدگی سے کہا اور وہاں سے چلا گیا۔

اب اسے اپنے دوسرے پلان پر کام کرنا تھا۔۔

خاور نے کسی رشتے کروانے والی کو ہائیر کیا اور اُسے سدرہ کے گھر

اپنے رشتے کے لیے بھیجا۔

نا جانے کیوں پہلی نظر میں ہی سدرہ نے اسے اپنی طرف اٹریکٹ

کیا تھا۔

اور جو اُس کے ساتھ ہوا وہ جاننے کے بعد تو اُسے فیصلہ کرنے میں

دیر نہیں لگی تھی۔

شادی تو اسے کرنی ہی تھی تو کیا خیال تھا ایسی لڑکی سے کرتا جو

حالات کی ستائی ہوئی تھی۔

اماں جی لڑکا تو ماشاء اللہ کافی پیارا ہے۔۔ اور کاروبار بھی اچھا ہے میں

تو کہتی ہوں دیر نہیں کرنی چاہیے۔۔۔"

تہمینہ تو لڑکے کی تصویر واری صدقے جا رہی تھی۔

دادی کو بھی لڑکا پسند آیا تھا۔

کل ہی عدیم کے ساتھ لڑکے والوں کے گھر جائیں گئے اتنا اچھا

رشتہ ہمیں گنوانا نہیں چاہیے۔۔" تہمینہ نے عدیم کو دیکھتے کہا، جو

ابھی آیا تھا۔

"آپ لوگوں نے ہامی کیسے بھر لی کل اُس لڑکے کے گھر جانے کی؟

کسی نے مجھے بتانا گوارا نہیں کیا۔"

عدیم نے غصے سے اپنی ماں اور باپ کو دیکھتے کہا۔

"حامی کہاں بھری ہے صرف دیکھنے جانا ہے۔اور مجھے تو لڑکے میں

کوئی برائی نظر نہیں آئی۔

ماشاءاللہ سے لڑکا پیارا ہے امیر ہے ایک بہن ہے آگے پیچھے کوئی

نہیں بہن کا بھی نکاح ہو چکا ہے جو رخصت ہو کر اپنے گھر چلی

جائے گی۔

دیکھنے میں کیا حرج ہے؟" تہمینہ نے عدیم کو دیکھتے کہا۔

"تمھاری ماں بھی ٹھیک کہہ رہی ہے سدرہ کی شادی کرنی تو ہے۔اور اس لڑکے میں کوئی برائی بھی نہیں ہے۔"جمشید نے بھی عدیم کو دیکھتے کہا۔

"س کا مطلب آپ سب لوگ پہلے سے فیصلہ کر چکے ہیں تو مجھے کیا مسئلہ ہو گا۔"

عدیم نے وہاں سے اٹھتے لڑکے کی تصویر پکڑتے کہا اور گھر سے باہر نکل گیا۔

اس نے اسفند کو اپنی فلیٹ پر بلایا تھا۔

"کیا ہوا سر؟ اسفند نے عدیم کو دیکھتے پوچھا۔

گھر والوں کو سدرہ کے لیے ایک لڑکا پسند آگیا ہے۔ اور وہ کل اُس کے گھر جانا چاہتے ہیں اور مجھے تو لگ رہا ہے وہ لوگ رشتہ پکا کر کے ہی آئیں گے۔۔"

عدیم نے پریشانی سے کہا۔

لیکن یہ سنتے ہی اسفند کے چہرے پر مسکراہٹ آگئی تھی۔

"تو سر اس میں پریشانی والی کون سی بات ہے؟ بلکہ یہ اچھی خبر ہے۔۔" اسفند نے عدیم کے سامنے بیٹھتے ہوئے کہا۔

"لیکن میں چاہتا تھا تمھاری شادی اُس سے ہو اور میں تم سے بات بھی کر چکا تھا لیکن ٹائم نہیں ملا اور میں نے گھر میں بات نہیں کی۔"

عدیم نے اسفند کو دیکھتے کہا۔

"سر آپ کی بہن کے لیے جو بہتر ہو گا اُسی سے اُس کی شادی ہو گئی ہو سکتا ہے میں اُسے اتنا خوش نا رکھ پاؤں جتنا وہ رکھے گا دیکھیے نا وہ رشتہ آپ کے گھر کے سبھی لوگوں کو پسند آیا ہے۔

میں اُس لڑکے کے بارے میں معلوم کرواتا ہوں اگر وہ اچھا ہوا تو

آپ بھی خوشی خوشی اس رشتے کے لیے ہاں کر دیں۔اور میری

طرف سے پریشان مت ہوں۔۔"

اسفند نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو اور مجھے تمھاری یہی عادت اچھی لگتی تم ہر

بات کو سمجھ جاتے ہو۔

یہ لڑکے کی تصویر ہے تم اس کا کل تک تم معلوم کر کے مجھے بتا

دینا۔"

عدیم نے تصویر اسفند کے آگے بڑھاتے ہوئے کہا جس نے بنا تصویر کو دیکھتے جیب میں رکھ لی تھی۔

"ٹھیک ہے سر میں چلتا ہوں۔ کل تک آپ کو اس لڑکے کی ساری معلومات مل جائے گی۔"

اسفند نے کھڑے ہوتے کہا اور وہاں سے چلا گیا۔

باہر نکل کر اس نے گہرا سانس لے کر شکر ادا کیا تھا۔یہ معاملہ تو حل ہوا نا اب اسے جلدی سے باقی سارے معاملات دیکھنے تھے۔عالم نے اسے بہت کم وقت دیا تھا۔

گاڑی میں بیٹھتے اس نے تصویر نکال کر دیکھی اور خاور کی تصویر دیکھ کر وہ حیران ہوا تھا وہ اچھے سے جانتا تھا کہ یہ حسام کا سالہ ہے کیونکہ وجاہت نے اسے ہی خاور کے بارے میں معلوم کرنے کا کہا تھا۔

"اس کے لیے سدرہ کا رشتہ آیا ہے؟" اسفند نے حیرانگی سے منہ

میں بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

اور موبائل نکال کر حسام کو کال ملائی جس نے دوسری بیل پر کام

اٹینڈ کرلی تھی۔

ہیلو حسام نے بھاری آواز میں کہا۔شاید وہ سو رہا تھا۔

"تم سو رہے ہو؟"

اسفند نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"نہیں ڈانس کر رہا ہوں تم نے کرنا ہے ؟" حسام نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"اس انسان سے کسی سیدھی بات کی امید نہیں کی جا سکتی"۔ اسفند نے دل میں سوچا۔

"تمہیں معلوم ہے کہ تمہارا سالہ عدیم کا بہنوئی بننے جا رہا ہے۔" اسفند نے کہا تو حسام جو آدھی نیند میں تھا فوراً ہوش میں آیا۔

"کیا کہہ رہے ہو تم ؟" حسام نے سیدھے ہوتے بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

"عدیم نے مجھے خاور کی تصویر دی ہے سدرہ کے لیے اُس کا رشتہ

آیا ہے۔"

اسفند نے اسے پوری بات بتائی۔

"ویسے اس میں برائی بھی نہیں ہے اگر وہ سدرہ سے شادی کر رہا

ہے تو کر لے یہ اُسکی زندگی ہے اور مجھے اُس کا میسج آیا تھا کہہ رہا تھا

کہ ایک ضروری بات کرنی ہے ہو سکتا ہے یہی بات کرنی ہو۔ لیکن

ایک بات اچھی ہوئی تمھاری جان تو چھوٹ گئی ناں۔۔"

حسام نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تمہیں بتانے کا مقصد یہ ہے کہ اب سنبھل کر رہنا۔ اور اب میں

فون رکھتا ہوں۔۔ کیونکہ تمہاری باتیں میرا دماغ خراب کر دے

گی۔۔"

اسفند نے کہتے ہی کال بند کر دی۔

" کبھی کبھار مجھے لگتا ہے کہ یہ میرا بڑا بھائی ہے اور میں اس کا چھوٹا

بھائی ہوں۔۔۔ کمینہ آدمی۔۔۔"

حسام نے منہ میں بڑبڑاتے ہوئے کہا اور دوبارہ منہ تک کمبل کو

تانے لیٹ گیا۔

سدرہ کو جب سے اپنے رشتے کے بارے میں پتہ چلا وہ خوف سے سفید پڑ گئی۔۔

"امی میں شادی نہیں کرنا چاہتی۔۔۔" وہ روہانسی ہوئی۔

"بیٹا شادی سب کی ہوتی ہے، اور تم تو خوش قسمت ہو، کہ گھر بیٹھے رشتہ آگیا۔۔"

اس کی پیشانی چومتے تہمینہ دعاؤں سے نوازے بولی۔

"پر امی۔۔"

"کچھ مت سوچو۔۔ تمہارا ہونے والا شوہر بہت اچھا ہے، ۔اسے

زرا سی بھی جہیز کی چاہ نہیں ہے۔اور نکاح بھی سادگی سے ہو گا۔۔

اور ولیمہ تمہاری خواہش کے عین مطابق ہو گا۔۔"

"امی نکاح۔۔۔"اس کا رنگ اڑا تھا۔اتنی جلدی نکاح۔۔۔کا وہ

سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔

وہ اُس انسان کو دھوکا نہیں دینا چاہتی تھی۔وہ تو جانتی بھی نہیں تھی

کہ اسکا نکاح کس کے ساتھ ہو رہا ہے۔

سارا دن وہ مختلف سوچوں میں الجھی، اب ایک فیصلہ کرتی عدیم

کے کمرے میں گئی۔ جس سے اس کا سامنا ہفتوں بعد ہو رہا تھا۔۔

"بھائی مجھے آپ سے بات کرنی ہے۔۔" سدرہ نے عدیم کو اکیلا

بیٹھے دیکھا تو کہا۔

"ہاں کہو کیا کہنا ہے؟" عدیم نے مصروف سے انداز میں پوچھا۔

"جس سے آپ نے میرا نکاح کرنا ہے میں نکاح سے پہلے اُس سے ملنا چاہتی ہوں۔"

سدرہ نے سنجیدگی سے کہا۔

عدیم نے حیرانگی سے سدرہ کی طرف دیکھا تھا۔

"ایک دن بعد تمھارا نکاح ہے پھر اُس سے مل لینا اور تمھارا چہرہ اتنا مرجھایا سا کیوں ہے؟ لڑکیاں تو اپنی شادی پر اتنا خوش ہوتی ہیں پارلر جاتی ہیں لیکن تم سارا دن کمرے میں بند رہتی ہو۔ تم ایسی تو نہیں ہو۔۔"

عدیم نے کھڑے ہوتے کہا۔ اور فکر سے اس کے چہرے پر ہاتھ

رکھے کہا۔

"بھائی بس میں شادی نہیں کرنا چاہتی،۔۔"

وہ روہانسی ہوئی،۔

"دیکھو سدرہ بہن بیٹیاں جتنی جلدی اپنے گھر کی ہو جائیں اتنا ہی

اچھا ہے اور خاور بہت اچھا انسان ہے تمہیں بہت خوش رکھے

گا۔ اگر تم یہ سمجھ رہی ہو کہ ہم جلدی کر رہے ہیں تو ایسا بلکل بھی نہیں ہے۔ یہ سب اس کی مرضی کے بنا پر ہو رہی ہے۔۔"

عدیم نے سنجیدگی سے کہا۔

کسی دوسرے کی بیٹی کی زندگی خراب کر کے اسے اپنی بہن کی خوشی کی پڑی تھی۔

"جی بھائی" سدرہ نے بس اتنا ہی کہا اور وہاں سے چلی گئی۔

سدرہ کی رضامندی سے گھر میں تیاریاں شروع ہونے لگی۔

تہمینہ نے سختی سے منع کیا تھا کہ شائستہ کی فیملی کو کوئی نہیں بلائے گا

لیکن وہ لوگ یہ بات نہیں جانتے تھے ان کی بے حسی کی وجہ سے وہ

تو کب کی اس دنیا کو چھوڑ کر جا چکی ہے۔

"آپ نے مجھے بھابھی کی تصویر تو دکھائی ہی نہیں بھائی؟؟"

گل نے خاور کے کمرے میں آتے کہا۔ کل نکاح تھا۔۔اور آج گھر

میں تیاریاں کرتی وہ کچھ اداس تھی، کہ کاش کنزل ہوتی تو اس کی

مدد کرتی۔

"کل تم خود دیکھ لینا۔ اور مجھے پورا یقین ہے، کہ تم اسے دیکھ کر

میری پسند کو داد دو گی۔۔"

اس کے سر پر ہاتھ رکھے وہ مان سے بولا۔۔ گل مسکراتی کمرے

سے نکل گئی۔۔ اسے بہت سے کام کرنے تھے۔

موبائل پر حسام کی کال دیکھ کر اس کے چہرے پر مسکراہٹ

آگئی۔ نا جانے کیوں وہ شخص اس کو اب اچھا لگنے لگا تھا۔۔

"مجھے پورا یقین ہے کہ تم مجھے یاد کر رہی تھی۔۔۔"

حسام کی شوخ آواز اس کے دل کی کلی کھلا گئی۔

"خوشفہمی ہے تمہارا۔۔ کہ میں تم کو یاد کرتا ہے۔۔۔"

وہ ادا سے بولی۔

"چلو خوش فہمی ہی سہی۔۔"

گل مسکرادی تھی۔

"کل تمہارے بھائی کا نکاح ہے۔تو کل تمہارے لیے ایک پارسل

آئے گا، اور تم وہی ڈریس پہنو گی۔۔"

"لیکن میں نے تو ڈریس لے لیا ہے" گل چڑی تھی۔

"میرا لایا پہنو گی، ورنہ اگر میں نے وہاں آکر تمہیں پہنایا تو اچھا نہیں ہو گا۔۔" حسام نے دھمکی دی۔

"تم اتنی دور سے کیسے آئے گا۔۔"

گل اترائی تھی۔۔

"جب آیا تو تم سانس لینا بھی بھول جاؤ گی۔۔"

حسام کے لفظوں میں شدت سمٹی تھی۔

بے شرم۔انسان۔۔۔وہ چڑ کر کال کٹ کر گئی۔

دوسری طرف حسام کا قہقہ گونجا۔

خاور نے ہی اسے نکاح کے بارے میں بتایا تھا۔ اور اپنی پسند کے بارے میں بھی اگاہ کر دیا تھا۔

گل میڈم تھوڑا صبر رکھو تمہاری یہ عقل میں اچھے سے ٹھکانے لگاؤں گا۔۔ اس کا پھولا چہرہ دماغ میں گھوما تو ایک بار پھر مسکرائے بنا نہ رہ سکا۔

"میں رپورٹ درج نہیں کروانا چاہتا،۔۔اور نہ ہی زبیر اس حق میں

ہے۔۔"

احمد نے اپنے باپ کو دیکھتے کہا، جو بضد تھے کہ رپورٹ درج

کروائیں۔

"لیکن کیوں؟؟ "

"کیونکہ پولیس بھی اس معاملے میں کچھ نہیں کر سکتی، نہ میرے

پاس کوئی ثبوت ہیں۔۔"

احمد چڑ کر بولا۔۔وہ مکمل معذور ہو چکا تھا۔اور کچھ ان کی مار کا خوف

بھی ذہن میں حاوی رہنے لگا تھا۔

"تمہارے کرتوتوں کی وجہ سے آج تم اس حالت میں ہو احمد کاش

کے ایک بار تم۔اپنے باپ کی عزت کا خیال کر لیتے۔۔۔"

احمد کا باپ کچھ کچھ معاملہ سمجھ گیا تھا۔۔

احمد نظر چرا کر رہ گیا تھا۔

اگلے دن کا سورج چمکا۔۔

بارات میں چند لوگ ہی تھے۔۔وہ اپنے سوگوار حسن کے ساتھ

خاور کو پل پل اپنی متوجہ کر رہی تھی۔

کچھ دیر بعد نکاح کی رسم ادا کی گئی اور سدرہ کو خاور کے نام کر دیا

گیا۔

خاور کے وجود میں سرشاری پھیلی جبکہ سدرہ سن سی

ہوئی،۔احساسِ ندامت مزید بڑھنے لگا تھا۔۔

نکاح چونکہ گھر پر ہی تھا۔۔اس لیے سب مطمیئن تھے۔

"دادی یہ لڑکی کتنی پیاری ہے؟؟"

زبیر نے گل کو دیکھتے کہا، جو چیئر پر بیٹھی تھی۔

سدرہ کے چہرے پر گھونگھٹ پھیلا تھا۔

"یہ خاور کی بہن ہے بے شرم۔۔اور نکاح شدہ ہے۔۔"

دادی نے زبیر کو چپت مارے کہا۔۔

"تو کیا ہوا دادی نکاح اس کا ہوا ہے میرا تو نہیں، میں تو دیکھوں گا۔۔"

وہ ڈھیٹ پن سے بولتے گل پر ایک گہری نگاہ ڈال گیا تھا۔

"بے غیرت آدمی کیسے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہا ہے۔۔"گل

گالیوں سے نوازتی بولی تھی۔

خاور کھڑا ہوا تو اسے تسلی ہوئی تھی۔

زبیر کیونکہ گھر سے نکل گیا تھا۔۔

"میں اپنی بیوی سے ملنا چاہتا ہوں۔۔"

اس نے عدیم سے اجازت مانگی تو اس نے خوشی سے کہا

"وہ اب وہ تمھاری بیوی ہے۔اور تم پر اب اس کا سب سے زیادہ حق ہے۔۔"

خاور نے سر ہلایا اور وہاں سے اندر بڑھا جہاں وہ دشمن جان بیٹھی تھی۔

عدیم کو بھی خاور بہت پسند آیا تھا۔کیونکہ وہ کافی عزت سے اسے مخاطب کر رہا تھا۔

وہ کمرے میں داخل ہوا تو سدرہ جلدی سے کھڑی ہوئی۔

سفید فراک میں اس کا دودھیا حسن چمک رہا تھا۔۔میک اپ سے چہرہ پاک تھا۔۔جبکہ لب گلابی سے تھے،جو وہ خود کر چکی تھی۔

خاور نے بھی سفید شلوار قمیض ساتھ پشاور چپل پہنی تھی چہرے پر

سنجیدگی لیے وہ چلتا ہوا سدرہ کے سامنے کھڑا ہو گیا۔

سدرہ نے نظریں اٹھا کر اوپر دیکھا تو سامنے خاور کھڑا تھا۔

سدرہ ایک دم کھڑی ہو گئی اور خاور کو دیکھنے لگی۔

"آپ؟ آپ یہاں کیا کر رہے ہیں؟" سدرہ نے خاور سے پہچانتے

ہوئے حیرانگی سے پوچھا۔

"جس سے تمھارا نکاح ہوا ہے وہ میں ہی ہوں۔"

خاور نے سنجیدگی سے کہا۔ مگر آنکھوں میں خاص چمک تھی۔

سدرہ نے بے یقینی سے خاور کو دیکھا تھا۔

"نہیں ایسا نہیں ہو سکتا،۔۔یہ ٹھیک نہیں ہوا۔۔"

"کیا ٹھیک نہیں ہوا،"اس کی بہتی آنکھوں کو خاور نے حیرانگی سے

دیکھا۔

"آپ پلیز مجھے طلاق دے دیں میں آپ کے قابل نہیں ہوں

آپ پلیز کچھ بھی میرے گھر والوں کو کو کہہ دیں چاہے تو مجھے

بدکردار۔۔۔۔"

اس سے پہلے سدرہ اپنی بات مکمل کرتی خاور نے غصے سے اس کو

جبڑوں سے پکڑا تھا۔ ساری خوشی پل میں غارت ہوئی۔

"خاور خان کی بیوی کو اگر کسی نے بد کردار کہا تو وہ اُس کا قتل کرنے

میں ایک سیکنڈ نہیں لگائے گا۔

اور اگر تم نے دوبارہ طلاق کا بات کیا تو تمھارا زبان کاٹ کر رکھ

دوں گا۔"

خاور نے سخت لہجے میں کہا۔

سدرہ نے آنکھوں میں آنسو لیے خاور نے دیکھا تھا۔

"پہلی نظر کی محبت نے مجھے بہت خوار کیا ہے۔اور جب خوار ہو کر

کوئی شے حاصل ہو اسے چھوڑا نہیں جاتا" ۔

خاور نے کہتے ہی جھک کر سدرہ کی آنسوؤں سے بھری آنکھوں پر

بارے باری لب رکھتے گھمبیر لہجے میں کہا۔

سدرہ ایک دم کپکپا گئی تھی۔اس کو لمس شدت لیے ہوئے تھا۔

"باقی باتیں ہم گھر جا کر کریں گے،۔ تمہیں دل کی سب باتیں تسلی سے سناؤں گا۔۔"۔خاور نے مسکراتے ہوئے اس کی پیشانی پر لب رکھے۔۔ایک طرح کا یہ مان دینے جیسا تھا۔ ۔

اور یہی مان سدرہ کی جان ہلکان کر گیا۔

"جلدی سے باہر آجاؤ پھر اپنے گھر چلیں گے۔۔"اس کا ہاتھ دبائے وہ باہر نکل گیا۔

"میں اس شخص کے قابل نہیں ہوں۔۔ مم مجھے انہیں سب بتانا ہی ہو گا۔"

وہ بڑبڑاتی ہوئی بیڈ پر دوبارہ بیٹھ گئی تھی۔

"تم تو سدرہ ہو۔ کنزل کی کزن۔۔۔اور تم تو کسی کو پسند کرتا تھا۔؟"

گل کی حیرت بجا تھی۔ سدرہ کا رنگ مزید اڑا۔۔اب تو اس کا راز

سب کے سامنے آنے والا تھا۔

"تم پریشان مت ہو۔اب تم میرا بھی ہو۔۔"

گل نے بمشکل کہا، لیکن آج تو جھٹکوں کا دن تھا۔

سدرہ نے اس کے سامنے ہاتھ جوڑے تو گل نے نظر چرائی۔

بھائی کو بھیجتی ہوں۔ فکر مت کرو۔۔"گل نے ایک بار پھر تسلی

دی،۔ لیکن سدرہ کسی کے خالص جذبات کا قتل نہیں کر سکتی تھی۔

"میری بات سنو، تم جانتی ہو، کہ میں کسی کو پسند کرتی تھی، اس لیے اسے کہو مجھے طلاق دے دو۔۔"

وہ جانتی تھی کہ گل اسے پسند نہیں کرتی۔ اس لیے اس نے یہ سب کہا تھا۔

"تمہارا دماغ ٹھیک ہے۔ میرا بھائی کوئی کٹھ پتلی نہیں ہیں۔۔"

گل نے تھوڑا غصے سے کہا۔

"میں جانتی ہوں۔۔ پر انہیں کہیں مجھے طلاق دے دیں۔۔"

سدرہ بضد تھی، لیکن اس کا لہجہ اس کا ساتھ نہیں دے رہا تھا۔

"تمہیں میرے لالہ پسند نہیں ہیں ؟؟" گل نے سنجیدگی سے

پوچھا۔

"تمہارے لالہ میں کوئی برائی نہیں ہے لیکن میں اُن کے قابل

نہیں ہوں پلیز میں تمہارے آگے ہاتھ جوڑتی ہوں"۔

سدرہ نے اس کے سامنے ہاتھ جوڑتے بھاری لہجے میں کہا۔

گل کو تو کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا۔ جس سدرہ کو وہ جانتی تھی وہ ایسی تو

نہیں تھی۔

"تم کیا یہ سب اُس لڑکے کے لیے کر رہا ہے جسے تم پسند کرتا ہے؟" گل نے اس بار نرم لہجے میں سدرہ کے ہاتھوں پر اپنے ہاتھ رکھتے پوچھا۔

سدرہ نے نفی میں سر ہلایا۔

"میں کسی کو پسند نہیں کرتی۔ وہ سب میری کم عقلی تھی۔ میرے میں ہمت نہیں ہے کہ میں تمہیں سچ بتا سکوں لیکن میں تمھارے بھائی کی زندگی خراب نہیں کرنا چاہتی۔ مرے گھر والوں نے میری

بات نہیں سنی۔ پلیز تم اپنے بھائی سے بات کرو کہ وہ مجھے طلاق

دے دیں"۔ سدرہ نے روتے ہوئے کہا۔

اس کے رونے پر گل پریشان ہو گئی تھی۔

"تم رونا بند کرو ورنہ لالہ سمجھے گا ہم نے اُس کی دلہن کو رلایا ہے۔

اور ام تم سے نفرت نہیں کرتا تھا بس ہم کو تمھاری کچھ عادتیں

اچھی نہیں لگتی تھیں۔

اور لالہ نے تم سے نکاح کیا تو کچھ نا کچھ سوچ کر ہی کیا ہو گا۔ تم

پریشان مت ہو وہ تم کو بہت خوش رکھے گا۔

اور تمھاری باتیں ہمارے دماغ میں نہیں پڑی لیکن لالہ کے سامنے

طلاق کی بات مت کرنا۔

اور اب سے تم ہمارا بھابھی ہے اگر کسی بھی چیز کی ضرورت ہو تو ہم

کو بتا دینا۔"

گل نے مسکراتے ہوئے کہا۔ سدرہ اس کی بات سن کر بہت مایوس

ہوئی تھی اتنا تو وہ سمجھ گئی تھی کہ گل اس کی مدد نہیں کرے گی۔

"بھابھی کیا تم کو کنزل کا معلوم ہے؟ وہ کہاں پر ہے؟" گل نے

تھوڑا جھجھکتے ہوئے پوچھا۔

کنزل" !!

سدرہ نے منہ میں بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

کنزل کے ساتھ بھی تو اس نے کتنا برا کیا تھا۔

وہ خون میں لت پت لیٹی ہوئی تھی۔ لیکن اس نے آگے بڑھ کر اس کی مدد نہیں کی ایک پل کے لیے سدرہ کا دل کنزل کو دیکھ کر کانپ گیا تھا اس نے ایک قدم آگے بڑھایا تھا لیکن تہمینہ اس کا ہاتھ پکڑے وہاں سے لے گئی تھی۔

مجھے اُس سے بھی اور شائستہ پھوپھو سے بھی معافی مانگنی ہے۔ کاش میری ماں اور دادی نے ہمارے دماغ میں پھوپھو اور اُن کی بیٹیوں کے خلاف نفرت نا ڈالی ہوتی تو آج وہ بھی مختلف سدرہ ہوتی جو سب سے پیار اور محبت کرتی۔

گل نے پھر سے سدرہ کو روتے دیکھا جو جلدی سے بولی۔

"بھابھی تم ہم کو مت بتاؤ لیکن رونا بند کرو ورنہ لالہ ہماری جان لے لے گا۔ اور اب ام چلتا ہے۔ لالہ بس آتا ہی ہے۔۔" گل نے جلدی سے کہا اور دروازہ کھولے وہاں سے چلی گئی۔

اس کا درد سے پھٹ رہا تھا۔ وہ کچھ دیر سونا چاہتی تھی۔ لیکن یہ سادہ لباس بھی اسے بیزار کر رہا تھا۔

وہ کمرے میں نظر دوڑاتی اپنا بیگ بھی ڈھونڈ رہی تھی۔

مایوس ہو کر اس نے الماری کو دیکھا۔

جھجھک کر اس نے وارڈوب کھولی تو وہاں اس کے کئی کپڑے موجود تھے۔ سادہ سا لباس اٹھا کر اس نے شکر کا کلمہ پڑھا۔۔

سدرہ چینج کر کے واپس آئی تو خاور بھی کمرے میں آ چکا تھا۔

"تم نے چینج کیوں کیا؟ میرا انتظار تو کر لیتی۔۔" خاور نے اپنی کلائی سے گھڑی اتارتے ہوئے پوچھا۔ اس کے لہجے میں شکوہ تھا۔

"مجھے آپ سے بات کرنی ہے۔" سدرہ نے گہرا سانس لیتے اس کی بات کو اگنور کرتے کہا۔

خاور چلتا ہوا سدرہ کے پاس آیا۔

"کیا بات کرنی ہے؟ آج کی رات میں تمہیں ہی سننا چاہتا ہوں بولو کیا کہنا ہے؟؟"

اس نے سدرہ کے قریب آتے پوچھا۔ جبکہ لہجے میں خماری سی

تھی۔

سدرہ دیوار سے لگی۔۔ جبکہ خاور دیوار پر ہاتھ رکھے اس پر سایہ

فگن ہوا۔

اس نے ہمت مجتمع کرتے بات کا آغاز کیا۔

"وہ میں کسی کو پسند کرتی تھی۔ اور میں۔۔۔"

سدرہ نے گھبر ائے ہوئے لہجے میں کہا۔ لیکن خاور اس کی بات

اچک چکا تھا۔

"اس لیے تم مجھ سے طلاق مانگ رہی تھی؟ تاکہ اُس سے شادی کر سکو؟ تمہاری گھر والوں نے تمہارا زبردستی مجھ سے نکاح کر دیا؟"

خاور نے گہرے لہجے میں سدرہ کے کلپ تک اپنا ہاتھ لے جاتے اس کے بالوں کو اس سے آزاد کرتے پوچھا۔

جس کے کچھ بالوں کی لٹیں اس کے چہرے پر آکر بوسہ دینے لگی تھیں۔

وہ ۔۔۔۔"

سدرہ کو سمجھ نہیں آرہی تھی کہ کس طرح بتائے۔

"آپ کو فرق نہیں پڑتا؟ شادی کی پہلی رات آپ کی بیوی آپ کے سامنے کہہ رہی ہے وہ کسی اور کو پسند کرتی تھی؟"

سدرہ نے بے بسی اسے دیکھتے پوچھا۔

خاور تو اس کی بات سن کر ابھی بھی آرام سے کھڑا تھا۔ اس کے چہرے پر غصہ بھی نظر نہیں آرہا تھا۔

"مجھے فرق پڑتا ہے اب اس بات سے کہ میری شادی ہو گئی اور

میری خوبصورت بیوی میرے سامنے کھڑی ہے اور ہمیں باتوں

میں وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے۔"

خاور نے اس کے کان کے پاس جھکتے سرگوشی نما انداز میں کہتے

وہاں اپنے لب رکھ دیے۔

سدرہ اس کا لمس محسوس کرتے کانپ گئی تھی۔

"اس بارے میں کل بات کریں گے۔"

خاور نے کہتے ہی سدرہ کو اپنی بانہوں میں اٹھایا اور اسے بیڈ لی

طرف لے گیا۔

سدرہ کی خوف سے آنکھیں پھیل گئی تھی۔

زبان سے تو ایک لفظ بھی ادا نہیں ہو رہا تھا۔ آنکھوں سے آنسو

بے ساختہ نکل رہے تھے۔

"میں تم کو روتا ہوئے نہیں دیکھ سکتا۔ اس لیے ان آنسو کو باہر نا

آنے دیا کرو۔"

خاور نے کہتے ہی پیار سے سدرہ کے آنسوؤں کو جھک کر اپنے لبوں سے چن لیا۔

مجھے۔۔۔"سدرہ نے ٹوٹے پھوٹے لفظوں میں کچھ کہنا چاہا لیکن خاور نے اس کے ہونٹوں پر جھک کر اسے خاموش کروا دیا تھا۔اس کا عمل جیسے جتا گیا تھا کہ وہ کچھ سننا نہیں چاہتا۔۔

کچھ دیر بعد وہ دور ہوا تو سدرہ نے پھولی سانسوں سرخ چہرے سے خاور کو دیکھا۔جس کی آنکھوں میں جذبات کی شدت تھی۔

"میرا دل پہلی ہی ملاقات میں تمہارا طلبگار ہو گیا تھا۔۔ تمہارا ماضی کیا ہے مجھے فرق نہیں پڑتا نہ مجھے دلچسپی ہے کیونکہ تم ماضی میں نہیں حال میں مجھے ملی ہو اور تمہیں مستقبل میں میرے قریب رہنا ہے پھر ماضی جان کر کیا کروں گا؟" اس کی بھیگی آنکھوں پر لب رکھ کر اس نے گھمبیرتا سے کہا۔

"آپ۔۔۔" سدرہ شرم سے سرخ پڑتے چہرے کے ساتھ بول ہی نہیں پائی۔

"ہاں میں بہت اچھا ہوں۔۔ لیکن اس وقت تمہارے حق میں برا

ثابت ہونے والا ہوں۔۔"

خاور لب دبائے بولا تو سدرہ نے سہم کر اسے دیکھا۔۔ جو اس کی

آنکھوں میں ہی جھانک رہا تھا۔

سدرہ زیادہ دیکھ ہی نہیں پائی تھی۔ خاور مسکرایا،۔ اور اسے بانہوں

میں سمیٹے اس پر جھکتا چلا گیا۔۔۔ سدرہ کی مزاحمت تھم سی

گئی۔۔ وہ اپنے شوہر کو اس کے حق سے محروم نہیں کر سکتی تھی۔

صبح سدرہ کی آنکھ کھلی تو اس نے خود کو اکیلا کمرے میں پایا تھا۔

رات کا سوچتے ہی اس کا چہرہ سرخ ہوا۔۔رات خاور اسے ایسے چھو رہا تھا جیسے وہ کانچ کی گڑیا ہو۔اس کے سارے غم اپنے لبوں سے سمیٹ کر اسے معتبر ہی تو کر گیا تھا۔۔اس کی سرگوشیاں سوچتی وہ کپکپا کر رہ گئی۔

اُسے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ کوئی انسان اتنا اچھا کیسے ہو سکتا ہے۔ نکاح کے فوراً بعد جو لڑکی طلاق مانگے اور کہے کہ وہ کسی اور کو پسند کرتی تھی یہ سب جاننے کے بعد بھی شوہر کا رویہ آتا اچھا کیسے ہو سکتا ہے۔ لیکن وہ یہ نہیں جانتی تھی کہ خاور سب کچھ پہلے سے جانتا ہے۔ اس لیے پر سکون سا تھا۔

اس کی نظر سامنے الماری کے ہینڈل پر لٹکے ڈریس پر گئی، جو آتشی رنگ کا خاصہ کا مدار تھا۔

اتنا بھاری ڈریس دیکھ کر وہ پر سوچ ہوئی، اس نے تو نکاح پر سادہ

جوڑا پہنا تھا۔۔

شاید وہ خاور لٹا کر گیا تھا۔ اس لیے اس نے وہی پہننے کا سوچا تھا۔

کچھ دیر بعد وہ فریش ہوئے باہر آئی، اور آئینے میں اپنا چہرہ دیکھتی

شرما سی گئی۔۔ اس کے چہرے پر خاور کی چاہت کے رنگ کھلے

تھے۔

پشت پر بکھری بالوں کی لٹوں سے پانی کی بوندیں کمر کو بھی بھیگا چکی

تھیں۔

ڈھلا ڈھلا سا حسن مزید نکھر گیا تھا۔۔

"تم جلدی سے تیار ہو جاؤ پھر ہم اکٹھے نیچے ناشتے کے لیے جائیں

گئے۔ تمھارے گھر والے آ چکے ۔۔۔۔"

خاور عجلت میں بولتا اندر آیا لیکن اس کا بھیگا سراپا دیکھے مسمرائز

ہوا۔

وہ بھاری قدم لیتا اس کی طرف آیا تو سدرہ کپکپا گئی۔

بھیگی موٹی لٹوں کو اپنے چہرے پر پھیلائے اس نے خوشبو سانسوں میں اتاری۔۔اس کے عمل پر کپکپاتی وہ مزاحمت کرنے لگی۔۔لیکن خاور نے اس کے گرد بازو حائل کر کے تھوڑی اس کے کندھے پر ٹکائی۔۔اس کی خوشبو میں سانس بھرتا وہ بہکنے کی تیاری میں تھا۔

"ناشتہ۔۔۔دد دیر۔۔۔" وہ بوکھلائی تھی۔لفظ الجھ سے گئے تھے۔

"نہیں ہوتی دیر۔۔۔" وہ لب گال پر مس کیے بولا اور اس کی کلائی پکڑے اس میں کنگن پہنا دیے۔

"یہ تمھاری منہ دکھائی کا تحفہ ہے۔"

اس کی مخروطی انگلیوں میں انگلیاں الجھاتا وہ گھمبیر تا سے بولا۔

وہ سدرہ کو اپنے عمل سے خود کا اسیر کیے جارہا تھا۔

سدرہ کے چہرے پر گلال پھیل گیا تھا۔۔وہ شخص اپنی چھا جانے والی شخصیت سے اسے قید کیے رات سے کافی ہلکان کر چکا تھا لیکن رات کے مقابلے میں وہ اس وقت کچھ حد تک ٹھیک تھی۔

"اگر تمھارے گھر والے تمھیں اپنے ساتھ لے کر جانا چاہے تو تم صاف انکار کر دو گی۔ کیونکہ فلحال میں تمہیں خود سے ہرگز دور نہیں بھیجنا چاہتا۔"

خاور نے ٹھوڑی سے پکڑ کر سدرہ کا چہرہ اوپر کرتے کہا۔ اور آئینے میں سے ہی دونوں کا عکس دیکھا۔

"آپ کیا چاہتے ہیں اور کیوں یہ سب کر رہے ہیں؟ میں بلکل بھی اچھی نہیں ہوں آپ کی نرمی اور محبت کے قابل نہیں ہوں میں بلکہ میں تو آپ کی بیوی ہونے کے قابل نہیں ہوں۔ آپ ایک بار میری بات کیوں نہیں سن لیتے میں آپ کو۔۔"

خاور نے اس کے لفظ اپنے لبوں سے روکے۔

سدرہ ایک بار پھر بے بس ہوئی تھی۔اس کی شرٹ جکڑتی وہ بمشکل کھڑی رہ پائی۔

"اب تم یہ لفظ کہتے ہوئے سو بار سوچو گی،۔ کیونکہ میں یہ بکواس لفظ سننا ہی نہیں چاہتا۔"

اس کے ماتھے سے ماتھا ٹکرائے وہ اس کی بوجھل سانسوں کے ساز کو سنتا گھمبیر تا سے بولا۔

نرمی سے اس کی پشت سہلائے اس نے سانس بحال کرنے میں مدد کی۔

"لیکن کیوں؟ آپ کیوں وجہ جاننا نہیں چاہتے؟ کیوں آپ جاننا نہیں چاہتے کہ میں آپ سے طلاق کا مطالبہ کیوں کر رہی ہوں؟"

سدرہ نے خاور کے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"مجھے فرق نہیں پڑتا کہ شادی سے پہلے تم کیا تھی کیا نہیں۔ مجھے فرق پڑتا ہے تو اس بات سے کہ اب تم میرے نکاح میں ہو میری بیوی ہو۔ اگر اب تم ایسا کچھ کرتی ہو جو ہمارے رشتے میں تلخی لائے تو پھر مجھے فرق پڑے گا۔ لیکن اب تم طلاق کی بات نہیں کرو گی۔"

خاور نے اس کی گیلی لٹوں کو چہرے سے ہٹائے اپنے لہجے سے جتایا تھا۔

سدرہ خاموش رہی تھی۔ وہ شخص اسے اپنا قرض دار بنا رہا تھا۔

خاور کی باتوں نے ابھی بھی اسے مطمئن نہیں کیا تھا۔

وہ تو نہیں جانتی تھی کہ خاور کو سب معلوم ہے لیکن اس کا ضمیر کسی بھی طرح مطمئن نہیں ہو رہا تھا اگر وہ احمد کے ساتھ نہ جاتی تو یہ سب نہ ہوتا۔

اس کے اندر پچھتاوا تھا۔ ہر چیز کے لیے وہ خود کو ہی ذمہ دار سمجھ

رہی تھی۔ اور اندر ہی اندر ان سب چیزوں کا سوچ کر شرمندگی

میں دھنستی جا رہی تھی۔

"چلیں؟" خاور نے سدرہ کو دیکھتے پوچھا جس نے اثبات میں سر

ہلایا۔

"نہیں ابھی نہیں۔۔" خاور پر اسراریت سے بولا۔

سدرہ کا رنگ اڑا۔۔ خاور اس کا رخ دوبارہ آئینے کی طرف کرتا اس

کا سرخ پڑتا چہرہ اوپر کیے اسی توجہ دلوا رہا تھا۔

"ویسے تمہیں مصنوعی حسن کی ضرورت تو نہیں ہے، کیونکہ میری قربت کے رنگ خاص نظر آ رہے ہیں لیکن میں چاہتا ہوں کہ تم خود کو مزید نکھارو کہ میری نظر تمہارے چہرے سے ہٹ نہ سکے۔۔۔" اس کے گلابی لبوں کو دیکھتے وہ گھمبیر تا سے بول کر بیڈ پر بیٹھ گیا۔۔

سدرہ کپکپاتے ہاتھوں سے چہرے پر میک اپ کرنے لگی۔ کیونکہ خاور ترچھا لیٹے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

کچھ دیر میں وہ باہر نکلنے لگے تو خاور نے اس کے نم بالوں کو ڈوپٹے

میں چھپا دیا۔

تہمینہ اپنی بیٹی کی چمکتی صورت دیکھے بے ساختہ رب کی شکر گزار

ہوئی تھی۔۔

"ماشاءاللہ میری بچی کتنی پیاری لگ رہی ہے؟"۔اس کی پیشانی

چومی۔

سدرہ اپنی دادی کے پاس بیٹھ گئی جو اس کے واری صدقے جا رہی تھیں۔

خاور عدیم اور جمشید سے باتیں کرنے میں مگن تھا لیکن ایک نگاہ اس کے سرخ چہرے پر بھی ڈال لیتا۔۔جو انگلیاں چٹخائے دادی کے سوالوں کے جواب دے رہی تھی۔

گل ان کے لیے چائے لے آئی اور سب کو مشترکہ سلام کرنے کے بعد اس نے سب کو چائے دی۔

لیکن جب وہ زبیر کو چائے دینے لگی تو اس نے جان بوجھ کر گل کے

ہاتھ کو چھوا تھا جو ایک دم گھبرا کر پیچھے ہوئی۔ اور زبیر کی یہ حرکت

سدرہ نے بھی دیکھی تھی۔

گل غصے سے سرخ پڑتے چہرے پر ضبط کیے وہاں چلی گئی۔

"سدرہ تم ہمارے ساتھ آرہی ہو ناں؟" تہمینہ نے پیار سے اپنی بیٹی

کو دیکھتے پوچھا جس نے ایک نظر خاور کو دیکھا تھا جو پہلے سے ہی

اسے دیکھ رہا تھا۔

"نہیں میں ابھی نہیں آؤں گی لیکن ولیمے کے بعد کچھ دن آکر رہو گی۔"

سدرہ نے اپنی ماں کو دیکھتے کہا۔ وہ اپنے شوہر کا حکم نہیں ٹال سکتی تھی جس نے کل سے اسے ہتھیلی کا چھالا بنایا ہوا تھا۔

"لو ابھی یہاں آئے تمہیں ایک دن ہی ہوا اور تم یہاں کی ہو کر رہ گئی۔" تہمینہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بچی ٹھیک کہہ رہی ہے۔ ابھی اُسے اپنی سسرال ہی رہنا چاہیے اور اگر وہ خود نہیں آنا چاہتی تو ہم زبردستی کیوں کریں۔ اور گل کو بھی تو اپنی بھابھی سے باتیں کرنی ہیں۔"

دادی نے تہمینہ کو دیکھتے کہا۔

" چلیں بیٹا جی اب ہم چلتے ہیں۔۔ خوش رہو میری گڑیا رانی۔"

جمشید نے کھڑے ہوتے کہا، اور بیٹی کی پیشانی کو نرمی سے چوما۔

سدرہ کی آنکھیں باپ کی شفقت پر بھیگی تھیں۔

"انکل آپ سب ناشتہ کر کے جایئے گا۔۔"

" پھر کبھی، اب تو آنا جانا لگا ہی رہے گا۔۔"جواب عدیم نے دیا

تھا۔

سب لوگ سدرہ کو مل کر وہاں سے چلے گئے خاور ان کو باہر تک

چھوڑنے گیا تھا۔

زبیر ابھی اندر ہی تھا۔

"سدرہ کیا گل کا نمبر مل سکتا ہے؟"

زبیر نے سدرہ کے پاس آتے پوچھا جو سپاٹ چہرہ لیے کھڑی تھی۔

گل جس نے ملازمہ سے سنا کہ مہمان جا چکے ہیں اندر آرہی تھی۔زبیر کی بات سن کر وہی رک گئی۔

"میری بات آپ کان کھول کر سن لیں اگر آپ نے گل پر گندی نظر رکھی یا اُس کے ساتھ کوئی بھی بدتمیزی کرنے کی کوشش کی تو میں خاور کو بتانے میں دیر نہیں کروں گی اس لیے آپ اُس سے دور رہیں اور دوبارہ یہاں مت آیئے گا اگر مجھ سے کوئی کام ہو اتو مجھے کال کر لینا لیکن یہاں آنے کی ضرورت نہیں ہے۔۔"

سدرہ نے دوٹوک الفاظ میں کہا۔

زبیر حیرانگی سے اپنی بہن کو دیکھ رہا تھا جس کے تو تیور ہی نہیں مل رہے تھے۔

"تم تو ایک دن میں بدل گئی ہو۔۔۔"۔زبیر نے حیرانگی سے پوچھا۔

"باہر سب آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔"سدرہ نے کہا اور وہاں سے چلی گئی۔

زبیر بھی ایک نظر سدرہ پر ڈال کر وہاں سے چلا گیا۔

وہ ایسا تو تھا نہیں کہ سدرہ نے اسے روکا اور وہ رک جائے۔

گل تو بے یقینی کے عالم میں کھڑی تھی۔اسے سدرہ سے اس بات کی امید نہیں تھی لیکن اب یہ سب سننے کے بعد اسکے دل میں سدرہ کی عزت مزید بھر گئی تھی۔

جس سدرہ کو اس نے یونیورسٹی میں دیکھا تھا وہ الگ تھی اور جو اس کی بھابھی بن کر آئی تھی وہ الگ تھی۔اور اسے اپنی بھابھی سدرہ زیادہ پسند آئی تھی۔

گل مسکرا کر اپنے کمرے کی طرف چلی گئی۔

خاور واپس آیا تو سدرہ اس کے پاس آئی۔

"مجھے آپ سے ایک بات کہنی تھی"۔ سدرہ نے جلدی سے کہا۔

"ہاں کہو میں سن رہا ہوں۔۔" خاور نے کہا۔ اور اس کے کندھے کے گرد بازو حائل کیے۔۔

"مجھے پھوپھو کے گھر جانا ہے وہ میرے نکاح پر بھی نہیں آئی تھیں۔ تو میں اُن سے ملنا چاہتی ہوں۔۔"۔ سدرہ نے کہا تو خاور مسکرا پڑا۔

"ٹھیک ہے ہم دونوں آج ہی اُن سے ملنے چلیں گے۔۔"

خاور نے کہا تو سدرہ ہلکا سا مسکرا پڑی تھی۔

خاور نے اسے پہلی بار مسکراتے دیکھا تھا۔

"مسکرایا کرو کیونکہ میں تمہاری اس مسکراہٹ سے جان گیا ہوں

کہ تم بہت خوبصورت مسکراتی ہو۔۔"

سدرہ نے نظر جھکائی، خاور اس کی ادا پر دل تھام کر رہ گیا۔۔

سدرہ جا کر کنزل اور شائستہ سے معافی مانگنا چاہتی تھی لیکن وہ نہیں

جانتی تھی کہ اس کی پھوپھو کب کی اس دنیا سے جا چکی ہیں۔

"ناشتہ کرلیں؟" خاور نے اسے دیکھتے پوچھا تو سدرہ اثبات میں سر

ہلاتے خاور کے ساتھ چل پڑی۔

سدرہ خاور کے ساتھ شائستہ کے گھر کے آگے کھڑی اب بھی بے

یقین تھی۔

اس کی پھپھو کی موت ہو گئی تھی، اور اسے گھر والے بے خبری

سے اپنی خوشیاں سمیٹ رہے تھے۔۔ اسے مزید احساسِ ندامت

نے گھیرا۔۔

رنم اور کنزل کہاں ہیں؟" وہ بڑبڑائی۔

"پریشان مت ہو۔ ہم ساتھ والے گھر سے پوچھتے ہیں۔۔"

خاور نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

ساتھ والے گھر سے بھی انہیں ناامیدی کا سامنا کرنا پڑا۔

"پھپھو اتنی جلدی چلی گئیں۔۔یہ سب کیا۔۔۔"وہ پھوٹ پھوٹ کر روتی خاور کے سینے سے لگی۔۔

"پریشان مت ہو میں تمہارے کزنز کو ڈھونڈ لاؤں گا۔۔پر تم رونا بند کرو۔۔"اس کی پشت سہلائے وہ نرمی سے بولا۔

اسے بھی سدرہ کے حوالے سے ان کی فکر ہوئی تھی۔

"آپ کہاں ڈھونڈیں گے ؟؟"سدرہ سر اٹھائے اپنی حالت پر قابو پائے کہا۔

"اتنا بڑا شہر ہے ؟ ان کو ڈھونڈنا مشکل تو ہو گا، لیکن ناممکن نہیں

ہو گا میرے لیے۔۔"

خاور نے سنجیدگی سے کہا۔

"میں آپ کا یہ احسان کبھی نہیں بھولوں گی۔۔"

"میں تم پر کوئی احسان نہیں کر رہا لڑکی۔۔ تم اب میرا بیوی ہو۔۔"

سدرہ اس کے الگ سے لب و لہجے پر مسکرائی تھی۔

وہ کافی حد تک اپنے مذکر مونث پر قابو پا چکا تھا۔ لیکن کچھ لفظ ادا

بہت مشکل سے ہوتے تھے۔

" تم مسکرا رہا ہے ؟" خاور مصنوعی ناراضگی سے بولا۔

اور گاڑی سٹارٹ کرنے لگا۔

" آپ پکا دونوں کا تلاش کریں گئے ناں ؟"۔ سدرہ نے کنفرم کرنا

چاہا۔"

"ہاں میں وعدہ کرتا ہوں اپنی پوری کوشش کروں گا۔

اب ہنسنے کی وجہ بتاؤ۔۔"

"وہ آپ جیسے بول رہے تھے، بہت پیارے لگ رہے

تھے۔۔"سدرہ انگلیاں چٹخائے بولی مبادہ وہ غصہ نہ کرلے۔

" شکر ہے میں تمہیں پیارا تو لگا۔۔"خاور بھی اب مسکرایا تھا۔

چلو تمہیں آئسکریم کھلاتا ہوں۔۔اس کا موڈ مزید ٹھیک کرنے کے

لیے وہ اسے آئس کریم پارلر کے سامنے گاڑی روک گیا تھا۔

"نہیں گھر چلیں۔۔"وہ اس وقت غم کے زیرِ اثر تھی۔

"گھر بھی چلیں جائیں گے۔۔"

"گل انتظار کر رہی ہو گی؟؟"سدرہ نے اس کی توجہ دلوائی۔

"اسے پتہ ہے ہم نیولی میریڈ کپل ہیں، کچھ وقت ساتھ گزار کر ہی آئیں گے ۔"

وہ زرا سا جھکے فسوں خیزی سے بولا۔

"پھر اس کے لیے بھی آئسکریم لے لیجیے گا۔۔" وہ بمشکل کہہ پائی،

اس کی پر تپش نگاہ سہنا سدرہ کے بس کا کام نہیں تھا۔

"میری بیوی تو ایک دن میں ہی ساری ذمہ داریوں کو سمجھ گئی

ہے۔۔" خاور کو خوشی ہوئی تھی۔

"وہ میری نند نہیں بہن ہے۔۔" وہ کیسے بتا دیتی کہ اس نے تو اس

سے بھی کئی بار بد تمیزی کی تھی، لیکن وہ پھر بھی اس کو اپنی بھابھی

کے حوالے سے قبول کر چکی تھی۔

کچھ دیر بعد آئسکریم آئی تو سدرہ اس کی جانب متوجہ ہو گئی۔

خاور نے اس کے منہ کے قریب اپنا فلیور کیا، تو سدرہ نے بمشکل کھایا۔۔

فروٹی فلیور اس کا کبھی بھی پسندیدہ نہیں تھا، لیکن ناجانے کیوں وہ خاور کے ہاتھوں سے دو تین چمچ کھا چکی تھی۔

اس وقت وہ خاور کی ہر بات تو بظاہر مان رہی تھی، لیکن اندر سے پل پل اس کا دل تڑپ رہا تھا۔پچھتاوے اس کا دماغ خراب کر رہے تھے،۔

ایک بار وہ خاور کو اپنی سچائی ضرور بتانا چاہتی تھی۔

"بھابھی کنزل کا پتہ چلا۔۔؟" گل لاؤنج میں ہی چکر کاٹ رہی

تھی۔،

"یہاں بیٹھو۔۔پہلے آئسکریم کھاؤ۔۔۔تمہاری بھابھی تمہارے

لیے لائی ہے۔۔"

خاور جانتا تھا کہ وہ کنزل کے ساتھ بہت اٹیچ ہو چکی ہے۔

"لالہ آپ پہلے بتائیں۔۔"

"کنزل کی والدہ کا انتقال ہو گیا ہے۔۔اور وہ دونوں اب وہاں نہیں رہتی، وہ کہاں گئی ہیں کسی کو کچھ پتہ نہیں ہے۔۔"

گل کا دل لرزا تھا جبکہ بے ساختہ آنسو گالوں پر بہہ نکلے۔

"کنزل کی امی۔۔۔"خاور نے اسے ساتھ لگایا، جبکہ سدرہ کی آنکھیں بھی بہنے لگی تھیں۔

"تم دونوں ٹینشن مت لو میں کوشش کرتا ہوں اُن کو تلاش کرنے کی۔"

خاور نے دونوں کو دیکھتے حوصلہ دیتے کہا۔

"لالہ میری دوست نا جانے کہاں ہو گا؟؟" گل اپنے جذبات پر قابو نہیں رکھ پا رہی تھی۔

"گل رومت۔۔ اللہ سے دعا کرو، وہ ٹھیک ہو گی۔۔ جہاں بھی ہو گی۔۔" سدرہ نے اسے حوصلہ دیا۔

"بھابھی وہ بیچاری بہت پریشان تھی۔۔ اور مجھے دیکھو میں کتنا بے خبر تھا۔؟"

سدرہ کے اندر پچھتاوے پھیلے تھے۔۔ وہ گل کو کس زبان سے حوصلہ دیتی اسے سمجھ ہی نہیں آیا تھا۔

رنم کچن میں اپنے لیے چائے بناتی زیرِ لب ورد بھی جاری رکھے ہوئے تھی۔

اب وہ کچھ حد تک سنبھل گئی تھی۔

اسفند دوبارہ گھر نہیں آیا تھا لیکن وہ کیمرے سے دیکھ لیتا تھا کہ رنم کیا کر رہی ہے۔

کنزل کے مل جانے کی دعا ہر وقت لبوں پر رہتی تھی۔

اسے یہاں ایک قرآن پاک بھی مل گیا تھا وہ جتنے بھی سپارے

پڑھتی اپنے ماں باپ کو بخش دیتی۔

جب بھی اسفند آئیں گے تو وہ اس سے کنزل کے بارے میں بات

کروں گی۔"

اسے حیرت ہوئی تھی کہ اسے یہاں آئے دو ماہ گزر گئے تھے لیکن

اسفند نے دوبارہ چکر نہیں لگایا ورنہ وہ کہہ کر گیا تھا کہ کچھ دنوں بعد

چکر لگائے گا۔یعنی وہ اپنے قول کا سچا آدمی تھا۔

رنم اسفند کے بارے میں ہی سوچ رہی تھی جب اس کا موبائل

رنگ ہوا جو اسفند اسے دے کر گیا تھا۔

"تم مجھے یاد کر رہی تھی؟" سپیکر پر اسفند کی آواز ابھری تو پہلے تو

رنم کو غصہ آیا کہ دو مہینے سے وہ یہاں پر ایک طرح کی قید تھی۔

سارادن وہ بھوتوں کی طرح گھر کا چکر لگاتی گھر کے سارے کام کرتی پھر بھی جلدی فارغ ہو کر بیٹھ جاتی اور پھر بور ہوتی۔

"مجھے یہاں کیا مرنے کے لیے چھوڑا ہوا ہے؟"

رنم نے غصے سے پوچھا۔

"میڈم مرنے کا تو آپ اُس وقت کہتی جب میں آپ کو کچھ کھانے پینے کو نا دیتا ہر چیز اس گھر میں موجود ہے۔ اور تمہیں کیا چاہیے۔ مجھے تم ویسے ہی پسند نہیں کرتی اس لیے میں نہیں آیا اگر تم مجھے مس کر رہی تھی تو میں آجاتا ہوں۔"

اسفند نے آخری بات شرارتی لہجے میں کہی۔

"شٹ اپ میں کیوں تمہیں مس کرنے لگی"۔رنم سے جب کوئی

بات نہیں بن پائی تو اس نے غصے سے کہا اور فون بند کر دیا۔

اسفند اپنے موبائل کو دیکھتے ہنس پڑا تھا۔

وہ ان دو مہینوں میں بہت بزی رہا تھا۔

وہ اپنے مقصد کے بہت قریب پہنچ چکا تھا۔

آج اسے اپنے ڈیڈ کے پرانے دوست سے ملنا تھا۔

جو بہت مشکل سے اسے ملا تھا۔ اسے لگ رہا تھا کہ اسے اب اپنے

سارے سوالوں کے جواب مل جائیں گے عدیم سے تو اسے کوئی

سراغ نہیں ملا تھا۔

عالم کچھ دن پہلے حسام کے پاس گیا تھا وہاں پر اسے عالم کی ضرورت

تھی۔

اور جب عالم نے جانے سے پہلے اسفند کو کہا کہ وہ کنزل کے بارے میں معلوم کرے کہ وہ کہاں پر ہے یہ سن کر اسفند کو حیرت کا جھٹکا لگا تھا۔یعنی اس کا بھائی بھی کنزل کو تلاش رہا تھا۔۔

اسفند نے اسے اتنا بتایا تھا کہ وہ عدیم کے پاس ہے اور یہ سنتے ہی کچھ دنوں بعد اسنے کہاں تھا کہ کسی بھی طرح معلوم کرو کہ وہ کہاں ہے اور میرے واپس آنے تک اُسے تلاش کر کے لاؤ۔اسی سلسلے

میں وہ بری طرح مصروف تھا لیکن اس نے رنم پر اب کی مرتبہ

نظر رکھی تھی۔

عدیم آج پھر کنزل کے پاس آیا تھا۔۔

"کیسی ہو سویٹ ہارٹ؟"

عدیم نے کمرے میں داخل ہوتے خوشگوار لہجے میں پوچھا۔۔

کنزل نے گھٹنوں سے سر اٹھا کر عدیم کو دیکھا۔۔اس کی خالی ویران

آنکھوں نے عدیم کے دل میں ہلکی سی چھبن سی پیدا کی۔لیکن

صرف ایک پل کے لیے۔۔اگلے ہی پل وہ چہرے پر شیطانی مسکراہٹ سجالی۔

"ویسے ایک بات تو ماننی پڑے گی۔"

عدیم نے اس کے پاس گھٹنوں کے بل بیٹھتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

"تم ابھی بھی اتنی ہی حسین لگ رہی ہو جتنی پہلے لگتی تھی۔"

عدیم نے اس کے ہونٹوں پر نظریں گاڑھتے ہوئے کمینگی سے کہا۔

اس سے پہلے وہ اس کے ہونٹوں پر جھکتا۔ کنزل نے اپنا چہرہ دائیں جانب موڑ لیا تھا۔

کنزل کی اس حرکت پر عدیم ہنس پڑا تھا۔

"تمھارے لیے میرے پاس ایک خبر ہے۔"

عدیم نے کہتے ہی کنزل کو بازو سے پکڑ کر خود کے سامنے کھڑا کیا۔

"تمھاری ماں بھی تمہیں چھوڑ کر چلی گئی۔

میں یہ خبر بہت پہلے ہی تمہیں دینا چاہتا تھا لیکن پھر مصروف ہو گیا۔"

عدیم نے عام سے لہجے میں کہا جیسے یہ اس کے لیے معمولی سی بات ہو۔

کیا مطلب؟ کنزل نے کپکپاتے لہجے میں پوچھا۔ انہونی سی کا احساس دماغ میں پھیلا۔

"مطلب یہ کہ تمھاری ماں بھی مر چکی ہے۔"

عدیم نے کہا تو کنزل نے بے یقینی سے نفی میں سر ہلایا تھا۔

"نن نہیں تم جھوٹ بول رہے ہو ایسا نہیں ہو سکتا۔۔ وہ ٹھیک ہیں۔۔ وہ مجھے چھوڑ کر نہیں جا سکتیں۔۔۔"

کنزل نے پیچھے ہوتے بے یقینی سے کہا۔

"تمہیں لگتا ہے کہ میں جھوٹ بول رہا ہوں؟" عدیم نے آگے

آتے اسے دونوں بازوں سے دبوچتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔

کنزل کو لگا کہ عدیم کی انگلیاں اس کے بازوں میں دھنس جائیں گی

لیکن اس سے زیادہ تکلیف تو اسے کے دل میں ہو رہی تھی۔

"ہاں تم ہو جھوٹے اور گھٹیا انسان میں کیسے تمھاری بات پر یقین کر

لوں؟ وہ ٹھیک ہیں۔۔ تم جھوٹ بول رہے ہو۔۔ کیونکہ تم نے

ہمیشہ مجھ سے جھوٹ ہی بولا ہے۔۔"

کنزل نے اپنا پورا زور لگاتے عدیم کو پیچھے دھکا دیتے کہا۔

جس نے ماتھے پر تیور لیے کنزل کی طرف دیکھا تھا۔ جس کی حرکت خاصی ناگوار گزری تھی۔

"بہت ہی گھٹیا انسان ہوں میں ابھی تم نے میرا گھٹیا پن دیکھا ہی کہاں ہے۔"

عدیم کو طیش آیا تھا۔

"مزید کتنی کمینگی دکھاؤ گے؟ تمہاری کمینگی کی ہر حد دیکھ چکی

ہوں،۔۔وہ اب کی مرتبہ سہمی نہیں تھی۔۔۔

" میری ایک اور کمینگی، بلکہ میری دیوانگی کی انتہا دیکھو گی۔۔"

عدیم کی آنکھوں میں لال ڈورے پھیلے۔۔

کنزل سہمی تھی۔۔قدم پیچھے لیے وہ نفی میں سر ہلانے لگی۔

عدیم نے اس کی کلائی کو جارحانہ طریقے سے کھینچ کر اس کا رخ موڑا اور اس پر مکمل قابض ہوا۔

"چھوڑو۔۔۔مجھے۔۔وہ تڑپ ہی تو گئی تھی۔

"چھوڑ دوں گا۔۔بس اپنی دیوانگی تمہارے وجود پر ثبت کر دوں۔۔۔" وہ کان کے قریب غرایا، اور ایک ہاتھ سے اس کی شرٹ پچھلی جانب سے پھاڑی۔

کنزل کا رنگ فق ہوا تھا۔

"نن نہیں پلیز۔۔۔ نہیں۔۔۔عدیم رک جاؤ۔۔مجھے مزید رسوا نہ کرو۔۔مجھے میری نظر میں نہ گراؤ۔۔۔"وہ فریادی بنی مکمل بے بس ہو گئی تھی۔

"نہ میری جان رسوا نہیں کروں گا۔۔بلکہ تمہارے وجود پر اپنی دیوانگی ہمیشہ دیکھنا چاہتا ہوں ۔۔۔"

اس نے گلاس اٹھا کر اسے زور سے دیوار پر مارا۔ آدھے گلاس کا ٹکرا اس کے ہاتھ میں تھا جس کی نوک چمک رہی تھی۔

کنزل بن پانی مچھلی کی طرح اس کی گرفت میں تڑپ رہی تھی۔۔

بلکتی تڑپتی وہ اب بھی چیخ رہی تھی۔

کنزل کو لگا کس نے اس کا وجود کاٹ دیا ہو۔۔

آہہہہ۔۔۔" وہ بری طرح تڑپی تھی جبکہ عدیم اس پر قابض ہوئے

اس کی پشت پر درندگی کی مثال رقم کرتا چلا گیا۔

خون کی لکیریں اس کی بے داغ پشت پر گرنے لگی۔یہی خون عدیم

کی وحشت کو سکون دے رہا تھا۔

اس کی دلخراش چیخیں کمرے میں گونجی۔ کنزل کا حلق خشک ہو چکا

تھا۔۔ لیکن وہ درندہ اپنا کام کر کے ہی پیچھے ہٹا تھا۔

وہ بے حس آدمی آج اپنی آخری درندگی بھی اس کے وجود پر ثبت

کر گیا تھا۔۔

عدیم نے اپنے کام سے مطمئن ہو کر اسے زمین پر پھینکا۔۔ اس کے

گرتے ہی وہ بری طرح تڑپتی مر جانے کو تھی۔۔ گرم سیال

آنکھوں سے بہہ رہا تھا۔۔

"آئندہ اگر مجھے گھٹیا کہا تو اس سے زیادہ برا حال کروں گا۔ یہ تکلیف تمہیں ہمیشہ یاد رہے گی۔ چیخو میری جان۔۔ اور چیخو تمہیں اس طرح روتے بلکتے دیکھ مجھے بہت سکون مل رہا ہے۔"

عدیم نے کنزل کو دیکھتے سرد لہجے میں کہا،۔

کنزل نے درد سے لب کاٹا تھا۔۔ وجود جیسے کسی نے آگ میں جھونک دیا تھا جو بری طرح جھلس رہا تھا۔۔

عدیم گنگناتا ہوا باہر نکل گیا۔۔ جیسے اسے اپنے عمل پر فخر تھا۔۔

کنزل کی سسکیاں بڑھنے لگی۔۔ درد وجود کو کاٹنے لگا تھا۔۔ مزید

ہلنے کی سکت نہیں تھی۔

ملازمہ عدیم کے جاتے ہی کمرے میں آئی۔۔ جہاں وہ بے حس و

حرکت پڑی تھی۔

اسے آج اس لڑکی پر رحم آیا تھا، اس کا زخمی وجود آنکھوں میں نمی

لے آیا تھا۔

اس کا نیم برہنہ وجود دیکھتی وہ باہر بھاگی۔

وہ اپنا ایک لباس اس کے لیے لائی تھی۔ تاکہ کم از کم اس کا زخم

صاف کر کے اسے لباس پہنا سکے۔

۔

اسفند نے آج اپنے ڈیڈ کے دوست سے ملنا تھا۔ آج صبح ہی وہ

پاکستان واپس آیا تھا۔

اس سے پہلے اسے عدیم کا ایک کام کرنا تھا۔

اور کچھ لوگوں کے ساتھ اس کے میٹنگ تھی۔

وہ لوگ جو چاہتے تھے۔ اسفند نے ویسا نہیں کیا۔

کیونکہ اس میں عدیم کو نقصان پہنچ رہا تھا۔

اس لیے جب اسفند میٹنگ کے بعد اُس آدمی سے ملنے جا رہا تھا تو

اس کی گاڑی پر فائرنگ ہوئی تھی۔

جس سے وہ بری مشکل سے اپنی گاڑی کو کنٹرول کر پایا تھا۔

ایک بار تو اسکا سر بھی سامنے جا لگا جس سے اس کے ماتھے سے

خون نکلنے لگا تھا۔

اس نے گاڑی کو سائیڈ پر روکا اور باہر نکل کر وہاں سے بھاگنے لگا

جب ایک گولی اس کی ٹانگ کو چھو کر گزر گئی تھی۔

اسفند اپنی تکلیف کی پرواہ کیے وہاں سے بھاگ گیا تھا۔

یہاں سے اس کا وہ والا گھر پاس ہی تھا جہاں پر اس نے زخم کو رکھا

تھا۔اس لیے وہاں چلا گیا۔

سر سے نکلتے خون کی وجہ سے اسے اپنا سر گھومتا ہوا محسوس ہوا تھا۔

اس نے چابی سے دروازہ کھولا اور اندر آیا۔

رنم جو کمرے میں تھی اسے لگا کوئی گھر میں آیا ہے اس لیے اُٹھ کر باہر آئی۔

جہاں اسفند دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے کھڑا تھا۔

خون کو دیکھ کر رنم گھبرا گئی تھی۔

اور جلدی سے اسفند کے پاس گئی۔جو وہی زمین پر بیٹھ گیا تھا۔

"آپ یہاں۔۔اور یہ کیا ہوا اور یہ خون؟"رنم نے اسفند کے پاس زمین پر بیٹھتے ہوئے پریشانی سے پوچھا۔

اسفند اسے دیکھ کر مسکرا پڑا تھا۔

"تم میرے لیے پریشان ہو رہی ہو؟" اسفند نے تکلیف دہ لہجے میں

پوچھا۔

"ہاں میں پریشان ہو رہی ہوں تمھاری ٹانگ سے بھی خون نکل رہا

ہے تمہیں تو گولی لگی ہے۔

کہی تم مر تو نہیں جاؤ گئے ناں؟" رنم نے اپنے ڈوپٹے کو اسفند کے

ماتھے پر رکھتے ہوئے پوچھا۔ اس کے ذہن میں باپ کا چہرہ گھوما

تھا۔

"اس وقت ایسا سوال کون کرتا ہے؟ اور فکر مت کرو ابھی تمھاری جان نہیں چھوڑوں گا۔ گولی چھو کر گزری ہے۔

مجھے اندر سے فرسٹ ایڈ باکس لا دو میں پٹی کر لوں گا۔"

اسفند نے آنکھیں موندتے کہا۔

رنم جلدی سے اُٹھ کر اندر گئی اور وہاں سے فرسٹ ایڈ باکس لے آئی۔ کیونکہ وہ گھر کا کونا کونا دیکھ چکی تھی اب اسے یہاں کی ہر ایک چیز کا معلوم تھا۔ کہ کہاں پر پڑی ہے۔

رنم نے اسے باکس پکڑایا تو اسفند بڑی صفائی سے اپنی ٹانگ کے

زخم کو صاف کرنے لگا، درد سے اس نے لب بھینچ لیے تھے۔

اب ماتھے کی باری تھی رنم اسے دیکھ رہی تھی۔

"یں کر دیتی ہوں۔۔" رنم نے کہتے ہی اس کے ہاتھ سے روئی

پکڑی اور ماتھے کے زخم کو صاف کرنے لگی۔اس کے ہاتھ کپکپانے

لگے لیکن وہ مضبوط بنی زخم کی مرہم پٹی کرتی رہی۔

اسفند خاموش نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

پٹی کرنے کے بعد رنم پیچھے ہو گئی۔

"مجھے کمرے تک چھوڑ دو مجھے کچھ دیر آرام کر کے نکلنا

ہے"۔اسفند نے سنجیدگی سے کہا۔

"کہاں جاؤ گے؟"؟رنم کی زبان سے پھسلا تھا۔

اسفند نے ایک آبرو اچکاتے اس کی طرف دیکھا۔

"میرا مطلب ہے تم تو ابھی ٹھیک سے چل بھی نہیں پا رہے تو کیسے

جاؤ گے"۔رنم نے جلدی سے صفائی دیتے کہا۔

میں چلا جاؤں گا۔

"میرا جانا ضروری ہے"۔ اسفند نے کہا اور رنم کا سہارا لیا۔ رنم کی

نازک جان پر اسکا بھاری وجود سنبھالنا مشکل تھا لیکن وہ پھر بھی

اسے کمرے میں لے آئی تھی۔

اسفند نے میڈیسن لی اور آنکھیں موندے لیٹ گیا۔

رنم لائٹ بند کیے باہر آگئی تھی۔

اس کی نظر اپنے ڈوپٹے کے پلو پر پڑی جہاں پر اسفند کا خون لگا ہوا

تھا۔

وہ وہاں سے اٹھی اور دوسرے کمرے میں چلی گئی تاکہ ڈوپٹے کو دھو سکے۔

رات کافی ہو گئی تھی اسفند ابھی بھی سو رہا تھا۔

رنم بھی اپنے کمرے میں جا کر سو گئی تھی۔

تھوڑی دیر بعد اسفند فریش ہو کر باہر آیا اور اس نے رنم کے کمرے کا دروازہ کھولا جو کھل گیا تھا۔

"اس لڑکی کو پتہ نہیں کب عقل آئے گی۔؟"

اسفند نے تھوڑا سا دروازہ کھولتے اندر سوئی ہوئی رنم پر نظر ڈالتے

کہا اور وہاں سے چلا گیا۔

لیکن اس نے رنم کے لیے ایک مسج چھوڑ دیا تھا کہ اپنے کمرے کو

لاک لگا کر سویا کرو۔

"لڑکی کو کسی پر بھی بھروسہ نہیں کرنا چاہیے۔

کیونکہ شیطان آتے دیر نہیں لگتی۔"

اس نے یہ میسج لکھ کر رنم کو سینڈ کیا اور گھر کو ایک بار چیک کرنے

کے بعد نکل گیا۔

فجر کے وقت رنم کی آنکھ کھلی تو اس نے سب سے پہلے جا کر اسفند

کو روم میں دیکھا جو وہاں نہیں تھا اس کا مطلب وہ جا چکا تھا۔

اس نے اپنا موبائل دیکھا تھا اور اسفند کا میسج دیکھ کر نا جانے کیوں

اس کے چہرے پر مسکراہٹ آ گئی تھی۔

اس کے میسج نے رنم کو تحفظ کا احساس دلایا تھا۔

رنم نے موبائل رکھا اور وضو کرنے چلی گئی۔

گزرتے دن اس کے دل میں احساسِ گناہ بھی بڑھتا جارہا تھا خاور کو بتانے کی ہمت اس میں پیدا نہیں ہو رہی تھی۔ اور طلاق کی بات وہ سننا نہیں چاہتا تھا۔ وہ تو اسے قیمتی اثاثے کی طرح سنبھالے ہوا تھا۔ سدرہ کو اس کی محبت اس کی خالص چاہت اپنی ہی نظروں میں شرمندہ کر کے رکھ دیتی تھی، اتنے گناہوں کے بعد کیا وہ اس لائق تھی کہ اسے محبت چاہت عزت دی جاتی

گل کا رویہ بھی اس کے ساتھ بہت اچھا تھا۔ ابھی کچھ دیر پہلے ہی

گل اس کے پاس سے اٹھ کر گئی تھی۔

وہ خاور کے ڈریس پریس کرنے کے لیے اٹھی، اسے باہر جانا

تھا۔ اچانک اسے اپنا سر گھومتا ہوا محسوس ہوا۔

اس سے پہلے وہ زمین پر گرتی کمرے میں داخل ہوتے خاور نے

اسے کمر سے پکڑ کر سنبھالا تھا۔

"سدرہ۔۔؟کاہوا تمھاری طبیعت توٹھیک ہے؟" خاور نے پریشانی سے سدرہ کو دیکھتے پوچھا جو وہی خاور کی بانہوں میں بے ہوش ہو گئی۔

"سدرہ آنکھیں کھولو۔" جاور نے پریشانی سے اسکے گال کو تھپتھپاتے ہوئے اسے پکارا۔اس کی بگڑتی طبعیت اس کے ہاتھ پاؤں پھولا گئی تھی۔

جلدی سے اسے بیڈ پر لیٹائے ڈاکٹر کو فون کیا۔

اتنے میں گل بھی آگئی تھی۔

ڈاکٹر کے آنے تک وہ بے قراری سے اس کے ہاتھ پاؤں سہلاتا

رہا۔

کچھ دیر بعد ڈاکٹر اندر داخل ہوئی تو وہ کچھ ریلکس ہوا تھا۔

"کانگریجولیشنز۔۔۔ آپ پاپا بننے والے ہیں۔ اور یہ ماما۔۔۔"

ڈاکٹر کی انوکھی خبر پر اس کا وجود ساکت ہوا۔۔ اپنی کیفیت وہ

خوشی کی وجہ سے سمجھ ہی نہیں پایا تھا۔

"لالہ ڈاکٹر کیا کہہ رہی ہے۔۔؟ ہم پھوپھو بن جائے گا۔ اور آپ

بابا بنے گا۔۔؟"

گل نے خوشی سے کہا، جبکہ خاور اب بے یقینی اور خوشی بھرے تاثرات سجائے کھڑا تھا۔۔

"ہاں میری گڑیا، تم پھپھو میں بابا، بن جاؤں گا۔۔میں نفل پڑھ کر آتا ہوں، یا اللہ تیرا شکر ہے، ایک میٹھی نظر وہ سدرہ پر ڈالے باہر نکل گیا تھا۔۔

خاور کی اس بات پر گل کو کنزل کی یاد آئی تھی۔

"کزل میری یہی دعا ہے تم جہاں کہی بھی ہو محفوظ ہو۔اور ہم

بہت جلد ملے گے ام کو اپنے اللہ پر پورا بھروسہ ہے۔" گل نے دل

میں کہا۔اور سدرہ کے پاس بیٹھی رہی۔

کچھ دیر بعد خاور اندر آیا تو گل اٹھ کھڑی ہوئی کیونکہ سدرہ کو ہوش

آرہا تھا۔

"لالہ ہم آتا ہے۔"

گل نے سدرہ کو دیکھتے کہا اور وہاں سے چلی گئی۔

اس نے اپنے بھائی کو احمد کا نہیں بتایا تھا جسے سدرہ پسند کرتی

تھی۔اس نے سوچا کہ جن چیزوں کا پردہ اللہ نے رکھا ہوا ہے وہ

کون ہوتی ہے دخل اندازی کرنے والی اس لیے وہ خاموش

تھی۔اور پسند کرنا کسی کو بری بات نہیں ہے۔لیکن گل نے سدرہ

سے پوچھا تھا کہ کیا وہ احمد سے شادی کرنا چاہتی ہے تو سدرہ نے

انکار کر دیا تو اب اس بات کو کھینچنا فضول تھا۔اس لیے اپنے بھائی

کی خوشی میں وہ خوش تھی۔

"جانتی ہو میں بابا بننے والا ہوں۔اور تم ماما ۔۔

شکریہ سدرہ مجھے اتنی بڑی خوشخبری دینے کا۔" خاور نے جھک کر

سدرہ کے ماتھے پر پیار سے بوسہ دیتے کہا۔ اور اسے سینے سے

لگایا۔۔

جس نے حیرانگی سے خاور کی بات جو بمشکل ہضم کیا۔ جو بہت خوش

تھا۔

"میں سوچ رہا ہوں تم یہی رک جاؤ پھر کسی دل میکے چلی جانا۔

خاور نے محبت بھرے لہجے میں کہا۔ایک ہاتھ سے وہ سدرہ کے بالوں میں انگلیاں چلارہا تھادوسرے ہاتھ میں اس نے سدرہ کے ہاتھ کو پکڑا ہوا تھا۔

"نہیں مجھے کل ہی جانا ہے سدرہ نے جلدی سے کہا۔میرا مطلب ہے میں ایک بار بھی نہیں گئی ماما ناراض ہو جائیں گی"۔سدرہ نے کہاتو خاور مسکرا پڑا۔

"ٹھیک ہے چلی جانا لیکن اپنا خیال رکھنا۔میں زیادہ دیر وہاں تمہیں رہنے نہیں دوں گا۔۔"

خاور نے جھک کر سدرہ کے لبوں پر اپنی چاہت کے پھول کھلائے۔

اور اُٹھ کر وہاں سے چلا گیا۔

سدرہ فوراً اُٹھ کر بیٹھ گئی تھی۔

"یہ سب کیسے۔۔ پھر ایک امتحان۔۔ میں تو یہ بھی نہیں جانتی کہ یہ بچہ کس کا ہے۔" سدرہ نے اپنے پیٹ پر ہاتھ رکھتے بھاری لہجے میں کہا۔

آنکھیں پل بھر میں آنسو سے بھری تھیں لیکن اس نے ابھی اور

اسی وقت فیصلہ کیا تھا کہ کل گھر جاتے ہی اپنی ماں کو سارا سچ بتا

دے گی۔

جو ہو گا دیکھی جائے گی وہ مزید خاور جیسے اچھے اور سچے انسان کو

دھوکے میں نہیں رکھنا چاہتی تھی۔

"اپنا خیال رکھنا اب تمہارے ساتھ ایک ننھی جان بھی ہے، جس میں میری جان قید ہے۔۔"اس کا ہاتھ پکڑے وہ سدرہ کے چہرے کو نرمی کو دیکھ رہا تھا۔۔

ناجانے کیوں خاور کا دل نہیں کر رہا تھا کہ وہ سدرہ کو یہاں چھوڑ کر جائے لیکن سدرہ کی ضد کے آگے خاموش تھا۔کیونکہ پہلی مرتبہ وہ کوئی ضد کر رہی تھی۔

عدیم کچھ دنوں سے گھر نہیں آرہا تھا وہ اُن لوگوں کی خبر لے رہا تھا

جنہوں نے اسفند پر فائرنگ کروائی تھی تو آج انہوں نے اسفند

سے معافی مانگی تو معاملہ ٹھیک ہوا تھا۔

سدرہ اپنے کمرے میں بیٹھی ہوئی تھی جب تہمینہ اس کے پاس

دودھ کا گلاس لے کر آئی۔

سدرہ کا ویسے ہی سوچ سوچ کر سر درد سے پھٹا جا رہا تھا۔

"سدرہ یہ دودھ پی لو" تہمینہ نے پیار سے سدرہ کے سامنے دودھ کا

گلاس کرتے کہا۔

میرا دل نہیں چاہ رہا سدرہ نے آرام سے کہا آنکھیں ابھی بھی بند تھیں۔

"لیکن یہ تمھارے لیے بہت ضروری ہے جلدی سے پی لو"۔ تہمینہ نے سدرہ کے کندھے کو ہلاتے کہا۔

"مجھے نہیں پینا ایک بار آپ کو سمجھ کیوں نہیں آرہی۔۔؟" سدرہ نے آنکھیں کھولتے ہوئے غصے سے کہا جس سے تہمینہ پیچھے ہوئی اور دودھ کا گلاس زمین پر گرتے ہی چکنا چور ہو گیا۔

"یہ کیابدتمیزی ہے سدرہ؟" تہمینہ نے غصے سے سدرہ کو دیکھتے

کہا۔

"یہ بدتمیزی آپ کو نظر آگئی؟

اور اُس وقت آپ نے مجھے کیوں نہیں روکا جب میں بڑوں کے

ساتھ بدتمیزی سے پیش آتی تھی؟ اُس وقت کیوں نہیں روکا جب

میں بنابتائے گھر سے باہر رہتی تھی؟ کیوں مجھے شروع سے غلط اور

صیحح کی پہچان نہیں کروائی؟ جواب دیں؟ اب جب مجھے عقل آئی

بھی تو اپنی عزت گوا کر اور جتنا قصور میرا ہے اُس سے زیادہ قصور

آپ کا ہے آپ میرے سارے عیبوں پر دہ ڈالتی تھی۔

اسی سے مجھے حوصلہ ملا اور میں نے باہر اپنا بوائے فرینڈ بنایا۔

اور آپ تو ایک بار مجھے اُس کے ساتھ دیکھ چکی تھیں۔ جب مال

میں آپ نے اُسے میرے ساتھ دیکھا۔

لیکن گھر میں آکر آپ نے اُس بارے میں مجھ سے کوئی سوال

جواب کیوں نہیں کیا۔ اگر آپ مجھ سے سوال جواب کرتی مجھے

سمجھاتی تو میں رک جاتی اور یہ نوبت نا آتی۔ اور یہ بچہ سدرہ

تھی رہی نکال باہر غبار کا اندر اپنے وہ اج کہا ہوئے چیختے نے" ۔۔

لیکن وہ نہیں جانتی تھی کہ عدیم جو ابھی گھر آیا تھا دادی نے اسے

سدرہ کے آنے کی اطلاع دی تو اُس سے ملنے کمرے میں آیا تھا۔

اتنے مہینوں کا غبار وہ آج نکال رہی تھی۔

عدیم سدرہ کی ساری باتیں سن چکا تھا۔

"اور میں تو اس بچے کے باپ کے بارے میں بھی میں نہیں جانتی

کہ کون اس کا باپ ہے۔ جس لڑکے کو میں پسند کرتی تھی۔ اُس

نے اپنے دوست کے ساتھ مل کر میرے ساتھ زیادتی کی۔مجھے

برباد کر کے رکھ دیا صرف آپ کی وجہ سے۔۔۔ش

سدرہ نے روتے اور چیختے ہوئے کہا تو تہمینہ نے اپنے منہ پر ہاتھ

رکھے بے یقینی سے اسے دیکھا تھا۔

"کیا بکواس کر رہی ہو تم؟ ہوش میں تو ہو؟" تہمینہ نے آگے بڑھتے

اسے کندھوں سے پکڑ کر جھنجھوڑتے ہوئے پوچھا۔

"آج ہی تو میں ہوش میں آئی ہوں۔اس لیے میں نے نکاح سے

پہلے آپ کو روکنے کی کوشش کی لیکن کسی نے میری نہیں سنی۔

خاور بہت اچھے ہیں ماما لیکن میں اُن کے قابل نہیں ہوں۔میں اس

گناہ کے ساتھ ان کے ساتھ نہیں رہ سکتی۔۔"

سدرہ کہتے ہی بے بسی سے وہی زمین پر بیٹھتے پھوٹ پھوٹ کر

رونے لگی تھی۔

اُسی وقت عدیم زور سے دروازہ کھولے اندر آیا تھا۔

اس کے چہرے پر چھائے سرد لہجے کو دیکھتے تہمینہ کا دل دہل گیا

تھا۔

"عدیم میری بات سنو۔۔" تہمینہ نے آگے بڑھتے اسے روکنا چاہا۔

"ماما آپ آگے نہیں آئے گی۔" عدیم نے سرد لہجے میں کہا۔ اور

سدرہ کو بالوں سے پکڑ کر اپنے سامنے کھڑا کرتے اس کے منہ پر

زور سے تھپڑ دے مارا جو اوندھے منہ زمین پر جا گری تھی۔

"عدیم اُس کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے وہ مر جائے گی"۔

تہمینہ نے چیختے ہوئے کہا۔

"اس کے جیسی بہن کو تو مر ہی جانا چاہیے۔ جو گھر والوں کی عزت برباد کر دے، اسے زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں میری دی گئی آزادی کا مجھے یہ صلہ ملے گا میں نے سوچا بھی نہیں تھا۔"

عدیم نے کہتے ہی اپنی بلٹ نکالی اور زور زور سے سدرہ کو مارنے لگا۔ جو تھپڑ کھانے کے بعد ہی زمین پر گرتے بے ہوش ہو گئی تھی۔

اور اس وقت عدیم سدرہ کے بے جان وجود کو مار رہا تھا۔

"عدیم رک جاؤ۔۔۔پلیز رک جاؤ۔۔" پر عدیم پر جنون سوار

تھا۔۔اس کو بری طرح پیٹتے وہ حواسوں میں نہیں تھا۔

تہمینہ کو جب کچھ سمجھ میں نہیں آیا تو وہ بھاگتی ہوئی باہر گئی اور خاور

کو کال کی گھر میں نہ جمشید تھا نا ہی زبیر

پہلی بیل پر ہی کال اٹینڈ کر لی گئی تھی۔

اس سے پہلے خاور کچھ بولتا تہمینہ بول پڑی تھی۔

"بیٹا جلدی یہاں آجاؤ اور سدرہ کو لے جاؤ ورنہ عدیم اُسے جان

سے مار ڈالے گا۔پلیز۔۔سدرہ کو بچالو میری بچی۔۔۔"

تہمینہ نے روتے ہوئے کہا۔

"سدرہ۔۔وہ سرسراتے انداز میں بولا۔

یہ سنتے ہی خاور الٹے قدم باہر کو بھاگا تھا۔اور تیز ڈرائیونگ کرتے

عدیم کے گھر پہنچا۔

عدیم اسے آخری ٹھوکر رسید کرتا باہر نکل گیا تھا۔

اور۔۔وہ وہی زمین پر بے سدھ پڑی رہ گئی۔

عدیم تو اپنی ماں کی بات بھی نہیں سن رہا تھا۔

اور ان اس کے جاتے ہی تہمینہ سدرہ کے پاس بیٹھی اور اپنے

ڈوپٹے سے اس نے سدرہ کے ہونٹ سے نکلتے خون کو صاف کیا۔

سدرہ کی سانس بہت آہستہ چل رہی تھی۔

خاور دوڑاتا ہوا سدرہ کے کمرے میں آیا کیونکہ وہ پہلے بھی سدرہ

کے کمرے میں آچکا تھا۔ اس کے قدم کمرے کے قریب بری

طرح لڑکھڑائے تھے

اس کا زخمی وجود دیکھ کر خاور کو لگا کسی نے اس کی سانسیں چھین لی

ہو۔۔۔سدرہ تک پہنچتے ہوئے بھی اسے لگ رہا تھا کہ اسے میلوں

کا فاصلہ طے کرنا ہے۔اس وقت اُس کی حالت قابلِ رحم تھی۔

"بیٹا اسے ہسپتال لے جاؤ ورنہ میری بیٹی مر جائے گی"۔

تہمینہ نے خاور کو دیکھتے جلدی سے کہا۔

خاور بھی ہوش میں آیا تھا۔اور اس پر چادر ڈالتے ہی اس اٹھائے

کمرے سے باہر بھاگا۔

اس سے پہلے وہ وہاں سے جاتا عدیم اس کے راستے میں حائل ہو گیا تھا۔

"کہاں لے کر جا رہے ہو اسے ؟ سچ جاننے کے بعد تم نے بھی اسے چھوڑ دینا ہے تو بہتر یہی ہے کہ اسے یہی مرنے دو۔"

عدیم نے سنجیدگی سے خاور کو دیکھتے کہا۔

"آپ جانتے ہیں کہ جو تشدد آپ نے میری بیوی پر کیا ہے۔ میں آپ پر کیس بھی کر سکتا ہوں ؟ اور اگر آپ نے مجھے روکنے کی کوشش کی تو میں نہیں جانتا پھر میں کیا کر گزروں گا۔ اور خبر دار

اگر میری بیوی کے بارے میں کسی نے بھی فضول بولا میں اپنے

ہاتھوں سے اُس کی جان لے لوں گا۔یہ خاور خان کی بیوی

ہے۔۔اس سے حساب لینے کا حق میرا تھا۔۔تم یہ حق اب نہیں

رکھتے تھے۔۔لیکن اس کا حساب میں تم سے بعد میں لوں

گا۔۔"خاور نے بھی سرد لہجے میں کہا۔

اور سدرہ کو لے کر وہاں سے چلا گیا۔

عدیم نے اسے نہیں روکا تھا۔ جس طرح وہ بات کر رہا تھا اس کا

مطلب تھا کہ وہ سچ سے واقف ہے اور سچ جاننے کے بعد بھی اُسے

کوئی فرق نہیں پڑ رہا تھا۔

یہ بات عدیم کو عجیب لگی تھی۔

جتنا اس نے سدرہ کو مارا تھا اس کا بچنا مشکل لگ رہا تھا۔

تہمینہ نے حقیقت کسی کو نہیں بتائی تھی بلکہ الگ سے ہی کوئی

سٹوری بنا کر سنا دی تھی۔ کیونکہ جب بات اپنی بیٹی کے کردار پر

آئی تو وہ کیسے برداشت کرتی کہ لوگ اسے باتیں سنائے۔

دادی تو یہ سنتے ہی بھڑک پڑی تھیں۔ جمشید ہمیشہ کی طرح خاموش

تھا۔

"آج کے بعد سدرہ سے ہمارا کوئی رشتہ نہیں ہے، اور نہ ہی کوئی

اس سے ملے گا۔ ورنہ میں اس سے تعلق ختم کرنے میں ایک منٹ

نہیں لگاؤں گا۔۔۔"

عدیم دھاڑتا ہوا اپنے کمرے میں بند ہوا۔

باقی سب کو سمجھ نہیں آرہی تھی کہ اتنی چھوٹی سی بات پر کون اپنی بہن کو جانوروں کی طرح مارتا ہے۔

لیکن اگر کوئی عدیم سے سوال پوچھتا بھی تو وہ کوئی جواب نہ دیتا۔

اور تہمینہ کی سنائی گئی کہانی پر کسی کو یقین نہیں آرہا تھا کہ عدیم کو غلط فہمی ہوئی ہے تہمینہ نے سب کو یہی کہا تھا کہ اس عدیم نے سدرہ کو کسی لڑکے کے ساتھ دیکھا۔ جس پر اتنا شدید ردِ عمل اس نے دکھایا ہے۔۔

خاور سدرہ کو ہسپتال لے آیا تھا وہاں کے ڈاکٹر سے اس کی اچھی جان پہچان تھی۔اس لیے زیادہ اس معاملے کو اچھالا نہیں گیا ورنہ پولیس کیس بن رہا تھا۔

خاور باہر بے چینی سے چکر لگا رہا تھا۔جب ڈاکٹر باہر آیا۔

"سوری ہم بچے کو نہیں بچا پائے اور ماں کی کنڈیشن بھی کافی نازک تھی لیکن اب وہ خطرے سے باہر ہیں آپ کو ان کا بہت خیال رکھنا ہو گا۔کیونکہ ان پر کچھ زیادہ ہی تشدد کیا گیا ہے۔۔"

ڈاکٹر نے سنجیدگی سے کہا۔ خاور کے وجود میں جیسے چھن سے کچھ

ٹوٹا تھا۔ وہ اپنی آنکھوں کی نمی کو بمشکل صاف کر پایا

"کیا میں مل سکتا ہوں؟" خاور نے جلدی سے پوچھا۔

"جی آپ مل سکتے ہیں لیکن ابھی وہ بے ہوش ہیں۔"

ڈاکٹر نے کہا اور وہاں سے چلا گیا۔

خاور مردہ قدم لیتے کمرے میں داخل ہوا جہاں سدرہ بے ہوش

لیٹی ہوئی تھی۔

اندر آنے سے پہلے وہ گل کو فون کر چکا تھا۔

اس نے سدرہ کے پاس بیٹھتے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا۔جو زخمی

تھا۔۔اس ظالم نے بہت برے طریقے سے اسے مارا تھا۔۔

"اگر مجھے معلوم ہوتا کہ یہ سب ہو جائے گا تو میں کبھی بھی تمہیں

وہاں جانے نہ دیتا۔تمہاری پہلی ضد ہی میرا اتنا بڑا نقصان

کر گئی۔۔کاش میں نہ مانتا۔۔"

خاور نے بے بسی سے سدرہ کے سوجھے ہوئے چہرے کو دیکھتے کہا۔

سدرہ کا زخم خوردہ وجود اس کے دل پر بھی جیسے زخم ڈال رہا تھا۔

"اب میں تمہاری کوئی بات نہیں مانوں گا نہ ہی تمہیں تمہارے

اس جنگلی بھائی کے پاس جانے دوں گا۔اس کے ہاتھ کی پشت پر

خاور کا ایک آنسو گرا تھا۔

"تمہارے بھائی کو اپنے کیے کی سزا بھگتنی ہی ہو گی۔۔وہ سزا بھگتے

گا۔۔وہ بھی اسی طرح تڑپے گا۔"

ایک ایک لفظ وہ پورے عہد سے کہہ رہا تھا۔

اگلے دن سدرہ کو ہوش آیا تو وہ خاموش ہی تھی۔

"کیسی ہو تم؟؟"اس کے ماتھے پر نرمی سے بوسہ دیے کہا

سدرہ نے بھیگی آنکھوں سے اسے دیکھا۔

"دوا لے لو۔"وہ نظر چرائے بولا۔

خاور۔۔۔"سدرہ نے بے ساختہ اسے پکارا۔

"اللہ کی مرضی تھی، لیکن اب تمہیں اپنا بہت خیال رکھنا ہے۔۔"

سدرہ حیران رہ گئی تھی، کوئی بھی شکوہ کوئی بھی طنز نہیں تھا۔۔

سدرہ کو حیرت ہو رہی تھی کہ کوئی انسان اتنا اچھا کیسے ہو سکتا ہے۔

وہ خاور سے بات کرنا چاہتی تھی لیکن اس میں ہمت پیدا نہیں ہو رہی تھی۔

گزرتے دنوں میں خاور اپنے ہر عمل سے سدرہ کے دل پر قابض ہو رہا تھا وہ خاموش تھی۔ جیسا خاور کہتا ویسا کر لیتی۔

زخموں کو بھرنے میں وقت لگنا تھا لیکن خاور کی محبت خیال سے وہ زخم جلد ہی بھر جانے تھے۔

عدیم یا اُس کے گھر والوں نے پھر سدرہ سے رابطہ نہیں کیا تھا اور

رابطہ تو خاور بھی نہیں رکھنا چاہتا تھا۔

وہ تو ان کی شکل دیکھنے کا بھی روادار نہ تھا۔

ہم لوگ کچھ دنوں تک واپس آرہے ہیں۔"

حسام کی کال پر اسفند پریشان ہوا۔

ابھی تک اسفند کو سچائی کا پتہ نہیں چلا تھا جو اس کے ڈیڈ کا دوست تھا اُس سے بھی کچھ خاص پتہ نہیں چلا تھا۔۔اب پھر وجاہت کے سامنے اسے شرمندہ ہونا تھا۔۔

اب وہ ایک ہفتے بعد رنم کو کال کر لیتا تھا اور حال چال پوچھ لیتا۔جس کا جواب رنم بنا کسی بدتمیزی کے دیتی تھی۔وہ رنم کی ضروریات کا اچھے سے خیال رکھ رہا تھا۔

اسے تو اُس عورت سے پتہ چلا کہ اسے یہاں قید ہوئے پانچ ماہ ہو گئے ہیں۔

کنزل یہ سنتے ہی آگے سے ہنس پڑی تھی۔ کیونکہ اُسے لگتا تھا یہی اس کی قسمت ہے اور پوری زندگی اسے یہی رہنا ہے۔

ایک بار اسنے بھاگنے کی کوشش کی تو اُس عورت نے کہا کہ اگر وہ یہاں سے بھاگ جاتی ہے تو عدیم صاحب اسکی بیٹی کی جان لے لے گا جو اُسکے قبضے میں ہے اور یہ سن کر اس نے دوبارہ بھاگنے کی کوشش نہیں کی۔

عدیم نے پکا کام کیا تھا۔

کنزل تھوڑی بہت اُس عورت سے بھی باتیں کر لیتی تھی۔

کنزل جب اپنی ماں بہن اور باپ کی باتیں اُس عورت سے کرتی تو

رو پڑتی۔

وہ عورت بھی کنزل کو حوصلہ دینے کے علاوہ کچھ نہیں کر سکتی

تھی۔

عدیم اپنے کام میں مصروف ہو گیا تھا۔

تھا۔اس نے گھر والوں کے سامنے کہہ دیا تھا کہ سدرہ اسکے لیے مر

گئی ہے کوئی اُس کا نام اس کے سامنے مت لے۔

آج وہ وہ گھر پر تھا اس کے اپنے لیپ ٹاپ میں مسئلہ آرہا تھا تو اس

نے سوچا زبیر کا لیپ ٹاپ استعمال کر لیتا ہے۔

زبیر کا لیپ ٹاپ پکڑے وہ اپنے کمرے میں آگیا اور وہ جانتا تھا کہ

اس نے کیا کوڈ لگایا ہو گا۔

اور وہ کوڈ انٹر کرتے ہی لیپ ٹاپ اوپن ہو گیا۔

عدیم جانتا تھا کہ زبیر کو ایڈیٹنگ کا شوق ہے اور وہ تو پر اپر اس کی

کلاسز بھی لے چکا ہے۔

سامنے ہی ایک فولڈر آرہا تھا۔

جس کا نام تھا گرلز

عدیم نے حیرانگی سے اُس فولڈر کو کھولا لیکن جیسے جیسے وہ تصاویر

دیکھتا جارہا تھا اس کے ماتھے کے بل میں اضافہ ہو تا جارہا تھا۔

ان میں کافی لڑکیوں کی تصاویر کو ایڈٹ کیا گیا تھا۔

اور اس میں کنزل کی تصاویر بھی موجود تھیں۔

تو عدیم کو سمجھنے میں ایک سیکنڈ لگا تھا کہ زبیر نے اس سے جھوٹ

بولا تھا کیونکہ اس بارے میں دوبارہ کبھی اس نے بات نہیں کی اور

اس کے اپنے بھائی نے تصاویر کو ایڈٹ کیا تھا۔

عدیم نے غصے سے لیپ ٹاپ کو بند کیا۔

اور اپنی گاڑی کی چابیاں پکڑے گھر سے باہر نکل گیا۔زبیر گھر پر

نہیں تھا۔

اسے ساری باتیں یاد آرہی تھی جو کنزل نے کہی تھی۔

"کنزل اب ہم دوبارہ ساتھ رہیں گے۔۔مجھے غلط فہمی ہوئی تھی،

جس کی وجہ سے میں نے یہ سب کیا لیکن اب نہیں اب میں تمہیں

اپنے ساتھ رکھوں گا۔۔ہمیشہ کے لیے۔۔۔"

وہ بڑبڑاتا ہوا گاڑی چلانے لگا تھا۔۔

اُس گھر میں داخل ہوتے ہی وہ کمرے میں داخل ہوا جہاں کنزل

تھی۔

کنزل نے اسے دیکھتے ہی نفرت سے منہ دوسری جانب پھیر لیا تھا۔

عدیم نے کنزل کے پاس جاتے ہی اسے گلے لگالیا۔

"کنزل۔۔میری جان۔۔ تمہیں اب مزید یہاں رہنے کی ضرورت نہیں ہے چلو میرے ساتھ۔۔"

عدیم نے خوشی سے کہا اور اسے بازو سے پکڑ کر باہر لے گیا۔

"تم اپنے گھر جاسکتی ہو تمھاری بیٹی شام تک گھر پہنچ جائے گی۔"

عدیم نے باہر آتے اُس عورت کو دیکھتے کہا اور کنزل کو گھسیٹتے ہوئے وہاں سے لے گیا۔وہ تو عدیم کے ہاتھ کی کٹ پتلی بنی ہوئی تھی

جہاں وہ چاہتا تھا اُسے لے جاتا تھا۔ اور ابھی بھی نا سمجھی سے عدیم

کے ساتھ کھینچی چلی جا رہی تھی۔

وہ اسے اپنے فلیٹ پر لے گیا۔

" آج سے تم یہی رہو گی۔

تمہیں جو کچھ چاہیے مل جائے گا۔

اور اب تو تمھاری عدت بھی ختم ہو گئی ہے تو تمہیں کوئی مسئلہ نہیں

ہو گا۔ "

عدیم نے کنزل کو دیکھتے مسکرا کر کہا۔ جسے عدیم کی کوئی بات سمجھ میں نہیں آئی تھی۔

"اب تمہیں مجھ سے کیا چاہیے؟ اور تم. نے کون سا میری عدت کا خیال رکھا جو اب اتنا خوش ہو رہے ہو؟ میرے پاس اب کچھ نہیں ہے میرا سب کچھ تم چھین چکے ہو۔" کنزل نے بے بسی سے کہا۔ نا جانے اب وہ کیا کرنے والا تھا۔

"اس بارے میں بعد میں بات کریں گے۔

یہاں پر رہ کر اپنی حالت درست کرو یہاں پر ہر چیز موجود

ہے۔ لیکن تم یہاں سے بھاگ نہیں سکتی تو کوشش کرنا بیکار ہے۔

دو دن بعد آکر میں تمہیں جواب دوں گا کہ مجھے کیا چاہیے۔ ابھی

تم اپنا خیال رکھو" عدیم نے گہرے لہجے میں کنزل کو دیکھتے کہا۔

سچ جاننے کے بعد تو اس کے تیور ہی بدل گئے تھے۔ اس کے

نزدیک جو اس نے اتنا کنزل پر ظلم کیا وہ معنی نہیں رکھتا تھا۔

"یا اللہ اب یہ کونسا امتحان ہے۔۔میں تو اس پر حرام ہوں۔۔ لیکن

یہ پھر گناہ پر آمادہ ہو رہا ہے، یا اللہ میری حفاظت کر۔۔مجھے اس

شخص سے رہائی دے۔۔"

وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔۔اور آج کافی عرصے بعد اس کی

آنکھوں سے آنسو بہے تھے۔

ورنہ وہ تو بے جان مورت بن گئی تھی۔

"کاش عدیم مجھے ایک قتل کی اجازت ہوتی تو میں تمہیں اتنی بری

موت دیتی کہ ایک عورت کا انتقام یہ دنیا دیکھتی۔۔ لیکن میری

دعائیں بد دعائیں تمہارا پیچھا نہیں چھوڑیں گی۔۔ تمہیں برباد کر کے

رہیں گی۔"

عدیم گھر آیا تو زبیر بیٹھا ٹی وی دیکھ رہا تھا۔ اسے آرام سے بیٹھے

دیکھ کر عدیم کا خون کھول گیا۔۔

"زبیر میرے کمرے میں آؤ۔۔۔"

عدیم حکم دیتا اوپر بڑھا۔

زبیر اُٹھ کر عدیم کے کمرے میں چلا گیا تھا۔

جی بھائی؟ زبیر نے کمرے میں داخل ہوتے پوچھا جب اس کی نظر

اپنے لیپ ٹاپ پر پڑی۔

اسکے چہرے کا رنگ پل بھر میں اڑا تھا۔

عدیم نے آگے بڑھ کر زور سے زبیر کے منہ پر تھپڑ دے مارا۔

ابھی تو عدیم نے اسے کچھ سمجھنے کا موقع نہیں دیا تھا۔

"تم نے مجھ سے جھوٹ بولا کہ تم کنزل کو پسند کرتے ہو؟ اور تم نے

تصاویر کو ایڈٹ کیا؟"

عدیم نے سرد لہجے میں پوچھا۔

"بھائی مجھے معاف کر دیں۔"

زبیر نے فوراً عدیم کے قدموں میں بیٹھتے ہوئے لہجے میں مصنوعی

شرمندگی لیے کہا۔

کیونکہ اب چھپانے کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔ کیونکہ عدیم کو سارا سچ

پتہ چل گیا تھا۔

"کھڑے ہو، عدیم نے اپنا پاؤں جھٹک کر اسے دور کیا۔۔

"تم نے یہ سب کیوں کیا؟"

عدیم نے اسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

"بھائی اُس نے مجھے تھپڑ مارا تھا مجھے بس غصہ آگیا اس لیے میں نے

یہ سب کیا۔"

زبیر نے نظریں جھکا کر کہا۔

عدیم اسکی بات سن کر ہنس پڑا تھا کیونکہ اسے بھی کنزل نے تھپڑ مارا تھا اور اس نے غصے میں آکر سب کچھ کیا تو زبیر بھی تو اسی کا بھائی تھا۔

بے حسی کی انتہا تھی کہ اس کے بھائی نے جھوٹ بول کر کنزل کی زندگی خراب کی اُس کے کردار کو مشکوک بنانا لیکن عدیم کو اس سے کب فرق پڑتا تھا۔

"تمھاری آخری غلطی سمجھ کر معاف کر رہا ہوں آئندہ مجھ سے جھوٹ مت بولنا۔"

عدیم نے سنجیدگی سے کہا اس نے زبیر کو روکا نہیں تھا بلکہ اسے خود

کے سامنے جھوٹ بولنے سے روکا تھا۔

"تھینک یو بھائی۔۔"زبیر نے مسکراتے ہوئے کہا اور اور اپنا لیپ

ٹاپ پکڑے وہاں سے چلا گیا۔

عدیم نے اپنا موبائل نکالے اسفند کو کال کی اور اُسے ملنے کا کہا۔

سچائی جاننے کے بعد وہ بہت خوش تھا۔اب وہ کنزل کو ہمیشہ اپنے

ساتھ رکھ سکتا تھا۔

آج حسام اور وجاہت عالم نے واپس آنا تھا۔

اسے تھوڑی دیر پہلے حسام کی کال آئی تھی کہ وہ لوگ گھر آ چکے ہیں۔

اور اسفند نے ابھی تک اپنے ڈیڈ کے بارے میں کچھ معلوم نہیں کیا تھا نا کنزل کے بارے میں اسے کچھ پتہ چلا تھا۔

اور عالم نے کہا تھا کہ ان کے واپس آتے ہی وہ بھی واپس آ جائے گا۔

اتنے میں اس کا موبائل رنگ ہوا اس نے اپنے موبائل کی طرف دیکھا۔ جہاں عدیم کا نام لکھا ہوا تھا۔

اس نے کال اٹینڈ کی۔

"تم سے ضروری بات کرنی ہے۔۔ جلدی سے آجاؤ۔۔"

"سر میں پندرہ منٹ تک پہنچتا ہوں۔ اور یہ کہتے ہی اس نے فون بند کر دیا۔

پندرہ منٹ بعد وہ عدیم کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔

"اسفند میں سب سے زیادہ تم پر یقین کرتا ہوں اور اس وقت مجھے

تمھاری مدد کی ضرورت ہے"۔عدیم نے اسفند کو دیکھتے کہا۔

کیسی مدد؟اسفند نے حیرانگی سے پوچھا۔

"میں چاہتا ہوں تم کنزل سے نکاح کرو حلالہ کے لیے اور اگلے دن

ہی اُسے طلاق دے دو۔

میں اُسے دوبارہ اپنی زندگی میں شامل کرنا چاہتا ہوں"۔

عدیم نے اسفند کو دیکھتے کہا جس نے اپنے ہاتھ کی مٹھی بنائے اپنے

غصے کو کنٹرول کیا تھا۔

عدیم اس کی سوچ سے زیادہ کمینہ گھٹیا نکلا تھا۔ اور اب پتہ نہیں

کیوں وہ کنزل سے دوبارہ نکاح کرنا چاہتا تھا۔

اسفند پہلے منع کرنے لگا تھا۔ پھر اس کے دماغ میں ایک خیال آیا

جس کے آتے ہی اس کے چہرے پر مسکراہٹ آگئی۔

"ٹھیک ہے میں تیار ہوں"۔ اسفند نے سنجیدگی سے کہا۔

" مجھے پتہ تھا تم میری کسی بات سے انکار نہیں کرو گے۔۔ کل تم

میرے ساتھ چلنا اور اُسے اپنے ساتھ لے جانا۔

اور نکاح کے اگلے دن ہی تم اُسے طلاق دے دینا۔"

عدیم نے سگریٹ سلگاتے کہا۔

"جی ویسا ہی ہو گا جیسا آپ چاہیں گئے۔

اور اب میں نکلتا ہوں مجھے ایک ضروری کام سے جانا ہے۔" اسفند

نے کھڑے ہوتے کہا۔

عدیم نے اثبات میں سر ہلا یا دیا تھا۔

اسفند وہاں سے نکلتے ہی اپنے گھر آیا۔ جہاں حسام اور عالم آ چکے

تھے۔

اسفند دونوں سے ملا اور ان کے سامنے بیٹھتے بزنس کا پوچھنے لگا۔

وجاہت غور سے اسفند کو دیکھ رہا تھا حسام نے اس کے سوالوں کا جواب دیا۔

"میں تو آرام کرنے جارہا ہوں پھر مجھے اپنی بیوی سے ملنے بھی جانا ہے"۔ حسام نے کھڑے ہوتے کہا اور اپنے کمرے کی طرف چلا گیا۔

"تمہارے تاثرات دیکھ کر لگ رہا ہے کہ تمہیں جس کی تلاش تھی وہ نہیں ملا۔ اور تم اب بھی ناکام ہی ہو۔۔"۔

عالم نے سنجیدگی سے کہا۔

"بھائی آپ تو سب جانتے ہیں اپ مجھے کیوں نہیں بتا دیتے؟ تین سال ہونے والے ہیں مجھے اور جس کام کی وجہ سے میں عدیم کے پاس گیا اُس کے بارے میں مجھے آج تک کچھ پتہ نہیں چلا۔ نا کوئی سراغ ملا۔"

اسفند نے عالم کو دیکھتے پوچھا۔

"کنزل کا کچھ پتہ چلا؟" عالم نے اس کی بات کو اگنور کرتے پوچھا۔

"جی آج ہی پتہ چلا ہے۔۔" عالم کے دل کی بے چینی بڑھی تھی۔

"عدیم کو نا جانے کیا ہو گیا ہے وہ حلالہ کروا کر اُس سے دوبارہ نکاح

کرنا چاہتا ہے۔

اور مجھ سے نکاح کروانا چاہتا ہے"۔اسفند نے اپنی کن پٹی کو دباتے

کہا۔

"تم نے اُسے کیا جواب دیا؟" عالم نے سرد لہجے میں پوچھا۔

"کل وہ مجھے کنزل سے ملوائے گا تو میں اُسے یہاں لے کر آجاؤں

گا آگے آپ جانے یا کنزل

لیکن آپ کو مجھے ساری حقیقت بتانی ہو گی ڈیڈ کے بارے میں۔۔"

اسفند نے عالم کو دیکھتے کہا۔ تو عالم نے اسے گھور کر دیکھا۔

"تم اپنے بڑے بھائی سے سودے بازی کر رہے ہو؟" عالم نے کہا تو

اسفند فوراً سیدھا ہوا تھا۔

"نہیں بھائی میری اتنی مجال لیکن میں اب تھک گیا ہوں۔ اتنی

محنت کے بعد بھی میرے ہاتھ کچھ نہیں لگا۔

اسفند نے تھوڑا سنجیدگی سے کہا۔

"کل تم کنزل کو یہاں لے کر آؤ گئے یا مجھے کال کر کے پوچھ لینا

کہاں لانا ہے۔"

عالم نے وہاں سے اٹھتے ہوئے کہا۔ اور وہاں سے چلا گیا۔ اسفند

پیچھے آنکھیں موندے لیٹ گیا تھا۔

وہ جانتا تھا جب کل وہ کنزل کو لے کر آئے گا اور عدیم کی کال اٹینڈ

نہیں کرے گا تو وہ اُسے تلاش کرے گا۔ لیکن اسے عدیم کی پرواہ

نہیں تھی۔

پرواہ اس بات کی تھی۔ کہ اسے اپنے ڈیڈ کے بارے میں کچھ پتہ

نہیں چلا۔

اسفند گھر سے نکل کر رنم کے پاس گیا تھا تاکہ اُسے کنزل کے

بارے میں بتا سکے۔

رنم کچن میں تھی جب اسفند گھر میں داخل ہوا۔

کچن سے آوازیں آرہی تھیں۔اس لیے کچن کی طرف بڑھ گیا تھا۔

"یاد آ گیا کہ اس گھر میں بھی آپ نے کسی جیتے جاگتے انسان کو قید

کیا ہوا ہے؟ رنم نے اسفند کو دیکھتے طنزیہ لہجے میں کہا۔

اس کی بات پر اسفند کے چہرے پر بے ساختہ مسکراہٹ آگئی تھی۔

"طنز کے تیر بعد میں چلا لینا۔ لیکن میں تمہیں بتانے آیا ہوں کہ تمھاری بہن مل گئی ہے اور زندہ ہے۔۔"

اسفند نے اسے دیکھتے کہا تو رنم نے حیرانگی سے اس کی طرف دیکھا اور اُسی وقت اس کا ہاتھ ہلکا سا گرم چولہے سے جا لگا۔

آہ!!" رنم نے جلدی سے اپنا ہاتھ پیچھے کرتے اس پر پھونک مارنے لگی۔ اسفند جلدی سے آگے بڑھا اور نل کھول کر اس کی کلائی پکڑے پانی کے نیچے اس کا ہاتھ رکھا۔

"تم سچ کہہ رہے ہو؟ کنزل مل گئی۔۔ یا اللہ۔۔"

رنم نے لہجے میں خوشی لیے پوچھا۔ اسے اپنی تکلیف کی پرواہ نہیں تھی جو خبر اسے اسفند نے دی تھی وہ اس کے لیے بہت اہمیت کی حامل تھی۔

"میں تم سے جھوٹ کیوں بولوں گا؟" اسفند نے ایک آبرو

اچکاتے پوچھا۔

"مجھے اُس سے ملنا ہے۔ وہ کہاں ہے وہ ٹھیک تو ہے؟؟"

رنم نے جلدی سے کہا۔

"ابھی تم اُس سے نہیں مل سکتی۔ اور

کیوں نہیں مل سکتی یہ میں نہیں بتا سکتا اور نہ تم ضد کرو گی۔

وہ زندہ ہے یہی تمھارے لیے کافی ہونا چاہیے۔"

اسفند کہتے ہی اسے کچن سے باہر لے آیا۔

اور اسے صوفے پر بیٹھاتے اس کے ہاتھ پر کریم لگانے لگا۔

رنم غور سے اسفند کو دیکھ رہی تھی۔

"ایسے مت دیکھو رنم ورنہ پیار ہو جائے گا اور تم نے تو پہلے ہی نکاح

سے انکار کر دیا ہے۔"

اسفند نے شرارتی لہجے میں کہا۔

"تو اگر اب میں ہاں کر دوں تو؟" رنم نے اسی کے انداز میں

پوچھا۔

"توبا خدا اسی وقت تم سے نکاح کر لوں گا۔ ایک بار ہاں کر کے تو

دیکھو"۔ اسفند نے نظریں اٹھائے رنم کو دیکھتے کہا۔

"کیا تم مجھے ہر طرح کی مصیبت سے بچا کر رکھو گئے؟ ہمیشہ مجھ پر

یقین کرو گے؟ ہمیشہ میرا ساتھ دو گے؟"

رنم نے اسفند کو دیکھتے سنجیدگی سے پوچھا۔

جو رنم کی بات سن کر حیران ہو رہا تھا۔

"اپنی جان سے زیادہ تمھاری فکر کرتا ہوں۔ اور یہ تو تمہیں اب

تک سمجھ جانا چاہیے۔

اگر میر اادارہ کچھ غلط ہوتا تو آج تم اس طرح میرے سامنے بیٹھے

مجھے پرپوز نا کر رہی ہوتی۔" اسفند نے کہا تو رنم فوراً ہوش میں آئی۔

"میں نے کب تمہیں پرپوز کیا؟"

رنم نے جلدی سے پیچھے ہوتے پوچھا۔

ہاں اُسے اسفند اچھا لگا تھا اس نے کبھی اس کے قریب آنے کی

کوشش نہیں کی۔ نا ہی رنم کا کبھی برا چاہا۔ وہ رنم سے نکاح کرنا چاہتا

تھا لیکن اس نے ہی منع کر دیا۔

تو رنم کو نہیں لگتا تھا کہ اسے کوئی ایسا انسان ملے گا جو اس کی اس

قدر پرواکرتا ہو۔

وہ اس طرح کی لڑکی نہیں تھی کہ بیٹھی اسفند کے دوبارہ نکاح کے

بات کرنے ما انتظار کرتی۔

"اگر میں نے پرپوز کیا بھی تو کیا ہوا؟

کیا لڑکیاں پرپوز نہیں کرسکتی؟" رنم نے نظریں چراتے کہا۔

"تم سچ میں میرے ساتھ نکاح کے لیے راضی ہو؟" اسفند نے اسے بازو سے پکڑ کر اس کا رخ اپنی طرف کرتے بے یقینی سے پوچھا۔

"ہاں لیکن میری کچھ شرائط ہیں۔" رنم نے جلدی سے کہا۔

"مجھے تمھاری ساری شرائط منظور ہیں۔"

اسفند نے کہتے ہی خوشی سے رنم کو گلے لگانا چاہا لیکن رنم نے اس کے سینے پر ہاتھ رکھے اسے دور رہنے کا کہا۔

"نکاح سے پہلے نہیں۔۔۔"رنم نے صاف لفظوں میں کہا۔لیکن پھر نظر جھکالی۔

"پھر تو میں آج ہی نکاح کروں گا۔اگر بعد میں تم مکر گئی تو میں پھر پوری زندگی بیٹھے تمھاری ہاں کا تو انتظار نہیں کروں گا۔ناں۔۔"

اسفند نے خوشی سے کہا اور اپنا فون نکالے عالم کو کال کر کے ساری بات بتانے لگا۔وہ سچ میں بہت خوش تھا۔

اگر چاہتا تو زبردستی بھی نکاح کر سکتا تھا لیکن اس نے انتظار کیا اور آج رنم نے خود اس سے نکاح کرنے کی ہامی بھری تھی۔

عالم کو بتانے کے بعد وہ رنم کے پاس آیا۔

" رنم ہم نکاح سادگی سے کر لیتے ہیں بعد میں ولیمہ دھوم دھام سے کر لیں گے۔۔ جہاں سب ہوں گے۔ ابھی سمجھ لو میری کچھ مجبوریاں ہیں۔۔"

اسفند نے رنم کی رضامندی چاہی۔

"جیسے تمہیں بہتر لگے۔۔۔" رنم نے بس اتنا ہی کہا۔ کیونکہ اسفند پر وہ آنکھ بند کر کے یقین کر سکتی تھی۔

"ٹھیک ہے تم کمرے میں جاؤ میرے بھائی اور مولوی صاحب

آتے ہی ہوں گے۔۔ایسا کرو چینج کر لو۔۔"

اسفند نے کہا تو رنم اثبات میں سر ہلاتے وہاں سے چلی گئی۔

کمرے میں جاتے وہ کھڑکی کے پاس آکر کھڑی ہو گئی۔

اسے یاد آیا ایک بار وہ کنزل اور مظفر کے پاس بیٹھی ہوئی

تھی۔جب مظفر نے کہا کہ وہ اپنی دونوں بیٹیوں کے لیے

شہزادے ڈھونڈ کر لائے گا۔شادی کی ہی بات چل رہی تھی۔

رنم نے تو صاف لفظوں میں کہا تھا اسے شہزادہ نہیں چاہیے بلکہ ایسا انسان چاہیے جو اس کے بابا جیسا ہو اس کی عزت کرے اس کو تحفظ فراہم کرے اور اپنی بیوی پر یقین کرے۔

اور مظفر نے کہا تھا کہ اس کی دونوں بیٹیوں کو ایسے ہی لڑکے ملے گئے جو خود سے زیادہ ان کا خیال رکھے گئے۔

اور اسفند ایسا ہی تھا۔

وہ شروع سے اس کی مدد کر رہا تھا۔ رنم کا خیال رکھ رہا ہوں تھا اس نے کنزل کو بھی تلاش کیا تو رنم کو اور کیا چاہیے تھا۔

اس لیے جب اسفند نے نکاح کی بات کی تو اس نے ہاں کر دی۔

وہ بھیگی آنکھوں سے وارڈروب کی جانب آئی۔۔

"بابا امی آج آپ کی بیٹی، نکاح کرنے والی ہے۔ اسے آج آپ کی دعاؤں کی بہت ضرورت ہے۔۔ اور میں جانتی ہوں آپ دونوں جنت میں میرے لیے دعا کر رہے ہوں گے۔۔۔"

رنم آنسو صاف کرتی لباس لیے واش روم کی جانب بڑھ گئی۔

"ایسی بھی کون سی مصیبت آگئی تھی جو تم نے آج ہی اپنا نکاح رکھ لیا؟ کل بھی ہونی تھی تم کل نکاح نہیں کرے سکتے تھے۔"

حسام آتے ہی شروع ہو گیا تھا۔شاید اسے نیند خراب ہونے کا کچھ زیادہ ہی دکھ تھا۔

عالم فلحال آ نہیں سکا تھا تبھی حسام وہاں آیا تھا۔۔

مولوی صاحب کو بھی حسام لے کر آیا تھا۔

"لڑکی نے آج ہی ہاں کی ہے اگر کل وہ مکر جاتی تو؟" اسفند نے بھی اسے گھورتے ہوئے کہا۔ "اچھا ٹھیک ہے اب وقت کیوں ضائع کر رہے ہو۔"

جلدی کرو۔ حسام نے کہا اور مولوی صاحب کو نکاح شروع کرنے کا کہا۔ جہاں کچھ گواہ موجود تھے۔

"بھائی صاحب لڑکی کو تو لے آؤں۔۔" اسفند نے مسکراتے ہوئے کہا اور کمرے کی طرف چلا گیا۔

رنم نے سرخ رنگ کو ڈوپٹہ سر پر لیا ہوا تھا۔

"چلیں مولوی صاحب آ گئے ہیں۔"

اسفند نے رنم کو دیکھتے کہا جو اثبات میں سر ہلائے اس کے ساتھ

چل پڑی۔

اسفند نے اس کا ڈوپٹہ تھوڑا آگے کو کر دیا تھا جس سے اس کا چہرہ

چھپ گیا۔

اسفند رنم کو باہر لے آیا۔

مولوی صاحب نے نکاح شروع کیا۔

رنم کو تھوڑا ڈر بھی لگ رہا تھا۔ اس نے کبھی سوچا نہیں تھا کہ جب

اس کا نکاح ہو گا تو اس کے ماں باپ اس کے ساتھ نہیں ہوں

گئے۔

اسفند نے اس کے ہاتھوں کے کپکپاہٹ کو محسوس کرتے اس پر اپنا

ہاتھ رکھا تو رنم نے گہرا سانس لیتے نکاح نامے پر سائن کر دیے۔

رنم کے آنسو تشکر سے بہہ گئے۔۔ اس مسیحا نے انسانیت کا ہر حق

ادا کیا تھا۔ پھر وہ کیوں اس کے ساتھ ناانصافی کرتی۔۔؟

"اسفند تم ابھی اپنی بیوی کو اسی گھر میں رکھو گے۔۔"

نکاح کے بعد جو لوگ حسام کے ساتھ آئے تھے ان کے جاتے ہی

حسام نے پوچھا۔

"ہاں فلحال وہ یہی رہے گی۔

بس کل ایک کام میں نپٹا لوں اُس کے بعد سوچتا ہوں کیا کرنا

ہے"۔اسفند نے سنجیدگی سے کہا۔

"چلو ٹھیک ہے میں چلتا ہوں اور بہت بہت مبارک ہو، رنم سے

تسلی سے ملوں گا۔۔" حسام نے خوشی سے اسفند کے گلے لگتے کہا۔

عالم اور وہ دونوں جانتے تھے کہ ان کا چھوٹا بھائی رنم کو بہت پسند کرتا ہے۔ لیکن اُس کے ساتھ زبردستی نکاح نہیں کرنا چاہتا ورنہ عالم کا تو یہی مشورہ تھا۔

جب وہ رنم کو اس گھر میں لے کر آیا تھا اُسی وقت عالم نے اسے کہا تھا کہ اگر تم اُسے پسند کرتے ہو تو اُس سے نکاح کر لو لیکن اسفند نے منع کر دیا کہ جب تک رنم خود نہیں کہے گی وہ اس سے نکاح نہیں کرے گا۔

"تم گھر جاؤ گے ؟" اسفند نے حسام کو دیکھتے پوچھا۔

"اب گھر کون کمبخت جائے گا میں تو اب اپنی بیوی سے ملنے جا رہا ہوں۔ تمہارے نکاح کی وجہ سے مجھے اپنا نکاح یاد آ گیا ہے۔۔"

حسام نے مسکراتے ہوئے کہا تو اسفند بھی ہنس پڑا۔

"اور ہاں دوسری بات جو تم پر فائرنگ ہوئی تھی اُس بات کا عالم کو معلوم ہے یہ مت سمجھنا کہ تم نے اُسے بتایا نہیں تو اُسے کچھ معلوم نہیں ہے۔"

حسام نے سنجیدگی سے کہا تو اسفند نے حیرت کے مارے منہ کھولے

حسام کی طرف دیکھا تھا۔

"لیکن بھائی کو یہ سب کیسے پتہ چل جاتا ہے؟" اسفند نے حیرانگی

سے پوچھا۔

"تمہیں اس کا جواب ملے تو مجھے بھی بتا دینا۔"

حسام نے ایک آنکھ دباتے کہا اور وہاں سے چلا گیا۔

اسفند کمرے میں جانے کی بجائے کچن کی طرف چلا گیا تھا۔

فلحال تو اس کے پاس رنم کو دینے کے لیے کچھ نہیں تھا اس لیے

اس نے سوچا کہ وہ خود رنم کے لیے کیک بنائے گا. جو اسے بنانا

نہیں آتا تھا لیکن پھر بھی کوشش کرنے میں کیا حرج تھا۔

رنم کمرے میں بیٹھی کافی دیر سے اسفند کا انتظار کر رہی سامنے

اسفند کو دیکھ کر اس کی ہنسی نکل گئی تھی۔

جس کے بال سارے سفید ہوئے تھے شرٹ پر بھی مختلف چیزیں

لگی ہوئی تھیں لیکن وہ کیک تیار کر چکا تھا۔

"تم ہنس کیوں رہی ہو جانتی بھی ہو میں نے کتنی مشکل سے یہ کیک تیار کیا ہے۔"

اسفند نے لہجے میں خفگی لیے رنم کو دیکھتے کہا جو چلتی ہوئی اسفند کے پاس آئی اور کیک کی حالت دیکھ کر تو اسے پھر سے ہنسی آئی تھی۔

لیکن اس بار اس نے کنٹرول کی۔

اسفند نے چاکلیٹ کیک بنایا تھا جو شاید زیادہ ہی جل گیا تھا۔

"یہ تو بہت اچھا ہے اسفند آپ ٹیسٹ نہیں کروائیں گے؟" رنم نے اسفند کو دیکھتے کہا۔

"آپ؟ میڈم تم سے آپ پر آگئی؟" اسفند نے لہجے میں حیرانگی

لیے پوچھا۔

"ہاں تو اب آپ میرے شوہر ہیں اور آپ کی عزت کرنا تو بنتا ہے

۔۔" نارنم نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" آج تو تم مجھے حیران پر حیران کر رہی ہو"۔

اسفند نے کہتے ہی کیک کا چھوٹا سا ٹکرا کاٹ کر رنم کی طرف

بڑھایا۔ جس نے کیک بمشکل کھایا تھا کیونکہ وہ کچھ زیادہ ہی جل گیا

تھا۔

"یہ بہت مزے کا ہے۔"

رنم نے زبردستی کی مسکراہٹ چہرے پر لاتے کہا۔

"میں جانتا ہوں کہ تم. جھوٹ بول رہی ہو۔ یہ مجھ سے جل گیا

ہے۔ لیکن مجھے یہ بھی اچھا لگا کہ تمہیں میری پرواہ ہے مجھے برا نہ

لگے ۔۔"

اس لیے تم نے جھوٹ بولا

اسفند نے مسکراتے ہوئے اس کی چھوٹی سی ناک کو کھینچتے کہا۔

اس کی بات سن کر رنم بھی ہنسی پڑی تھی۔

"کیا اب تمہیں گلے لگا سکتا ہوں؟" اسفند نے شرارتی لہجے میں رنم کو دیکھتے پوچھا۔۔وہ شرماتی نظر جھکا گئی۔

اسفند نے رنم کو زور سے اپنے سینے میں بھینچ لیا تھا۔

"تھینک یو میری زندگی میں آنے کے لیے مجھ پر اعتبار کرنے کے لیے ۔۔"

اسفند نے کہتے ہی جھک کر رنم کے بالوں پر لب رکھ دیے۔

"اسفند آپ ایک بار بابا اور امی کی قبر پر جا کر فاتحہ پڑھ لیجیے گا۔"

رنم نے اسفند کو دیکھتے کہا۔

"مسز میں ہر جمعرات کو اُن دونوں کی قبروں پر جاتا ہوں۔" اسفند نے پیار سے رنم کی ناک کو کھینچتے کہا۔

رنم نے بے یقینی اسفند کی طرف دیکھا تھا۔

"یار ایسے مت دیکھو مجھے کچھ کچھ ہوتا ہے۔" اسفند نے بات کو مزاحیہ انداز میں کرتے کہا۔

رنم خاموش رہی تھی۔

"میں فریش ہو کر آتا ہوں پھر باہر سے کچھ آڈر کرتے ہیں ۔۔"

اسفند نے خوشی سے کہا اور فریش ہونے چلا گیا۔

دنیا میں اگر برے انسان موجود ہیں تو کچھ اچھے انسان بھی موجود

ہیں اور آج رنم کو اس بات کی سمجھ آگئی تھی۔

اسفند کو جاتے دیکھ وہ مسکرا پڑی تھی اس کا انتخاب غلط نہیں تھا۔

حسام سیدھا خاور کے گھر گیا تھا خاور گھر پر ہی تھا اس نے حسام کو

دیکھا تو خوشی سے اس کے گلے جا لگا۔

"تم نے بتایا نہیں کہ تم واپس آرہے ہو؟" خاور نے اس سے الگ

ہوتے پوچھا۔

"میں سرپرائز دینا چاہتا تھا۔ لیکن تمھاری اردو تو کافی اچھی ہو گئی

ہے۔۔" حسام نے مسکراتے ہوئے کہا تو خاور بھی ہنس پڑا۔

"ہاں وہ تو ہے اور میں تمہیں اپنی زوجہ محترمہ سے ملواتا

ہوں۔ کیونکہ یہ شاید اسی کی وجہ سے ہوا ہے۔۔"

خاور نے ملازمہ کو اشارہ دیا کہ سدرہ کو بلا کر لائے۔

حسام بیٹھا خاور سے باتیں کرنے لگا لیکن بار بار گل کا خیال دماغ میں

آرہا تھا۔

سدرہ کے آتے ہی اس نے حسام کو سلام کیا۔

"سدرہ یہ میرے سالے صاحب بھی ہیں اور دوست بھی"۔

خاور نے فخریہ انداز میں سدرہ کو دیکھتے حسام کا تعارف کروایا۔

سدرہ نے ہلکا سا مسکرا کر اس کی طرف دیکھا اور سلام کیا۔

"آپ لوگ باتیں کریں میں آپ دونوں کے لیے چائے لے کر

آتی ہوں"۔ سدرہ نے کہا اور وہاں سے اُٹھ کر چلی گئی۔

خاور نے نارملی حسام کو بتایا تھا کہ سدرہ اُسے پہلی نظر میں پسند آگئی

تھی اس لیے اس سے شادی کرلی۔

زیادہ خاور نے اسے بتایا نہیں تھا۔نا حسام نے جاننے کی کوشش کی۔

"گل کہاں ہے نظر نہیں آرہی؟" حسام نے خاور سے پوچھا۔

"وہ اپنے کمرے میں ہے۔جاؤ مل لو۔۔"۔حسام سر اثبات میں

ہلاتا کمرے کی طرف ب۔ڑھ گیا۔

اتنے میں سدرہ چائے لے آئی تھی۔

وہ چلے گئے؟ سدرہ نے چائے رکھتے پوچھا۔

نہیں وہ گل سے ملنے گیا ہے۔ خاور نے سدرہ کو دیکھتے کہا۔۔

سدرہ خاموشی سے وہاں بیٹھ گئی۔

اور ہاں کھانے کا کچھ دیکھ لینا۔ حسام ہمارے ساتھ ہی کھانا کھائے گا۔ خاور نے کہا تو سدرہ اثبات میں سر ہلاتے وہاں سے چلی گئی۔

اُس حادثے کے بعد وہ خاموش ہو گئی تھی اگر کوئی کام کی بات کرنی ہوتی تو ہی بولتی تھی ورنہ خاموش رہتی۔ لیکن خاور کی محبت میں کمی نہیں آئی تھی۔ بچے کا ذکر دوبارہ خاور نے سدرہ کے سامنے نہیں

کیا تھا کہ وہ پریشان نہ ہو جائے۔ اگر اللہ نے چاہا تو وہ بہت جلد پھر

سے ان دونوں کو نیک اولاد سے نوازے گا۔

دوسری جانب سدرہ خود کو تیار کر رہی تھی تاکہ جو حقیقت ہے وہ

خاور کو بتا سکے اور اپنے دل کا بوجھ ہلکا کر سکے۔

حسام گل کے کمرے میں داخل ہوا جو منہ تک کمبل لیے شاید سو

رہی تھی۔

وہ چلتا ہوا بیڈ کے پاس آیا اور اس کے چہرے سے کمبل پیچھے کیا۔

جو پر سکون سی سو رہی تھی۔اس کا چہرہ دیکھے حسام کے چہرے پر

مسکراہٹ آگئی تھی۔

آج کتنے ماہ بعد اس نے گل کو دیکھا تھا۔

حسام اس کے پاس بیٹھ گیا اور اس کے دائیں اور بائیں جانب ہاتھ

رکھتے وہ اس کے چہرے کے نقوش کو دیکھنے لگا۔۔جو اس کے

جذبات کا امتحان لے رہے تھے۔

اس کے ہونٹوں پر جھکتا وہ اپنے سارے جذبات ان پر انڈیلتا

مدہوش ہوا۔

گل جو نیند میں تھی۔ اسے اپنا سانس بند ہوتا ہو محسوس ہوا تو

مندھی مندھی سی نیند سے بوجھل ہوتی آنکھیں کھول کر اس نے

خود پر جھکے حسام کو دیکھا۔

گل کی سمجھ میں ہی نہیں آیا کہ یہ کیا ہوا ہے؟؟

اسے دیکھتے ہی اس کی آنکھیں پوری کھل گئی تھیں۔

گل کی رکتی سانسوں کا خیال کیے وہ پیچھے ہوا تو اس نے گہری سانس لی۔۔

"تم۔۔ کب۔۔ اور یہ۔۔" وہ شرما کر چہرہ چھپا گئی۔۔

وہ بے باک آدمی ہمیشہ اپنی مرضی کرتا تھا۔۔

"یہ سب میری محبت تھی۔۔" حسام گھمبیر تا سے بولا۔

اور چہرے سے ہاتھ ہٹا دیے۔

"تم نے مجھے مس کیا؟"

حسام نے گل کی آنکھوں پر بوسہ دیتے گھمبیر لہجے میں پوچھا۔

گل سانس روکے خود پر جھکے ہوئے حسام کو دیکھ رہی تھی۔

اب تو اس کے حسام کو لے کر جذبات بھی بدل گئے تھے۔

"تمھارے دل کی دھڑکنیں بتا رہی ہیں کہ تم نے مجھے بہت مس

کیا۔"

حسام نے شرارتی لہجے میں کہا تو گل نے اپنے دونوں ہاتھ اسکے سینے

کر رکھ کر اسے زور سے پیچھے دھکا۔ اور خود اُٹھ کر گہرے سانس

لینے لگی۔

"تم انسانوں کی طرح ام کو نہیں جگا سکتا تھا۔۔"

گل نے حسام کو گھورتے ہوئے کہا۔

"ابھی تو میں نے بھرپور شرافت کا مظاہرہ کرتے تمہیں جگایا ہے

ورنہ میرے ارادے کچھ اور تھے۔"

حسام نے ایک آنکھ دباتے بے باکی سے کہا۔

گل نے اس کی بات پر نظریں چرائی تھیں۔

بے شرم انسان۔۔"گل خود کو کہنے سے روک نہیں پائی۔

"صرف تمہارے معاملے میں میری جان۔۔۔" وہ جھک کر

دھٹائی سے بولا۔

اور اپنی پاکٹ سے ایک چھوٹا سا باکس نکالا۔

"یہ کیا ہے ؟"۔ گل نے حیرانگی سے پوچھا۔

"خود دیکھ لو۔ اس نے باکس کھول کر ڈائمنڈ کی نازک سی رنگ اس

کے ہاتھ کی زینت بنادی۔۔

حسام نے جھک کر گل کے ہاتھ کہ پشت پر لب رکھے۔ گل حسام

کے لمس پر خود میں سمٹ گئی تھی۔

"میں سوچ رہا ہوں ہم لوگ شاپنگ کے لیے چلتے ہیں میں تمہیں بہت ساری شاپنگ کروانا چاہتا ہوں۔ تاکہ پھر رخصتی دھوم دھام سے ہو سکے۔۔۔"

حسام نے گل کی گود میں سر رکھتے کہا جو ایک دم سٹپٹا گئی تھی۔

حسام نے اس کا ہاتھ اپنے بالوں میں رکھ کر آنکھیں موند لیں۔۔ باتیں کرتے ہوئے حسام کو پتہ ہی نہیں چلا اور وہی سو گیا۔ کیونکہ اس کی نیند پوری نہیں ہوئی تھی۔ اس لیے اچانک آنکھ لگ گئی۔

گل نے حسام کی بند آنکھوں کو دیکھا تو مسکرا پڑی۔

اس نے آرام سے حسام کا سر تکیے پر رکھا اور خود لائیٹ بند کر کے کمرے سے باہر چلی گئی۔

اگلے دن عدیم نے اسفند کو اپنے فلیٹ پر بلایا تھا۔

عدیم فلیٹ میں داخل ہوا تو اسے کہی بھی کنزل نہیں نہیں آئی اس

نے کمرے میں جاتے ہی کنزل کو دیکھا جو نماز پڑھ رہی تھی۔

نماز سے فارغ ہوتے ہی اس نے عدیم کہ طرف دیکھا۔

جو کھڑا اسے دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔

"تمہیں میرے ساتھ دوبارہ نکاح کرنے کے لیے حلالہ کرنا ہو

گا۔ میں تم سے دوبارہ نکاح کرنا چاہتا ہوں۔"

عدیم چلتا ہوا کنزل کے پاس آیا اور سنجیدگی دے اس کے سر پر بم

پھوڑا۔ وہ خوف سے پیچھے کھسکی۔

کنزل نے ایسے عدیم کو دیکھا تھا جیسے اس کا دماغ خراب ہو گیا ہو۔

"تمھارا دماغ ٹھیک ہے؟ میں کسی سے کوئی نکاح نہیں کروگی نا تم سے نہ کسی اور سے۔۔" کنزل نے صاف لفظوں میں منع کرتے کہا۔

جبکہ دل اندر سوکھے پتے کی مانند کانپ رہا تھا۔ جو کچھ عدیم اس کے ساتھ کر چکا تھا اُس کے بعد تو اسے عدیم سے خوف محسوس ہوتا تھا۔

"تمہارے پاس کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے کرنا تو تمہیں وہی ہو گا جو

میں کہوں گا۔ شکر کرو میں تمہیں دوبارہ اپنا رہا ہوں۔۔"

عدیم نے کنزل کو دیکھتے سرد لہجے میں کہا۔

"میں کسی سے نکاح نہیں کروں گی۔ چاہے کچھ بھی ہو جائے۔

تمھارے لیے میری زندگی کیا مزاق ہے؟

کبھی کسی مرد کے پاس بھیجنے کی تم بات کرتے ہو کبھی کسی مرد کے

پاس۔۔

لیکن میری ایک بات کان کھول کر سن لو۔ میں

تمھارے ہاتھ کی کٹ پتلی نہیں ہوں اور نا ہی اب مجھے فرق پڑتا

ہے کہ تم کیا چاہتے ہو اور کیا نہیں"۔

کنزل نے سامنے کھڑے بے حس انسان کو دیکھتے چیخ کر کہا۔

جس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔ جبکہ کنزل کا خود کا لہجہ بھیگا

تھا۔

"محبت کرنے لگا ہوں تم سے تمہیں نکاح کرنا ہی ہو گا ورنہ میں کیا کروں گا تم سوچ بھی نہیں سکتی۔"

عدیم نے کرخت لہجے میں کہا۔

"محبت۔۔ لعنت ہے تم پر۔۔ جو اپنی درندگی کو محبت کا نام دے رہے ہو۔۔"

اسے اپنی پشت پر زخم تازہ ہوتے محسوس ہونے لگے۔

"کنزل بکواس مت کرو۔۔ چپ چاپ میری بات مانو۔۔"

وہ اس وقت پاگل ہی لگ رہا تھا۔

"تمہیں جو کرنا ہے کر لو لیکن میں اب تمھاری کوئی بات نہیں

مانوں گی چاہے کچھ بھی ہو جائے۔

اور جتنا برا تم نے میرے ساتھ کرنا تھا وہ کر چکے ہو اس سے زیادہ

کیا کر سکتے ہو؟ زبردستی کرو گے؟ یا جان سے مار دو گے؟ اس کے

علاوہ تم کچھ نہیں کر سکتے"۔

کنزل نے چیختے ہوئے کہا۔

"میں نے تمھاری رائے نہیں پوچھی۔۔۔بلکہ تمہیں حکم دیا

ہے۔۔"

عدیم نے کہتے ہی کنزل کو بازو سے پکڑ کر دروازے کی طرف

پھینکا۔

کنزل اپنا توازن برقرار نہیں رکھ پائی اور زمین پر اوندھے منہ جا

گری۔

اس نے نظریں اٹھا کر اوپر دیکھا۔

تو اس کے چہرے پر اسفند کو دیکھ کر بے یقینی کے تاثرات ابھرے

تھے۔

تم !!!

کنزل نے بس اتنا ہی کہا جب سامنے کھڑے اسفند نے نیچے جھکتے

سفید رومال کنزل کے منہ پر رکھا جس پر بے ہوشی کی دوا لگی ہوئی

تھی۔

لاکھ حیل وحجت کے باوجود وہ بے ہوش ہو چکی تھی۔

وہ تھوڑی دیر پہلے ہی آیا تھا اور کنزل کی باتیں بھی سن چکا تھا۔

اس کا خون کھول رہا تھا لیکن اس وقت کنزل کو یہاں سے لے کر جانا زیادہ ضروری تھا۔

عدیم کو تو وہ بعد میں دیکھ لے گا۔

"لے جاؤ اسے۔۔ کل یا پرسوں واپس بھیج دینا۔۔" عدیم نے عام سے لہجے می کہا۔ جیسے وہ کوئی فالتو چیز ہو۔

اسفند کنزل کو وہاں سے لے گیا تھا۔

فلیٹ سے باہر نکلتے اس نے آرام سے کنزل کو گاڑی میں لیٹایا اور خود ڈرائیونگ سیٹ پر آ کر بیٹھ گیا۔

اسفند نے عالم کو کال کر کے پوچھا تھا کہ کنزل کو کہاں لے کر جانا

ہے تو وجاہت نے اسے اپنے فلیٹ کا کہا تھا۔

ویسے تو اسے اپنے بھائی کے ارادے بھی کچھ ٹھیک نہیں لگ رہے

تھے لیکن وہ اپنے بھائی سے سوال جواب نہیں کر سکتا تھا۔ لیکن

اسے اتنی امید تھی کہ وہ کچھ برا نہیں کرے گا۔

اس لیے کنزل کو وجاہت کے فلیٹ پر چھوڑ کر وہاں سے چلا گیا۔

کنزل کو ہوش آیا تو اسے ایسا لگا جیسے کوئی اسے دیکھ رہا ہو۔

اس نے اپنے سر کو تھاما اور اُٹھ کر بیٹھ گئی۔

سامنے ہی بلیک کلر کے تھری پیس میں وجاہت عالم ٹانگ پر ٹانگ

رکھے بیٹھا سگریٹ کے گہرے کش لے رہا تھا۔

"پروفیسر؟" کنزل نے عالم کو دیکھتے منہ میں بڑبڑاتے بے یقینی سے

کہا۔

آپ؟ کنزل نے اپنا حلق تر کیا اس کی سفاک آنکھیں پھر سے اس کی نظروں کے سامنے گھومنے لگی تھیں۔

"مجھے لگا تم مجھے بھول گئی ہو گی۔"

وجاہت نے اپنی جگہ سے اٹھتے اس کے پاس آتے بھاری لہجے میں کہا۔

کنزل کھسک کر تھوڑا پیچھے ہو گئی تھی۔

وجاہت نے اس کے پاس بیٹھتے غور سے اس کے چہرے کو دیکھا۔

کتنے ماہ بعد اس نے کنزل کو دیکھا تھا اور اسے صحیح سلامت دیکھ کر

اس کے دل کو سکون ملا تھا لیکن عدیم کا سوچ کر پھر سے جو اس کے

دل میں تھوڑی بہت نرمی جاگی تھی اُس کی جگہ سختی نے لے لی۔

کنزل خوفزدہ نظروں سے وجاہت کو دیکھ رہی تھی جس کی گلاسز

سے پیچھے چھپی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔

وجاہت نے اپنی پاکٹ میں سے ایک چھوٹا سا چاقو نکالا۔

چاقو کو دیکھتے ہی کنزل کی آنکھیں خوف سے پھیل گئی۔

"آپ یہ سب کیا کر رہا ہیں پلیز مجھے جانے دیں۔" کنزل نے چاقو کو

دیکھتے کپکپاتے لہجے میں کہا۔

"تم چاہتی ہو میں تمھاری جان بخش دوں ؟"

عالم نے آنکھوں میں چمک لیے اپنے ہاتھ میں پکڑے چاقو کو دیکھتے

پر سرار لہجے میں پوچھا۔

"آپ مجھ سے کیا چاہتے ہیں؟ کس قیمت پر آپ مجھے رہا کریں

گے ؟"

کنزل نے خوفزدہ لہجے میں پوچھا۔

"قیمت تو بہت بڑی ہے جسے تم ادا نہیں کر سکو گی۔ لیکن کرنی تو میں نے اپنی مرضی ہی ہے تو غور سے سنو۔

تمھارا سابقہ شوہر تمھارا کسی ایسے انسان کے ساتھ نکاح کروانا چاہتا ہے جو رات کے گزرتے ہی صبح تمہیں طلاق دے دے۔ اور پھر آرام سے تمھارے ساتھ دوبارہ نکاح کر لے۔ ٹھیک کہہ رہا ہوں نا ؟"

عالم نے چاقو کی نوک سے کنزل کی ٹھوڑی سے چہرہ اوپر کرتے مسکراتے ہوئے پوچھا۔جو خاموش نظروں سے عالم کو تکتی رہی تھی۔

"تم نے جواب نہیں دیا؟"

عالم نے کنزل کی ٹھوڑی پر دباؤ ڈالتے کہا۔جس کے منہ سے تکلیف کے مارے بے ساختہ سسکی نکلی تھی۔

عالم نے فوراً چاقو پیچھے کیا تھا۔

کنزل کی ٹھوڑی سے ایک چھوٹی سی خون کی بوند عالم کے ہاتھ پر گری تھی۔

کنزل نے جلدی سے اثبات میں سر ہلایا۔

"تو اس کام کے لیے میں کیسا رہوں گا؟ مجھے تمھارا ایک رات کا شوہر بننے میں بلکل بھی مسئلہ نہیں ہے۔ اور تمھارے جیسی خوبصورت لڑکی کو منع کون کرے گا؟"

عالم نے تمسخرانہ انداز میں کنزل کی بھیگی ہوئی گہری آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔ جسے کہیں سے بھی سامنے بیٹھا نفیس انسان وہ

نہیں لگ رہا تھا جس سے وہ پہلی بار ملی تھی آج تو اس کے تیور اور انداز ہی بدلہ ہوا تھا۔

"میں آپ سے نکاح نہیں کروں گی"۔

کم از کم آپ کو اپنی عمر کا ہی خیال کر لینا چاہیے۔ کنزل نے نفی میں سر ہلاتے کہا۔ اس وقت وہ بے بسی کی انتہا پر کھڑی تھی۔

ایک مصیبت سے نکل کر دوسری مصیبت میں پھنس گئی تھی۔

"کس نے کہا کہ میں تم سے نکاح کر رہا ہوں؟"

عالم نے ہنستے ہوئے ایک ابرو اچکاتے ہوئے سرد لہجے میں پوچھا۔ اور اس کی نازک گردن کو دبوچے اپنے چہرے کے بے حد قریب کیا اتنا قریب کے کنزل کو عالم کی گرم سانسوں کے تھپڑ اپنے چہرے پر پڑتے ہوئے محسوس ہو رہے تھے۔ وہ صرف کنزل کو ڈرا رہا تھا اور وہ ڈر بھی گئی تھی۔

"تو اب کیا کرنا چاہیے؟" عالم نے اس کے کان کے پاس جھکتے پرسکون سے انداز میں پوچھا۔

کنزل جو پوری طرح اس کی گرفت میں کپکپا رہی تھی عالم کی بات نے اس کی روح فنا کر دی تھی۔

آپ کیوں یہ سب کر رہے ہیں؟ کنزل نے اس بار روتے ہوئے کہا تو وجاہت بھی ایک دم اس سے پیچھے ہوا تھا۔

"رونا بند کرو اور غور سے میری بات سنو۔" وجاہت نے اس کی ٹھوڑی سے نکلتے خون پر نظریں جمائے کہا۔

"جو لڑکا تمہیں یہاں لایا وہ میرا بھائی ہے۔

عدیم نے اُسے کہا تھا کہ وہ تم سے نکاح کرے۔

میرا ارادہ تمہیں نقصان پہنچانے کا نہیں ہے۔ لیکن اگر تم عدیم سے

پیچھا چھڑوانا چاہتی ہو تو تمہیں مجھ سے نکاح کرنا ہو گا۔ اُس کے بعد

تمھاری حفاظت کی ذمہ داری میری ہو گی۔

اگر تمہیں یہ منظور ہے تو ٹھیک ہے ورنہ وہ ہے دروازہ تم یہاں سے

جا سکتی لیکن پھر عدیم تمھاری کیا حالت کرے گا وہ تم بھی اچھی

طرح جانتی ہو۔"

وجاہت نے سنجیدگی سے کہا۔

تو جو آپ تھوڑی دیر پہلے کہہ رہے تھے وہ کیا تھا؟ کنزل نے ڈرتے ہوئے وجاہت کو دیکھتے پوچھا۔ جس نے اس کی طرف سرد نظروں سے دیکھا تھا۔

اب وہ اسے کیا بتاتا کہ پیچھے پانچ مہینوں کا غصہ اپنے اندر دبائے بیٹھا تھا۔

تو کنزل کو دیکھتے ہی بھڑک پڑا لیکن اب وہ ٹھیک تھا۔

"تم میرے سوال کا جواب دو میرا وقت ضائع مت کرو اگر تم نکاح نہیں کرنا چاہتی تو یہاں سے جا سکتی ہو"۔

وجاہت نے کنزل کی طرف دیکھتے کہا۔

"آپ میری مدد کیوں کرنا چاہتے ہیں آپ کا اس میں کیا فائدہ ہے؟"

کنزل نے وجاہت کے سرد چہرے کو دیکھتے پوچھا۔

"میں نے تم سے اگر کوئی فائدہ لینا ہوتا تو پانچ ماہ پہلے ہی تمہیں اغوا کر لو الیتا۔

اور تم پر ترس کھا کر تم سے نکاح کی بات کی ورنہ تم جیسی لڑکی سے

مجھے کیا لینا دینا۔"

وجاہت عالم نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

کنزل کا چہرہ ذلت اور توہین کے مارے سرخ ہو گیا تھا۔

"آپ کو مجھ جیسی لڑکی پر احسان کرنے کی ضرورت بھی نہیں

ہے۔

مجھے آپ سے نکاح نہیں کرنا۔" کنزل نے وہاں سے اٹھتے ہوئے

کہا۔

"توتم دوبارہ عدیم کے پاس جانا چاہتی ہو؟" وجاہت نے سیریس انداز میں پوچھا۔

"میں عدیم کے پاس جاؤں یا بھاڑ میں جاؤں آپ کو اس سے مطلب نہیں ہونا چاہیے۔"

کنزل نے مڑتے وجاہت کو دیکھتے دوٹوک الفاظ میں کہا۔

اس وقت عالم اپنی جگہ سے کھڑا ہوا اور کنزل کی نازک کلائی کو پکڑے اس کا رخ اپنی طرف کیا۔

"تمہیں اپنی بہن کی بھی پرواہ نہیں ہے؟ اگر تمھاری بہن اُس کے ہاتھ لگ گئی تو پھر تم کیا کرو گی؟" وجاہت نے تھوڑا غصے سے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"تو آپ سے نکاح کر کے کیا میری بہن محفوظ رہے گی؟" کنزل نے سنجیدگی سے پوچھا رنم کو سوچتے ہی وہ تھوڑا نرم پڑی تھی۔

"پھر تمھاری اور تمھاری بہن کی حفاظت کی ذمہ داری میری ہو گی۔

اب بھی تم جانا چاہتی ہو تو جا سکتی ہو ۔۔"

وجاہت نے کنزل کی کلائی کو چھوڑتے ہوئے کہا۔

اگلے دن حسام نے پریس کانفرنس رکھی تھی۔اور آج اس نے اپنی کامیابی کی وجہ بتانی تھی۔ کہ کس ساتھ مل کر اُس نے اپنی کمپنی کو کامیابی کی بلندیوں تک پہنچایا تھا۔

اور آج اس کی کمپنی کا شمار اپنے ملک کی دس بڑی کمپنیوں میں ہوتا تھا۔

عدیم کو بھی اس بات کا پتہ چل گیا تھا۔ وہ بھی جاننا چاہتا تھا کہ آخر

حسام کے پیچھے کون ہے۔ کیونکہ کمپنی کو اتنا آگے لے کر جانا اس

کے اکیلے کے بس کے بس کی بات نہیں تھی۔

آج اسفند آفس نہیں آیا تھا۔۔

عدیم اسے کال کر رہا تھا لیکن اُس کا نمبر بند جا رہا تھا۔

اس وقت وہ ٹی وی کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ اور ہاتھ میں سوفٹ

ڈرنک تھامے وہ

جہاں حسام میڈیا سے بات کر رہا تھا۔

"کمپنی کو کامیابی کی بلندیوں تک لے کر جانا میرے اکیلے کی بس کی

بات نہیں تھی۔

اس میں میرے بھائیوں کی محنت بھی شامل ہے اور زیادہ جس

انسان کی محنت شامل ہے وہ میرا بڑا بھائی وجاہت عالم ہے۔

اور میرا چھوٹا بھائی ۔۔۔"

اس سے پہلے حسام اسفند کا نام لیتا کمرہ عالم اور اسفند کی طرف گیا

تھا۔جو حسام کی طرف چلتے آرہے تھے۔

دونوں نے بلیک کلر کا تھری پیس سوٹ پہنا ہوا تھا۔ جس میں وہ کافی وجیہہ لگ رہے تھے۔

لیکن اسفند کو دیکھ کر عدیم کرنٹ کھا کر کھڑا ہوا تھا۔ اس کا چہرہ دھواں دھواں ہوا۔

اس کا باپ جمشید بھی وہی آگیا تھا وہ بھی اسفند کو دیکھ کر حیران ہوا تھا۔ اور زیادہ حیران تو وہ وجاہت عالم کو دیکھ کر ہوا تھا۔

"یہ تو تمھارا آدمی ہے نا تو یہ حسام کے ساتھ کیا کر رہا ہے؟" جمشید نے حیرانگی سے عدیم کو دیکھتے پوچھا۔

عدیم کا چہرہ سرخ ہوا۔۔ اور پھر چہرے پر غضب بڑھا۔۔ مٹھیاں بھینچے، اس نے گلاس پوری شدت سے زمین پر پھینکا۔۔

"دھوکہ۔۔۔ میرے ساتھ۔۔۔" عدیم کو اس وقت اپنی ہی کیفیت سمجھ نہیں آئی تھی۔

"دھوکہ دیا مجھے پیچھلے تین سالوں سے یہ مجھے دھوکہ دے رہا تھا۔ اور میں۔۔ اس کے ہاتھوں بے وقوف بنتا رہا۔۔۔"

عدیم نے غصے سے ریموٹ کو دیوار پر مارتے کہا۔

حسام نے اسفند کے کندھے پر ہاتھ رکھے اس کا تعارف کروایا میڈیا

سے کروایا تھا

"یہ ہمارا چھوٹا اور لاڈلہ بھائی ہے۔"

"نہیں چھوڑوں گا تمہیں میں اسفند نہیں چھوڑوں گا۔ تم نے اچھا

نہیں کیا۔۔ بلکہ کسی کو نہیں چھوڑوں گا۔۔۔"

عدیم خونخوار نظروں سامنے ٹی وی کو دیکھتے کہا۔

کنزل۔۔۔"اس کے لبوں سے اس کا نام نکلا۔

بال مٹھی میں جکڑے وہ ایک اور دھوکہ آرام سے سمجھ گیا تھا۔

"تم اب عدیم کی سفاکیت کی انتہا دیکھو گے، اسفند۔۔اور جس لڑکی کو تم لے کر گئے ہو۔۔اسے بھی تمہارے کیے کی سزا بھگتنی ہو گی۔"

عدیم کو لگ رہا تھا کہ اس نے یہ شاید کنزل کے لیے کیا ہے۔۔

تین سال سے وہ آدمی اس کے ساتھ تھا۔۔اور تین سالوں سے ہی وہ اس کے ہاتھوں بے وقوف بنتا رہا۔اسے رہ رہ کر طیش آ رہا تھا۔۔ ٹیبل کو ٹھوکر مارے وہ باہر نکلا تھا۔

پوری رات سوچ کر اس نے نکاح کی حامی بھری۔۔اور آج وہ اس شخص کے نکاح میں تھی۔۔جو کبھی اس کا پروفیسر تھا۔

"مجھے آج ایک ضروری کام ہے۔۔شام تک لوٹ آؤں گا۔۔اور

بالکل بھی پریشان مت ہونا، یہاں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا

سکتا۔۔کوئی بھی نہیں۔۔"

وجاہت نے نرمی سے اس کے ہاتھ تھامے اس کی آنکھوں میں

جھانکے کہا۔

اس کا لہجہ نرم اور سچائی سے پر تھا۔

کنزل نے اپنے ہاتھ آزاد کروانے چاہے،۔پر وجاہت کی گرفت

سخت تھی۔

چند پل وہ اس کا مرجھایا چہرہ آنکھوں میں سموئے نکل گیا تھا۔

کنزل مختلف سوچوں میں الجھی فلیٹ میں گھومتی رہی۔ناجانے

کیوں اس کا دل وجاہت پر بھروسہ کرنے کو کر رہا تھا لیکن دماغ

الجھا ہوا تھا۔

وہ بیڈ پر بیٹھی لایعنی سوچوں میں مگن تھی۔رنم کی یاد آئی تو آنکھیں

بھیگنے لگی،

"کاش رنم میں تمہیں دیکھ پاتی۔۔۔"وہ رنم کو تصور کرتے مخاطب ہوئی۔

وہ رب سے دعا گو ہوئی۔ کہ ایک بار ہی سہی پر اسے رنم مل جائے۔۔ان زندگی می وہی تو آخری رشتہ تھا جو زندہ تھا۔

اس کا دھیان عدیم کی طرف گیا۔تو جیسے وجود کپکپا گیا۔۔ لیکن پھر اس ساحر شخص کی سوچ نے عدیم کے عکس کو جھٹلا دیا۔

وجاہت سے نکاح ہوئے ہی اسے ایسا لگا تھا جیسے وہ کسی محفوظ پناہ گاہ میں آگئی تھی۔

وجاہت، اسفند اور حسام اس وقت آفس میں موجود تھے۔

"بھائی عدیم کو پتہ چل گیا ہو گا اور وہ غصے سے آگ بگولہ ہو رہا ہو

گا۔"

اسفند نے عالم کو دیکھتے کہا۔۔

"میں یہی تو چاہتا تھا۔ کہ اُسے پتہ چلے۔ اسے بھی پتہ چلے دھوکا

ہوتا کیا ہے؟"

عالم نے ہلکا سا مسکرا کر کہا۔

اس سے پہلے اسفند کچھ کہتا۔ وجاہت کا سیکرٹری اندر آئی تھی۔

"سر مسٹر عدیم آئے ہیں۔۔ وہ بہت غصے میں ہیں۔"

اُسے آنے دو۔ عالم نے بھاری لہجے میں کہا۔

یس سر سیکریٹری نے بس اتنا ہی کہا اور وہاں سے چلا گیا۔

اسفند سے کچھ فاصلے پر کھڑا تھا اور حسام ابھی بھی بیٹھا آرام سے موبائل استعمال کر رہا تھا۔ جیسے اس سے ضروری اور کوئی کام نہ ہو۔

عدیم غصے سے کمرے میں داخل ہوا۔

اور اسفند کو دیکھتے ہی اس کی طرف بڑھنے لگا اس سے پہلے وہ اس پر جھپٹتا حسام اس کے راستے میں حائل ہو گیا تھا۔

"خبر دار اگر میرے بھائی کو ہاتھ لگانے کی کوشش کی تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔"

حسام نے سرد لہجے میں کہا۔

"تمہارا بھائی۔۔۔ایک جھوٹا دھوکے باز آدمی ہے۔۔اس نے مجھے دھوکہ دیا ہے۔"

عدیم نے دھاڑتے ہوئے کہا۔

"اس نے صرف اپنی پہچان چھپائی اس کے علاوہ اُس نے تمھارے ساتھ مخلص ہو کر کام کیا۔نہ تمھاری کمپنی کی معلومات کبھی ہمیں دی نہ تمہیں نقصان پہنچانا چاہا تو کیسے تم کہہ سکتے ہو وہ تمہیں دھوکا دے رہا تھا؟"

عالم نے اپنی جگہ سے کھڑے ہوتے اس کے سامنے آتے پوچھا۔

"اگر اس کا مقصد میری کمپنی کو نقصان پہنچانا نہیں تھا تو یہ میرے

پاس کام کرنے کیوں آیا تھا؟"

عدیم نے عالم کو دیکھتے سنجیدگی سے پوچھا۔

"وہ اُس کا ذاتی معاملہ ہے وہ میں تمہیں نہیں بتا سکتا۔ لیکن اب تم

جا سکتے ہو۔" عالم نے کہتے ہی رخ موڑ لیا۔

"کنزل کہاں ہے؟ مجھے وہ لڑکی چاہیے۔۔۔" عدیم نے دانت پیستے

پوچھا۔

"وہ اب میری بیوی ہے تو اپنی زبان سے میری بیوی کا دوبارہ نام

مت لینا مجھے بلکل بھی اچھا نہیں لگے گا"۔

عالم نے اسے دیکھتے تنبیہ کرتے کہا۔

"بیوی؟"یعنی اسفند نے نہیں اس کے بڑے بھائی نے نکاح کیا تھا۔

"ہاں میری بیوی۔۔اب ایک لفظ مت کہنا۔۔۔"

وجاہت نے سرد انداز میں کہا۔

عدیم کے چہرے پر غصے کی جگہ تمسخر نے لی۔

"جسے تم اپنی بیوی کہہ رہے ہو۔ جانتے بھی ہو وہ پہلے میری بیوی

تھی میری چھوڑی ہوئی عورت کو تم نے اپنا نام دے دیا؟"

عدیم نے استہزائیہ انداز میں کہا۔

"تمھاری بکواس میں نے بہت سن لی اب تم خود یہاں سے دفع ہو

گے یا میں تمہیں دھکے دے کر نکالو۔"

عالم نے اپنے غصے کو کنٹرول کرتے کہا۔

"کنزل کو تو میں واپس حاصل کر کے ہی رہوں گا۔ لیکن تم سب

نے جو میرے ساتھ کھیل کھیلا ہے سب کو برباد کر دوں گا۔"

عدیم نے تینوں کو دیکھتے دھمکی دیتے کہا اور وہاں سے چلا گیا۔

"میں گھر جارہا ہوں تم. دونوں پیچھے دیکھ لینا۔

اور گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ تمہارا بھائی ابھی زندہ

ہے۔۔اب یہ جنگ میری ہے۔۔"۔

عالم نے حسام اور اسفند کو دیکھتے کہا۔

" بھائی ہمیں ٹینشن لینے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ ہم جانتے ہیں

آپ سب سنبھال لیں گے۔"

اسفند نے مسکراتے ہوئے کہا۔

عالم نے ہلکا سا مکسرا کر وہاں سے چلا گیا تھا۔

"آج میں گل کو لے کر اپنے پرانے گھر آؤں گا۔

اسی بہانے ہماری بیویاں بھی ایک دوسرے سے مل لیں گی۔"

عالم کے جاتے ہی حسام میں بیٹھتے ہوئے اسفند کو کہا۔

"تو کیا میں گھر جاؤں تیاری بھی تو کرنی ہے"۔ اسفند نے معصومیت سے حسام کو دیکھتے کہا۔

جو اس کی شکل دیکھ کر ہنس پڑا تھا۔

ٹھیک ہے لیکن کل ٹائم سے تم آفس پہنچو گے۔

حسام نے کہا تو اسفند اثبات میں سر ہلائے حسام کے گلے لگنے کے بعد وہاں سے چلا گیا۔

راستے میں اس نے کافی سامان لے لیا تھا اور وہ سوٹ بھی گاڑی میں

رکھ لیا تھا جو اس نے رنم کے لیے لیا تھا۔

گھر پہنچتے ہی اس نے دیکھا رنم بیٹھی ٹی وی دیکھ رہی تھی۔

"آپ اتنی جلدی آ گئے؟"

رنم نے اسفند کو دیکھتے پوچھا۔

"ہاں آج میرا بھائی اور اُس کی بیوی آ رہی ہیں۔"

اسفند نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"یہ تو بہت اچھی بات ہے، پر وہ کہیں؟"

رنم نے کھڑے ہوتے سہم کر کہا۔

"وہ کچھ بھی نہیں کہیں گے۔۔ بلکہ تم ان سے مل کر آج بہت

خوش ہو جاؤ گی۔۔"

رنم کچھ ریلکس ہوئی۔

"تمہیں کھانا بنانا آتا ہے؟" اسفند نے صوفے پر چیزیں رکھتے

ہوئے پوچھا۔

"آپ کو کیا لگتا یے مجھے کھانا بنانا نہیں آتا ہو گا؟ مجھے تو کیک بھی

بنانا آتا ہے۔"

آخری بات رنم نے اترا کہی تو اسفند ہنس پڑا۔

"ٹھیک ہے کبھی تمھارے ہاتھ کا کیک بھی کھالیں گے۔ لیکن ابھی

ہم دونوں مل کر کھانا بنائے گے اور یہ ڈریس میں تمہارے لیے لایا

تھا۔۔"

اسفند نے شاپنگ بیگ رنم کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"اور تمہیں یاد ہے جب تم اپنی فرینڈز کے ساتھ مال کے باہر

کھڑی آئسکریم کھارہی تھی؟" اسفند نے اسے یاد کرواتے کہا۔

"ہاں لیکن آپ کو کیسے پتہ چلا؟" رنم نے حیرانگی سے پوچھا۔

"بس مجھے معلوم ہے اُس وقت میں نے تمھارے لیے یہ سوٹ لیا

تھا۔"

اسفند نے آگے بڑھتے رنم کے ماتھے پر بوسہ دیتے کہا۔

"آپ کو یقین تھا کہ میں آپ کو مل جاؤں گی؟" رنم نے بھیگے لہجے

میں پوچھا۔

اُس نے تو کبھی سوچا نہیں تھا کہ اتنی محبت کرنے والا اسے شوہر

ملے گا۔

"میری نیت اچھی تھی اور اللہ پر بھروسہ تھا اور پلیز اب رونے

مت بیٹھ جانا مجھے اچھا نہیں لگتا۔ تم جلدی سے یہ سب سامان دیکھ

لو اگر کسی اور چیز کی ضرورت ہے تو بتا دو۔"

اسفند نے کہا تو رنم نے اثبات میں سر ہلاتے اسفند کو دیکھا اور

چیزیں دیکھنے لگی۔

اس نے اپنے آنسو کو باہر نکلنے سے روکا تھا۔ اور سامان پکڑے دیکھنے

لگی تھی۔ کیونکہ اس کے شوہر کو اس کے آنسو پسند نہیں تھے۔

عدیم کی باتیں وجاہت کا دماغ گھما چکی تھیں۔

لیکن وہ اس سب میں کنزل کو شامل نہیں کرنا چاہتا تھا۔۔اس کی

الجھی حالت وجاہت کو ازبر تھی۔۔اس وقت اس کو سکون کی

ضرورت تھی۔

وہ فلیٹ پر آیا تو خاموشی کا راج تھا۔

وہ کمرے میں بڑھا، تا کہ کچھ ریلکس ہو جائے، لیکن دبی دبی

سسکیاں سنتا وہ رکا تھا۔

وہ کنزل کے کمرے کی طرف آیا، جو اس کے کمرے کے ساتھ ہی تھا۔

اندر وہ زمین پر بیڈ پر سر رکھے نیند میں بڑبڑا رہی تھی۔

"کنزل۔۔۔" وجاہت نے اس کا سفید چہرہ دیکھ کر اس کو پکارا۔۔

اسے اس وقت وہ کنزل لگی ہی نہیں تھی، جس کے چہرے پر کبھی رونق ہوتی تھی۔ لیکن اس پل وہ چہرہ مرجھایا ہوا تھا۔ اور ایک خوف کا سایہ تھا۔

ناجانے اس کمینے آدمی نے اس کی ساتھ ایسا کیا کیا تھا؟ کہ وہ کل

سے خوف کے زیرِ اثر تھی۔

"پپ پلیز۔۔ میرے پاس نہ آؤ۔۔۔۔عدیم میں نے کک کچھ

نہیں کیا۔۔"

وجاہت کے دل پر جیسے کسی نے سوئی چھبوئی۔

وہ سمجھدار، مرد تھا۔۔ کنزل کی ذہنی رو کو وہ ایک دم سمجھ گیا تھا۔

کنزل۔۔۔"وجاہت نے اس کا گال تھپتپایا تو گرم گال اسے

احساس دلا گیا کہ وہ بخار سے تپ رہی ہے۔

"میں کیسے لاپرواہ ہو گیا۔" مٹھی بھینچے خود کو کوستا وہ کنزل کو دیکھ رہا

تھا۔

اسے بانہوں میں بھرتے، وہ اپنے کمرے میں لے گیا،۔

بیڈ پر اسے لٹائے وہ باہر کی جانب بڑھا تاکہ میڈیسن وغیرہ دیکھ

سکے۔۔

ڈاکٹر کو بلانے کا وہ رسک نہیں لینا چاہتا تھا۔

"کنزل۔۔۔" اس کے گال کو تھپتپائے وہ اسے جگانے کی کوشش

کرنے لگا۔۔

پپ پانی۔۔۔" وہ سوکھے پڑتے لبوں سے بولی۔

وجاہت اسے بانہوں میں لیتا اس کی پشت سینے لگا گیا۔۔اور گلاس

اس کے لبوں سے لگایا۔

میڈیسن بھی لو کنزل۔۔بخار کی وجہ سے تمہاری حالت بہت بری

ہو رہی ہے۔" اس کا نرم لہجہ سنتی وہ اثبات میں سر ہلائے اس کے

سینے پر سر رکھ گئی۔۔آنکھیں کھلنا مشکل تھا جبکہ حواس پہلے ہی

ساتھ نہیں دے رہے تھے۔

وجاہت کا دل ایک شدت سے دھڑکا تھا۔۔وہ بے خبری میں

وجاہت کو مشکل میں ڈال گئی۔نرم نازک وجود استحقاق کا احساس

حاوی ہوا تو بالوں پر لب رکھے اس نے آنکھیں موندی۔

دوا کھلا کر وہ اسے لٹائے جھکا جب اس نے شرٹ مٹھی میں جکڑی،

وہ اب بھی خوف کے زیرِ اثر تھی۔

وجاہت پر سوچ سا اس کو دیکھ رہا تھا۔

اپنی تھکن کو نظر انداز کیے وہ اس کے قریب لیٹا، اس نے شرٹ

مزید سختی سے جکڑی ،۔

"یہیں ہوں۔۔ تمہارے پاس کوئی تمہیں کچھ نہیں کہے گا۔۔ اور اب کوئی تمہیں کوئی میرے علاوہ چھو بھی نہیں سکے گا۔۔" اس کی پیشانی کو چومتے وہ اس کا سر اپنے سینے پر رکھ گیا۔۔ اور اس کے بالوں کو نرمی سے سہلائے وہ اس کی بے قراری کو راحت میں بدل رہا تھا۔

کنزل کی بے چینی کم ہونے لگی۔ کچھ ہی پل میں اس کی سانسیں وجاہت کو سینے پر محسوس ہوئی تو وجاہت بھی چند پل کے لیے پرسکون ہو گیا تھا۔

حسام نے گل کو کال کر کے کہا تھا کہ شام میں وہ اُسے لینے آئے گا۔

اسے اسفند اور اُس کی بیوی سے اسے ملوانا ہے۔

گل تیار ہو گئی تھی۔اور اب بیٹھی حسام کا انتظار کر رہی تھی۔

جب سدرہ اس کے کمرے کا دروازہ ناک کر کے اندر آئی۔

" بھابھی تم آؤ ناں۔۔"

گل نے سدرہ کو دیکھتے کہا۔

"پہلے ام کو بتاؤ ام کیسا لگ رہا ہے؟"

گل نے کھڑے ہوتے گھوم کر سدرہ کو اپنا فراک دکھاتے پوچھا۔

"بہت پیاری لگ رہی ہو اور تم پر تو یہ کلر اور بھی زیادہ سوٹ کر رہا

ہے۔" سدرہ نے دل سے تعریف کرتے کہا۔

"شکریہ بھابھی۔۔" گل نے شرماتے ہوئے کہا۔

"تم آج باہر حسام بھائی کے ساتھ ہی کھانا کھا کر آؤ گی نا؟"

سدرہ نے اسے دیکھتے پوچھا۔

"جی بھابھی اور ہو سکتا ہے ام کو آنے میں دیر بھی ہو جائے۔"

گل نے کہا تو سدرہ اسے دیکھتے ہلکا سا مسکرا پڑی تھی۔

"تم اپنے شوہر کے ساتھ جا رہی ہو کسی غیر کے ساتھ تھوڑی جا

رہی وہ اچھے سے تمھارا خیال رکھے گا۔

اور اپنا خیال رکھنا۔"

سدرہ نے مسکراتے ہوئے کہا اور وہاں سے چلی گئی۔

تھوڑی دیر بعد حسام کی اسے کال آگئی تھی وہ باہر گاڑی میں اس کا

انتظار کر رہا تھا۔

گل نے جانے سے پہلے سدرہ کو بتایا اور گھر سے چلی گئی۔ حسام جو

گاڑی میں بیٹھا گلاسز لگائے اس کا انتظار کر رہا تھا۔

گل کو دیکھتے ہی اسکے چہرے پر مسکراہٹ آگئی جس نے سفید رنگ

کا فراک پہنا تھا ساتھ بلیو کلر کی شال لیے وہ سیدھا حسام کے دل

میں اتر رہی تھی۔

گاڑی میں بیٹھتے ہی گل نے سلام کیا۔

جس کا جواب حسام نے خوشدلی سے دیا تھا۔

"آج تو تم سفید گلاب کا پھول لگ رہی ہو۔ کیا میرا قتل کرنے کے

ارادے ہیں۔۔" حسام نے گاڑی سٹارٹ کرتے شرارتی لہجے میں

پوچھا۔

"ام تمہارا قتل کیوں کریں گے؟" گل نے لہجے میں حیرت لیے

پوچھا۔

"گل کبھی رومینٹک بھی ہو جایا کرو۔"

حسام نے دانت پیستے کہا۔

"استغفر اللہ تم کتنا بے شرم ہے۔"

گل نے نظریں چراتے ہوئے کہا۔

"شوہر ہوں میں اور اس میں بے شرمی والی کیا بات ہے؟" حسام نے ہنستے ہوئے پوچھا۔

"خاموشی سے گاڑی ڈرائیو کرو تم۔۔" گل نے منہ پھلائے کہا۔

حسام اس کی بات سنے قہقہہ لگائے ہنس پڑا تھا۔ ایسے ہی دونوں کا راستہ ہنسی مزاق میں گزرا تھا۔ زیادہ باتیں تو حسام کر رہا تھا۔ گل اس کی باتوں پر ہنس رہی تھی۔

"گل کہاں ہے نظر نہیں آرہی؟" خاور نے گل کی غیر موجودگی کو نوٹ کیے سدرہ سے پوچھا۔

"وہ حسام بھائی کے ساتھ گئی ہے۔۔ میری اجازت سے ہی گئی ہے، وہ اسے اپنے بھائی بھابھی سے ملوانا چاہتے تھے۔۔ اس لیے میں نے بھیج دیا۔۔ آپ کو برا تو نہیں لگا۔۔؟" سدرہ نے انگلیاں چٹخائے کہا۔

"مجھے کیوں برا لگے گا، بلکہ اچھا لگا کہ تم سب چیزوں کا خیال رکھتی

ہو سوائے میرے۔۔"

خاور کے لبوں سے شکوہ نکلا۔

سدرہ کا رنگ فق ہوا۔

"تمھاری طبیعت ٹھیک ہے؟"

خاور چلتا ہوا سدرہ کے پاس آیا اور اس کے مرجھائے ہوئے

چہرے کو دیکھتے فکر مندی سے پوچھا۔

"میں ٹھیک ہوں۔۔۔" سدرہ نے خاور سے نظریں چراتے ہوئے کہا۔

"تمہیں میرا شکوہ کرنا برا لگا؟" خاور فکر مند ہوا۔

سدرہ نے نفی میں سر ہلایا۔

"سدرہ میری طرف دیکھو" خاور نے اس کا چہرہ ٹھوڑی سے پکڑ کر اوپر کرتے سنجیدگی سے کہا۔

"کیا میرے پیار میں کوئی کمی رہ گئی ہے یا میں تمہیں پسند نہیں ہوں

یا تمہیں کوئی اور مسئلہ ہے تو مجھ سے شئیر کرو لیکن اس طرح

خاموش رہ کر اپنی طبیعت خراب مت کرو۔

میں پوری کوشش کرتا ہوں تمہیں خوش رکھنے کی لیکن مجھے لگتا

ہے کوئی تو ایسی بات ہے جو تمہیں اندر ہی اندر کھائے جا رہی ہے۔

لیکن تم کسی کو بتاتی نہیں ہو یا مجھ پر ابھی بھی بھروسہ نہیں کرتی۔"

خاور نے اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں کے پیالے میں لیتے ہوئے

پوچھا۔ جس کی آنکھوں سے آنسو ٹپ ٹپ بہنے لگے تھے۔

"خاور پہلے میں سارے سچائی کو آپ بتانا چاہتی تھی لیکن اب ڈر لگتا

ہے کہی سچائی جاننے کے بعد آپ مجھے چھوڑ نہ دیں۔ کیونکہ اب

میں خود بھی آپ سے دور نہیں جانا چاہتی"

سدرہ نے بے بسی سے روتے ہوئے کہا۔

"تم نے ایسا سوچ بھی کیسے لیا کہ میں تمہیں چھوڑ دوں گا؟

میں تم سے محبت کرتا ہوں۔ اور اب تو تمہیں چھوڑنا میرے لیے

بھی ناممکن ہے۔ اس لیے تم مجھ پر بھروسہ کر کے مجھے اپنی پریشانی

بتا سکتی ہو۔۔"

خاور اُسے اکسا رہا تھا تاکہ وہ اپنے اندر کا سارا غبار آج باہر نکال کر

خود پرسکون ہو جائے۔

"وہ میں یونیورسٹی میں ایک لڑکے کو پسند کرتی تھی۔"

سدرہ نے ہمت مجتمع کرتے بات کا آغاز کیا اور ساری بات خاور کو

بتانے لگے اس نے ایک ایک لفظ خاور کو سچ بتایا تھا۔

جو بنا کسی تاثر کے سدرہ کی بات سن رہا تھا۔

ساری بات خاور کو بتاتے سدرہ وہی زمین پر بیٹھے رونے لگی تھی۔

خاور نے گہرا سانس لیا اور وہاں سے چلا گیا۔ سدرہ کو یہی لگا کہ وہ اسے چھوڑ کر چلا گیا ہے کیونکہ اتنا بڑا سچ جاننے کے بعد کون سا مرد ہو گا جو ایک ایسی لڑکی کو اپنے نام سے جوڑے رکھے جس کا کردار ٹھیک نا ہو۔

خاور سدرہ کا موبائل لینے گیا تھا وہ موبائل لے کر واپس سدرہ کے پاس ہی زمین پر بیٹھ گیا۔

"آپ یہاں نہیں بیٹھیں۔۔" وہ جھجھکی تھی۔

"چھوڑو سب باتیں، اس نے موبائل سامنے کیا۔۔

سدرہ نے بے یقینی سے اس کی طرف سرخ آنکھوں سے دیکھا تھا

اور پھر اس کے ہاتھ میں پکڑے موبائل کی طرف اسے لگا تھا کہ

اس کا موبائل کہیں گم ہو گیا تھا۔۔ لیکن یہ خاور کے پاس تھا۔ ایسا

اس نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔

"جس دن تم مجھے پہلی بار ملی اُسی دن میں اپنا دل تم پر ہار بیٹھا تھا۔

پھر یہ تمھارا موبائل میری گاڑی میں رہ گیا۔

اس میں میں نے کسی احمد نامی لڑکے کے میسج دیکھے اور کچھ تصاویر تھیں۔

اُسی پل میں نے تم سے نکاح کا فیصلہ کیا تھا میں سارے حقیقت پہلے سے جانتا تھا۔

تم نے کبھی سوچا نہیں کہ اُن دونوں لڑکوں نے دوبارہ تمہیں تنگ کیوں نہیں کیا؟

کیونکہ اُنکی حالت میں نے اسی کر دی اب وہ تمہیں کیا کسی لڑکی کے ساتھ غلط نہیں کر سکتے۔

لیکن اس میں تمھاری غلطی اتنی زیادہ نہیں تھی۔ تم اُسے پسند کرتی تھی اور اُس سے شادی کرنا چاہتی تھی لیکن اُس نے تمھارا غلط فائدہ اٹھایا۔ جس کی اُن دونوں کو سزا مل گئی۔ اور تم بھی اپنے کیے کی سزا بھگت چکی ہو۔

تو اب اپنے دماغ سے فضول قسم کے خیالات نکال دو"۔ خاور نے سنجیدگی سے کہتے سدرہ کے ماتھے پر دو انگلیوں سے سر کو تھوڑا پیچھے کرتے کہا۔

"آپ سب کچھ پہلے سے جانتے تھے؟ آپ ایک ایسی لڑکی سے

کیسے نکاح کر سکتے ہیں؟"

خاور جو اس سے پہلے سدرہ کچھ الٹا بولتی خاور بول پڑا تھا۔

"بس سدرہ اگر تم نے اپنی زبان سے کچھ بھی اپنے بارے میں

فضول کہا تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔

جو گزر گیا وہ تمھارا ماضی تھا۔میں تمھارا حال اور مستقبل دونوں

ہوں۔تو اب تمہیں میری پرواہ ہونی چاہیے باقی سب بھول جاؤ اور

آج آخری بار تھا کہ ہم نے اس بارے میں بات کی آج کے بعد

اس بارے میں کوئی بات نہیں ہو گی۔اور یہ بات مجھے تمھیں

دوبارہ نا کہنی پڑے۔"

خاور نے سرد لہجے میں کہا۔

سدرہ جو روتے ہوئے خاور کو دیکھ رہی تھی اسے تو ابھی بھی یقین

نہیں آرہا تھا۔اس لیے خاور اتنا پر سکون تھا۔سدرہ روتے ہوئے

اس کے گلے جا لگی۔

"میں نہیں جانتی خاور میں نے اپنی زندگی میں ایسا کون سا نیک کام کیا جس کے نتیجے میں اللہ نے آپ کو مجھے دے دیا۔ اور میرے گناہ پر پردہ ڈال دیا۔"

سدرہ نے ہچکی لیتے ہوئے بھاری لہجے میں کہا۔ رونے سے اس کی آنکھیں اور ناک سرخ ہو گیا۔

"اچھے شوہر بیویوں کے راز عیاں نہیں کرتے۔اور میں اچھا شوہر بننا چاہتا ہوں۔۔"

اس کی پیشانی کو چومے وہ دلفریب انداز سے بولا۔

"آپ بہت اچھے بلکہ دنیا کے سب سے اچھے شوہر ہیں۔"

وہ تعریف کیے بنا نہیں رہ پائی۔

"میری بیوی پہلی بار میری تعریف کر رہی ہے۔ کہیں میں خواب تو نہیں دیکھ رہا؟" خاور نے پیار سے سدرہ کے بالوں پر لب رکھتے شرارتی لہجے میں کہا۔

سدرہ خاموش رہی تھی۔ اس نے خاور کو اتنی زور سے پکڑا تھا جیسے چھوڑنے پر وہ بھاگ جائے گا۔

آج سدرہ خود کو ہلکا پھلکا محسوس کر رہی تھی۔ اسے لگ رہا تھا اس کے دل پر جو بوجھ تھا وہ اتر گیا ہے۔

"چھوڑنے کا ارادہ نہیں ہے ؟؟" خاور شوخ ہوا۔۔ سدرہ نت

گرفت اب بھی ڈھیلی نہیں کی۔

" کہیں نہیں جاؤں گا تمہیں چھوڑ کر۔۔ تم آرام کرو۔۔ آج یہ

سب سے اچھا شوہر تمہارے لیے اپنے ہاتھ سے کھانا بنائے

گا۔۔۔"

اسے بانہوں میں بھرے وہ کمرے میں لایا۔ اور بیڈ پر لٹایا۔

اس نے سدرہ کے ماتھے پر بوسہ دیا۔ اور ایک مسکراتی ہوئی نظر

اس پر ڈال کر باہر چلا گیا۔ وہ جانتا تھا کہ اس وقت سدرہ کا آرام

کرنا زیادہ ضروری ہے۔

سدرہ نے سکون سے آنکھیں موندھ لی تھی۔

اب اسے کیسی بھی بات کا ڈر نہیں تھا۔

اللہ نے اسے خاور جیسا اچھا شوہر دیا تھا وہ اللہ کا جتنا شکر ادا کرتی اتنا

ہی کم تھا۔

رنم اور اسفند دونوں نے مل کر کھانا تیار کر لیا تھا۔ ویسے تو سارا کھانا رنم نے بنایا تھا۔ لیکن تھوڑی بہت اس کی مدد اسفند نے کی تھی اور بیٹھا وہ باتیں کر رہا تھا۔

اسفند نے خود بھی فریش ہو کر کپڑے تبدیل کیے۔ اور اب کھڑا موبائل پر کچھ ٹائپ کر رہا تھا۔

جب ڈریسنگ روم سے رنم اسفند کا لایا ہوا بلیک کلر کا فراک پہن کر

باہر آئی۔ اس پر گولڈن کلر کا کام ہوا تھا۔

رنم باہر آئی تو اسفند کی نظریں رنم کو دیکھتے پلٹنا بھول گئی۔

"اسفند یہ میرے سائز سے تھوڑا بڑا نہیں ہے؟" رنم نے اپنے

فراک کی طرف دیکھتے کہا جو اسکے پیروں میں پڑ رہا تھا۔

"یہ تمھارا ہی سائز ہے۔ لیکن تمھاری ہائیٹ شاید تھوڑی چھوٹی

ہے۔"

اسفند نے اس کے پاس آتے مسکراہٹ دباتے کہا۔

"خبردار اگر میری ہائیٹ کو لے کر کچھ بھی کہا۔"

رنم نے انگلی اٹھائے اس تنبیہ کرتے کہا۔

"میں نے کب کچھ کہا۔"

اسفند نے کہتے ہی رنم کو بازو سے پکڑ کر آئینے کے سامنے اس کا رخ

کیا۔

"یہ زپ تم نے اس لیے بند نہیں کی نا کہ میں خود اپنے ہاتھوں سے

اسے بند کرو۔"

اسفند نے سامنے آئینے میں رنم کو دیکھتے مسکرا کر پوچھا۔

"آپ کچھ زیادہ ہی خوش فہمیاں نہیں پالنے لگے ؟ یہ زپ شاید اٹک گئی ہے بند ہی نہیں ہو رہی تھی۔"

رنم نے گھورتے ہوئے کہا۔ لیکن پھر شرما سی گئی

"میں ابھی اسے دیکھ لیتا ہوں"۔ اسفند نے کہتے زپ کو بند کرنا چاہا لیکن وہ سچ میں اٹک گئی تھی۔

اسفند نے ایک نظر رنم پر ڈالی اور جھک کر اپنے دانتوں سے زپ کو ٹھیک کیا۔

اسفند کے ہونٹوں کا لمس اپنی کمر پر محسوس کرتے رنم ایک دم کپکپا گئی تھی۔چہرے پر گلال پھیل گیا۔۔

"لو ہو گئی بند۔۔۔"اسفند نے زپ بند کرتے کہا۔

"سچ میں یہ فراک تم پر بہت اچھا لگ رہا ہے"اسفند نے اپنے دنوں ہاتھوں کو رنم کی کمر پر رکھتے اس کے کان کے پاس جھکتے سرگوشی نما انداز میں کہا۔اور اس کے گال پر لب رکھے۔

رنم آئینے میں اسفند کو دیکھ کر لگ مسکرا رہی تھی۔جب باہر بیل ہوئی۔

"مجھے لگتا ہے آپ کے بھائی آ گئے ہیں"۔رنم نے کہتے ہی پیچھے ہونا چاہا۔لیکن اسفند نے اسے پیچھے نہیں ہونے دیا اور اس کے دوسرے گال کو چومے پیچھے ہوا م

"میں دیکھتا ہوں تم بھی ان رنگوں کو چھپائے باہر آ جاؤ۔"اسفند شرارت سے کہتے ہی وہاں سے باہر چلا گیا۔رنم کے چہرے پر شرمیلی سی مسکراہٹ آ گئی تھی۔

اس نے ڈوپٹہ لیا اور باہر آگئی۔ جہاں گل اور حسام آچکے تھے۔

گل نے رنم کو دیکھا تو اسے حیرت کا جھٹکا لگا تھا۔

"یہ تمھارا بیوی ہے؟" گل نے حیرانگی سے اسفند کو دیکھتے پوچھا۔

"جی بھابھی یہ میری بیوی ہے رنم"

اسفند نے پیار سے کہا۔

"یہ تو کنزل کی بہن ہے نا؟ وہ مجھے اس کا فوٹو دکھا چکی تھی۔"

گل نے رنم کو دیکھتے کہا۔تو رنم کو بھی سمجھنے میں ایک سیکنڈ لگا تھا کہ

سامنے کھڑی لڑکی کنزل کی دوست گل ہے جسکا ذکر وہ بہت بار گھر

میں کر چکی تھی۔

حسام اور اسفند تو ایک دوسرے کی شکلیں دیکھ رہے تھے۔

"اور آپ گل ہیں کنزل کافی بار آپ کا ذکر کر چکی تھی۔"

رنم نے مسکراتے ہوئے آگے بڑھتے گل کو گلے لگاتے کہا۔

"کنزل کہاں پر ہے؟" گل نے رنم اور اسفند کو دیکھتے پوچھا۔

"بھابھی آپ کی سہیلی کنزل اور میری بیوی کی بہن کنزل بالکل

ٹھیک ہے اور بہت جلد آپ دونوں اُن سے مل سکتی ہے تو پریشان

ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔

آپ دونوں بیٹھیں ۔۔"

اسفند نے جلدی سے کہا تو گل کو یہ سن کر سکون ملا تھا کہ اس کی

دوست ٹھیک ہے۔

مزید انھوں نے پوچھنا مناسب نہیں سمجھا تھا۔

"یہ چل کیا رہا ہے؟ تمھاری بیوی کی بہن کہیں وہ تو نہیں جس کے

ساتھ وجاہت کا نکاح ہوا ہے؟" حسام نے اسفند کو گھورتے ہوئے

پوچھا کیونکہ عالم اور اسفند دونوں کیا کرتے رہتے تھے اسے ہمیشہ

بعد چلتا تھا۔

"ہاں وہی لڑکی بھابھی کی دوست اور میری بیوی کی بہن

ہے"۔ اسفند نے رازداری سے کہا۔

"تو اب کیوں اتنی رازداری سے مجھے بتا رہے ہو؟" حسام نے دانت

پیستے پوچھا۔

"ریلیکس یار اب تو سب کچھ ٹھیک ہو گیا ہے۔"

اسفند نے پر سکون انداز میں کہا۔

"شرم کرو تم سے بڑا ہوں بھائی کہہ کر بلایا کرو۔"

حسام نے کہا تو اسفند ہنس پڑا۔

"تم پھر وجاہت بھائی کو بھائی کیوں نہیں کہتے؟" اسفند کے سوال نے حسام کو لاجواب کر دیا تھا۔

حسام نے اسے گھور کر دیکھا پر اسفند پر کچھ خاص اثر نہیں ہوا تھا۔

کھانے کے دوران بھی ہنسی مذاق چلتا رہا،۔ آج کئی دنوں بعد رنم کھل کر مسکرائی تھی۔۔

اسفند بیڈ پر بیٹھا موبائل میں بزی تھا۔

"آپ سے ایک بات پوچھوں؟" رنم چینج کر کے آئی تو اس نے اسفند کو دیکھتے پوچھا۔

جس نے اس کی طرف دیکھا تھا۔

"کیا آپ کا بڑا بھائی بھی اتنا ہی اچھا ہے جتنا آپ اور حسام بھائی ہیں؟" رنم کے اس سوال پر اسفند کو حیرت ہوئی تھی۔

"وہ ہم دونوں سے زیادہ اچھا ہے۔

موم ڈیڈ کے بعد انہوں نے ہی ہمیں پالا ہے۔ میں اُن کی بہت عزت کرتا ہوں تم جب اُن سے ملو گی تمہیں بھی وہ اچھے لگے گئے۔ ہاں تھوڑے سخت مزاج کے ہیں لیکن دل کے بہت اچھے ہیں۔" اسفند نے اپنے لہجے میں محبت لیے رنم کو دیکھتے کہا۔

"تم کیوں پریشان ہو رہی ہو۔۔؟" اسفند نے پوچھا تو اس نے مسکرا کر نفی میں سر ہلایا۔

اسفند کے موبائل پر کال آئی تو وہ اس پر متوجہ ہوا۔۔

" آرام کرو، آج کافی تھک گئی ہو۔۔میں ضروری کال سن کر آتا ہوں۔۔"۔

اس پر کمفرٹ ڈالے وہ باہر نکل گیا تھا۔ جبکہ رنم تھکاوٹ کی وجہ سے آنکھیں موند گئی تھی۔

صبح کنزل کے اٹھنے سے پہلے ہی عالم تیار ہو کر آفس کے لیے نکل گیا تھا۔

لیکن جاتے ہوئے اس کے بخار کی تسلی کر کے گیا تھا۔۔اور اسفند کو رات ہی وہ ملازمہ کا انتظام کرنے کا کہہ گیا تھا،۔

حسام اور اسفند ابھی تک آفس نہیں آئے تھے جب اس کے سیکریٹری نے جمشید کے آنے کی اطلاع دی۔

جمشید کا نام سنتے ہی وجاہت عالم کے کام کرتے ہاتھ رہی تھم گئے تھے۔

"اندر بھیجو اُن کو ۔۔"

عالم نے سنجید گی سے کہا۔

تھوڑی دیر بعد جمشید اندر آیا تو وجاہت عالم نے اسے سلام کیا اور بیٹھنے کا کہا۔

"آج کافی عرصہ بعد ہم دونوں ملے ہیں۔"

وجاہت نے جمشید کو دیکھتے کہا۔

"کافی یا چائے؟" عالم نے پوچھا۔ لیکن جمشید نے ہاتھ کھڑا کر کے منع کر دیا۔

"تمھارا بھائی میرے بیٹے کے ساتھ کس مقصد کے تحت اتنی دیر کام کر رہا تھا؟" جمشید نے سیدھا مدعے کی بات پر آتے ہوئے پوچھا۔

بیٹا۔۔۔" عالم نے منہ میں بڑبڑاتے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"مسٹر جمشید میں اپ کی بہت عزت کرتا ہوں لیکن میرے ایک سوال کا جواب دیں۔

کیا میرے بھائی نے کبھی آپ کے بیٹے کو یا کاروبار کو نقصان

پہنچانے کی کوشش کی؟

جب اُس نے ایسا کچھ کیا نہیں تو آپ اور آپ کا بیٹا اتنا پریشان یا

غصہ کس بات پر ہو رہے ہیں؟ میرا خیال ہے آپ کو ان سب

باتوں کو چھوڑ کر اپنے دونوں بیٹوں پر نظر رکھنی چاہیے کہ وہ کیا کر

رہے ہیں۔

بچوں کو اتنی بھی ڈھیل نہیں دینی چاہیے کہ وہ صحیح اور غلط کی پہچان

بھول جائیں یا گناہ کر کے بھی اگر اُن کا ضمیر اُن کو ملامت نہ کرے

تو سمجھ لیں وہ انسان برائی کے راستے میں بہت آگے نکل گیا ہے

جہاں سے واپسی ممکن نہیں ہے"۔

وجاہت نے تھوڑا آگے جھکتے ہوئے ڈھکے چھپے الفاظ کی کہا۔

"تم کیا کہہ رہے ہو یا کیا کہنا چاہتے ہو مجھے تمھاری بات کی بلکل

سمجھ آئی لیکن میں یہاں تمہیں یہ کہنے آیا ہوں کہ تم اور تمھارے

بھائی میرے بیٹے سے دور رہیں۔اب ہم تمہارے کسی دھوکے کا

حصہ نہیں بننا چاہتے۔۔۔:

جمشید نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے سرد لہجے میں کہا۔

"میں بھی آپ کو یہی کہنا چاہوں گا۔

اگر آپ کے بیٹے نے میرے بھائیوں کے ساتھ کچھ بھی غلط کرنے کی کوشش کی تو پھر کیا ہو گا وہ میں ابھی بتا کر آپ کو پریشان نہیں کرنا چاہتا۔ کیونکہ میری پاور آپ اچھے سے جانتے ہیں۔"

وجاہت عالم نے اپنی کرسی پر جھولتے ہوئے پر سرار لہجے میں کہا۔

جمشید ایک قہر برداشت نگاہ اس پر ڈال کر وہاں سے چلا گیا تھا۔

اس کے جاتے ہی وجاہت عالم کے چہرے پر سنجید گی چھا گئی۔

وہ کرسی سے ٹیک لگائے اُس کڑوی حقیقت کے بارے میں سوچنے لگا جس کے بارے میں اسے کبھی پتہ نا چلتا تو زیادہ اچھا ہوتا۔

ماضی !!

"جمال تم کب مجھ سے شادی کرو گے ؟" تہمینہ نے سامنے بیٹھے جمال کو دیکھتے پوچھا۔

"بہت جلدی کروں گا۔ تم بس پریشان نہ ہوا کرو۔"۔جمال نے

مسکرا کر کہا۔

"میرے گھر والے میرا رشتہ دیکھ رہے ہیں اور تم اپنی بیوی کو کب

طلاق دو گے ؟" تہمینہ نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"میں اُسے طلاق نہیں دوں گا۔

وہ میرے بیٹے کی ماں ہے اور مجھے اپنے بیٹے سے بہت محبت ہے۔ تم

دونوں کو میں ساتھ رکھوں گا۔ اور دوسری شادی کرنا گناہ نہیں

ہے۔"

جمال نے تہمینہ کو دیکھتے سمجھانے والے انداز میں کہا۔

"تو یہ بات تمہیں کو اُس وقت کیوں یاد نہیں آئی جب میرے

ساتھ راتیں گزار رہے تھے۔اُس وقت تو تم نے کہا تھا کہ آپ اپنی

بیوی کو طلاق دے دو گے؟ میں بھی پاگل تھی جو تمھاری باتوں میں

آگئی۔"

تہمینہ نے کھڑے ہوتے غصے سے کہا۔

"تم اتنا غصہ کیوں کر رہی ہو؟ تمہیں مجھ سے شادی سے مطلب

ہے وہ میں تم سے کرلوں گا۔

باقی میری بیوی سے کیا مسئلہ ہے تمہیں؟" جمال نے بھی غصے سے

پوچھا۔

"تم تو ابھی سے اپنی بیوی کے خلاف ایک لفظ نہیں سن رہے تو مجھ

سے شادی کے بعد تو تم میری طرف دیکھنا بھی گوارا نہیں کرو

گے۔

اگر مجھ سے شادی کرنی ہے تو تمہیں اپنی پہلی بیوی کو طلاق دینی ہو

گی۔

اور اُس وقت تک مجھ سے رابطہ مت کرنا۔ جب تک تم اُسے طلاق نہیں دے دیتے۔"

تہمینہ نے کھڑے ہوتے سرد دوٹوک میں کہا اور وہاں سے چلی گئی۔

جمال نے محض شانے اچکا دیے۔

وہ جانتا تھا کہ اس نے بعد میں اسی کے پاس آنا ہے تو اسے زیادہ ٹینشن لینے کی ضرورت نہیں تھی۔

جمال نے اپنی گاڑی کی چابیاں پکڑی اور خود بھی وہاں سے چلا گیا۔

جمال کی شادی سیما سے ہوئی تھی۔ اور ان کا ایک بیٹا بھی تھا۔ لیکن

جمال تھوڑا ٹھر کی ٹائپ کا مرد تھا۔ تہمینہ اس کے آفس میں کام

کرتی تھی۔

تہمینہ کافی پیاری تھی۔ اس نے اپنی اداؤں سے جمال کو پھنسایا تھا۔

جمال خوبصورت تھا امیر تھا اور تہمینہ کو کیا چاہیے تھا۔

دونوں ایک دوسرے کو پسند کرنے لگے۔ تھے تہمینہ جانتی تھی کہ

جمال شادی شدہ ہے لیکن اس کا پیسہ بھی اسے نظر آرہا تھا۔ تو اس

نے کہا تھا کہ وہ سیما کو طلاق دے گا۔ تو اُس وقت جمال بھی مان گیا

تھا۔

سیما تو اپنے گھر بہت خوش تھی سب کچھ ٹھیک چل رہا تھا۔

جمال کا رویہ بھی اس کے ساتھ ٹھیک تھا۔ وہ اپنے بیٹے سے بہت

محبت کرتا تھا۔

دوسری جانب تہمینہ کا کچھ دنوں بعد رشتہ آیا تھا۔ لڑکے کا اپنا

بزنس تھا۔

تہمینہ کی ماں نور بانو کی دور کی سہیلی کی بیٹی تھی۔ تہمینہ سے ایک

چھوٹا بھائی تھا۔ جس کا اٹھنا بیٹھنا اچھے لوگوں میں نہیں تھا۔

نور بانو کو پہلی نظر میں ہی تہمینہ پسند آگئی تھی۔

اور وہ لوگ رشتہ پکا کر کے چلے گئے تھے۔

تہمینہ کی ماں نے اسے جمشید کی تصویر دکھائی تو تہمینہ کو لڑکا بھی پسند

آیا تھا۔ امیر بھی وہ جمال جتنا ہی تھا۔

تو تہمینہ نے سوچا کہ اگر وہ جمال سے شادی کر بھی لیتی تو کون سا

اُس نے اپنی پہلی بیوی کو طلاق دے دینی تھی اس لیے تہمینہ نے

ہاں کر دی۔

تہمینہ نے جمال کی کال اٹینڈ کرنا چھوڑ دی تھی۔

اس کے گھر پر شادی کی تیاریاں عروج پر تھیں۔اور وہ بھی بہت

خوش تھی۔

وہ اپنی کزنز کے پاس بیٹھی ہوئی تھی۔جب اس کا موبائل رنگ

ہوا۔اس نے نمبر دیکھا جو انجان تھا۔

دوسری بیل پر اس نے کال اٹینڈ کی۔

تو سپیکر پر جمال کی آواز ابھری تھی جو کچھ زیادہ ہی غصے میں لگ رہا تھا۔

"میں تمھارے گھر کے باہر کھڑا ہوں ابھی اور اسی وقت باہر آؤ۔" جمال نے سرد لہجے میں کہا۔

تہمینہ ایک دم گھبرا گئی تھی۔اس نے کمرے کی کھڑکی سے باہر دیکھا تو وہاں سچ میں جمال کھڑا ہوا تھا۔

تہمینہ نے پردہ ٹھیک کیا اور کمرے سے باہر چلی گئی۔ باہر سب اپنے دھیان کام کر رہے تھے۔

تہمینہ چھپ کر گھر سے باہر آئی۔ اور جمال کو گاڑی میں بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

"تم میری کال کیوں نہیں اٹھا رہی تھی اور میرا نمبر کیوں بلاک کیا؟ یہ تمھارا گھر کیوں سجا ہوا ہے؟" جمال نے تہمینہ کو دیکھتے غصے میں کتنے ہی سوال پوچھ ڈالے۔

"میری شادی کی خوشی میں سجایا گیا ہے اور جانتے ہو میری شادی کس سے ہو رہی ہے؟" تہمینہ کے اترا کر کہا۔

"تم شادی کر رہی ہو؟ لیکن تم تو مجھ سے محبت کرتی تھی نا؟" جمال نے بے یقینی سے اسے دیکھتے پوچھا۔

"تم میری خاطر اگر اپنی بیوی کو نہیں چھوڑ سکتے تو میں بھی تم جیسے مرد سے کیسے نکاح کر لوں جو رات کے اندھیرے میں کمرے کے اندر میری ساری باتیں مان لیتا ہے اور اُس کے بعد صبح کے اجالے

میں اپنی کہی بات سے مکر جاتا ہے؟ اگر شادی سے پہلے وہ میرے ساتھ ایسا کر رہا تو شادی کے بعد تو مجھے دیکھے گا بھی نہیں۔"

تہمینہ نے سنجیدگی سے کہا۔

"جس سے تمھاری شادی ہو رہی کیا وہ انسان ایک ایسی لڑکی کے ساتھ شادی کر لے گا جس کے پہلے سے کسی مرد کے ساتھ ناجائز تعلقات ہوں؟" جمال نے طنزیہ لہجے میں تہمینہ کو دیکھتے پوچھا۔

"یہ تمہارا مسئلہ نہیں ہے اور اب میرا پیچھا چھوڑ دو۔ کچھ دنوں تک

میں یہاں سے رخصت ہو جاؤں گی تو اب میں تم سے کوئی تعلق

نہیں رکھنا چاہتی۔"

تہمینہ نے کہتے ہی گاڑی کا دروازہ کھولا اور وہاں سے چلی گئی۔ جمال

ابھی بھی حیران بیٹھا ہوا تھا۔

"اتنی آسانی سے تو میں تمہارا پیچھا نہیں چھوڑوں گا۔ ٹھیک ہے کر

لو شادی اب میں تمہیں شادی کے بعد سرپرائز دوں گا۔"

جمال نے گاڑی سٹارٹ کرتے سرد لہجے میں کہا اور وہاں سے چلا گیا

ناجانے وہ کیا کرنے والا تھا۔

لیکن اس کے ارادے نیک نہیں لگ رہے تھے۔

تہمینہ کی شادی جمشید سے ہو گئی تھی۔

شاداب جو جمشید کا باپ تھا اُس نے اپنے بیٹے کو کہا کہ وہ کچھ سال

اپنی بیوی کے ساتھ لندن چلا جائے اور وہاں کے بزنس کو

دیکھے۔اُس بزنس کو ختم کر کے پاکستان واپس آجائے اور پھر یہی

رہے۔ کیونکہ وہ وہ چاہتا تھا۔ کہا اب ان کا بزنس صرف پاکستان میں ہو۔

جمشید نے بھی اپنے باپ کی بات مانی اور تہمینہ کو لیے لندن چلا گیا۔

جمال نے معلوم کروایا تو اسے پتہ چلا کہ تہمینہ کی شادی اس کے پارٹنر شاداب کے بیٹے جمشید سے ہوئی ہے۔

جمال کو پتہ چلا کہ جمشید اپنی بیوی کے ساتھ لندن چلا گیا ہے تو اسے اپنا پلان خراب ہوتا ہوا نظر آیا لیکن کبھی نہ کبھی تو اُس نے واپس آنا تھا۔

جمال نے سوچ لیا تھا کہ وہ تہمینہ کو آتی آسانی سے نہیں چھوڑے

گا۔

اس کے بعد سب لوگ اپنی زندگیوں میں مصروف ہو گئے تھے۔

جمال اور سیما کے تین بیٹے ہو گئے تھے۔بڑے بیٹے کا نام وجاہت

عالم چھوٹے کا نام حسام اور سب سے چھوٹے بیٹے کا نام اسفند تھا۔

عالم اور اسفند کی عادت ایک جیسی تھی۔

سیما ایک سلجھی ہوئی اور نیک خاتون تھیں۔

جمال اگر چاہتا تو سب کچھ بھول کر خوشحال زندگی گزار سکتا

تھا۔ لیکن ابھی بھی اس کے سر پر تہمینہ کے پیار کا تو نہیں بدلہ لینے

کا بھوت سوار تھا۔ کہ تہمینہ نے اسے دھوکہ دیا ہے۔

جمشید جب واپس پاکستان آیا تو اس کے بھی تین بچے تھے۔ بڑا عدیم

چھوٹا زبیر اور سب سے چھوٹی سدرہ تھی۔ جو چند ماہ کی تھی۔

جمشید کو جب خبر ملی کہ اس کا باپ اسے چھوڑ کر دنیا سے جا چکا ہے

تو وہ فوراً واپس پاکستان آیا تھا۔ اور اُس کے بعد دوبارہ لندن نہیں

گیا۔

جمال کو پتہ چل چکا تھا کہ جمشید اپنی فیملی کے ساتھ واپس آچکا

ہے۔

اس نے کسی طرح تہمینہ کا نمبر حاصل کیا اور اُسے کال کی جو

دوسری بیل پر اٹھالی گئی تھی۔

کون؟ تہمینہ کی آواز سپیکر میں ابھری تھی۔

"اتنی جلدی مجھے بھول گئی؟"

جمال نے تمسخرانہ انداز میں کہا۔

تہمینہ ایک سیکنڈ سے پہلے جمال کی آواز کو پہچان گئی تھی۔

"مجھے کال کیوں کی ہے؟" تہمینہ نے گھبرائے ہوئے لہجے میں

پوچھا۔

اسے لگا اتنے سال گزر گئے ہیں جمال سب کچھ بھول گیا ہوگا لیکن

یہ صرف اس کی سوچ تھی۔

"میں تم سے ملنا چاہتا ہوں وہی پر آنا جہاں ہم پہلے ملتے تھے۔ اور

اگر تم نہ آئی تو میں تمھارے گھر آجاؤں گا۔"

جمال نے کہتے ہی فون بند کر دیا۔

دروازے کے باہر کھڑی سیما جو جمال کو بلانے آئی تھی۔ اس کی

بات سن کر وہی کھڑی ہو گئی۔

اور خاموشی کے ساتھ وہاں سے چلی گئی۔

جمال بھی گھر سے چلا گیا تھا۔

آج اتنے سالوں بعد وہ تہمینہ کو دیکھنے والا تھا۔

وہ اُسی مال میں پہنچا جہاں پر اکثر یہ لوگ ملتے تھے۔ جمال کو پورا

یقین تھا کہ تہمینہ ضرور آئے گی۔

اور تہمینہ کو سامنے بیٹھا دیکھ اس کے چہرے پر مسکراہٹ آگئی۔ وہ

آج بھی ویسی ہی خوبصورت تھی۔

جمال چلتا ہوا اس کے پاس گیا اور اس کے سامنے بیٹھ گیا۔

"تم آخر چاہتے کیا ہو؟ تمھارے بیوی بچے ہیں اور میں بھی اپنی

زندگی میں خوش ہوں تو اب کیا چاہیے۔۔ اب ہماری وہ عمر بھی

نہیں رہی کہ ہم ایسے چھپ چھپ کر ملیں۔۔" تہمینہ نے دبے

غصے میں اسے دیکھتے پوچھا۔

"ختم تم نے کیا اور سب ختم ہو گیا؟ اور عمر کا کیا لینا دینا؟؟" وہ طنزیہ

بولا۔۔ تہمینہ پہلو بدل کر رہ گئی۔

"جانتی ہو میں نے تمھارا کتنا انتظار کیا؟ اور اگر میں تمھارے شوہر

کو جو میرے بزنس پارٹنر کا بیٹا تھا اور اپنے باپ کی وفات کے بعد

اب وہ میرا پارٹنر ہے اگر میں اُسے ہمارے دونوں کے تعلقات کا

بتا دوں تو جانتی ہو وہ کیا کرے گا؟ ایک سیکنڈ سے پہلے وہ تمہیں

طلاق دے گا۔ اور تمھارا بڑا بیٹا کیا نام ہے اُس کا؟" جمال نے پر

سوچ انداز میں کہا۔

"ہاں عدیم اُس کی آنکھیں بلکل میری آنکھوں جیسی ہیں کہی وہ

میرا بیٹا تو نہیں ہے؟"

جمال نے پر سکون سے انداز میں تہمینہ کو دیکھتے کہا۔

تہمینہ اس کی بات سن کر ایک دم بوکھلا گئی تھی جیسے اسکی چوری

پکڑی گئی ہو۔

"وہ میرا اور جمشید کا بیٹا ہے اور زبان سنبھال کر بات کرو۔ آخر تم چاہتے کیا ہو؟" تہمینہ نے سرد لہجے میں پوچھا۔

"مجھے بھی خوش کرتی جاؤ اور اپنے شوہر کو بھی جیسے پہلے کرتی تھی یقین کرو میں کسی کو کچھ نہیں بتاؤں گا." جمال نے مسکراتے ہوئے خباثت سے کہا۔

"میں ایسا کچھ نہیں کروں گی تمہیں جو کرنا ہے کر لو اور پہلے میری شادی نہیں ہوئی تھی اب میں شادی شدہ ہوں۔ اور میں اپنے رشتے میں خیانت نہیں کرنا چاہتی۔۔۔"

تہمینہ نے غصے سے وہاں سے اٹھتے ہوئے کہا۔

اور وہاں سے چلی گئی۔

"ٹھیک ہے جیسی تمھاری مرضی اب میں بھی وہی کروں گا جو میرا

دل کرے گا۔"

جمال نے مسکراتے ہوئے کہا اور وہاں سے اٹھ کر چلا گیا۔

وہ گھر آیا تو سیما بچوں کے پاس بیٹھی ہوئی تھی۔ جمال بھی ان کے

پاس آکر بیٹھ گیا۔

عالم نوٹ کر رہا تھا کہ اس کی ماں کچھ پریشان ہے۔

اس نے پوچھا بھی لیکن اس کی ماں نے ٹال دیا۔ جمال فریش ہونے چلا گیا۔ وہ آجکل آفس بھی کم ہی جاتا تھا۔ بزنس بھی ڈاؤن پر جا رہا تھا لیکن اسے پروا نہیں تھی۔

جمال کے جاتے ہی سیما بھی اس کے پیچھے اُٹھ کر چلی گئی۔

جمال نے اپنا موبائل ٹیبل پر رکھا ہوا تھا۔

سیما نے واشروم کے دروازے کی طرف دیکھتے ہوئے موبائل پکڑا جس پر ابھی تھوڑی دیر پہلے میسج آیا تھا۔

"تم جمشید سے کچھ نہیں کہو گئے جمشید اگلے ہفتے شہر سے باہر جا رہے ہیں۔ تو ہم اگلے ہفتے ملے گے اس دوران اگر تم نے میرے شوہر کو اپنے اور میرے تعلقات کے بارے میں بتایا تو وہ میرے ساتھ جو بھی کرے گا وہ الگ بات ہے لیکن پھر تمھارے پارٹنر ہونے کا بھی لحاظ نہیں کرے گا اور تمھیں تباہ کر دے گا۔"

تہمینہ کا یہ میسج پڑھ کر سیما نے بے یقینی سے اپنے منہ پر ہاتھ رکھا تھا۔

اور جلدی سے اس کے میسج کو ڈیلیٹ کر دیا۔ وہ اتنا تو سمجھ گئی تھی یہ جمشید جمال کا پارٹنر ہے جس کا ذکر جمال اس کے سامنے کئی بار کر چکا تھا۔

"کیوں کیا آپ نے ایسا جمال کیا کمی رہ گئی میری محبت میں؟" سیما نے موبائل دوبارہ ٹیبل پر رکھا اور اور بوجھل قدموں سے کمرے سے باہر چلی گئی۔

دوسرے کمرے میں چلی گئی۔ اس کا شوہر اس کے ہوتے ہوئے

کسی دوسری عورت کے چکر میں پڑا ہوا تھا اور اُس عورت کے چکر

میں جو اس کے پارٹنر کی بیوی تھی۔

اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ کس طرح جمال سے بات کرے۔ وہ

اسے دھوکہ دے رہا تھا۔

کچھ دنوں بعد جمال اپنی روٹین کے مطابق گھر سے باہر نکلا تھا۔

اس نے عدیم کا ڈی این اے کروایا اور یہ جان کر اسے حیرانگی کے ساتھ ساتھ خوشی ہوئی تھی کہ وہ جمشید کا نہیں بلکہ اسی کا بیٹا ہے۔ اس کے چہرے پر مکروہ سی مسکراہٹ آگئی تھی۔

"میرا شک ٹھیک نکلا بھلا باپ اپنے بیٹے کو کیسے نا پہچانتا۔؟" جمال نے خود سے کہا۔ عدیم کا ڈی این اے کروانا اس کے لیے مشکل نہیں تھا۔

اس نے جمشید کو کال کر کے اُسے ملنے کا کہا تھا۔ جمشید نے سر سری

سا تہمینہ کے سامنے ذکر کیا کہ وہ اپنے پارٹنر جمال سے ملنے جا رہا

ہے۔

تہمینہ یہ سن کر پریشان ہو گئی تھی۔

اس نے تو میسج کیا تھا لیکن آگے سے اُس کا کوئی ریپلائے نہیں آیا

تھا۔

اسے سمجھ نہیں آئی کہ کس طرح جمال کو روکے اس نے اپنے بھائی

کو کال کی اور کہا کہ اسے اس کی مدد کی ضرورت ہے۔

"بہنا میں ہر کام پیسے سے کرتا ہوں۔۔پیسہ دو گی تو بات بنے گی۔۔"

"میں تمھیں دے دوں گی۔۔ لیکن میرا کام خراب نہیں ہونا چاہیے۔۔" تہمینہ نے دوٹوک انداز میں کہا۔۔

"فکر مت کرو۔۔کام ایک دم ٹھیک ہو گا۔۔۔"

جمال خود گاڑی ڈرائیو کرتے جمشید کے آفس جا رہا تھا۔ جب اسے

جمشید کی کال آئی۔

اس نے کال اٹینڈ کر کے موبائل کان سے لگایا۔ جب پیچھے سے کسی

گاڑی نے زور سے آکر اسے ٹکر ماری۔

جمشید فون پر اس کی آواز سن رہا تھا۔

"جمال کیا ہوا تم ٹھیک ہو؟"

جمشید نے اپنی جگہ سے کھڑے ہوتے پریشانی سے پوچھا۔ وہ اپنے

باپ کی موت کے بعد کافی بار جمال سے مل چکا تھا۔

اسے وہ کافی اچھا انسان لگا تھا۔

جمال کے سامنے والی گاڑی جس میں تہمینہ کا بھائی موجود تھا وہ

گاڑی بھی جمال کی گاڑی سے زور سے آ ٹکرائی تھی۔

اس کی اٹھنا بیٹھنا بد معاش لوگوں میں تھا۔

تو یہ کام اس کے لیے. مشکل نہیں تھا۔ لیکن اسے نہیں معلوم تھا

کہ اس کام میں اس کی جان بھی جا سکتی تھی۔

دونوں گاڑیوں کے ٹکرانے سے گاڑی کے اندر بیٹھے دونوں

لوگوں کا زبردست ایکسیڈنٹ ہوا تھا۔

تہمینہ کا بھائی تو اُسی وقت دنیا سے کوچ کر چکا تھا۔ لیکن جمال کی

سانسیں چل رہی تھی۔

وہاں جمع لوگوں نے دونوں کو ہسپتال پہنچا دیا تھا۔

جمشید جو کال پر تھا اُسے ایک آدمی نے ہسپتال کا بتایا وہ جلدی سے

وہاں پہنچا تو اُسے پتہ چلا کہ تہمینہ کے بھائی کی گاڑی سے جمال

کا ایکسیڈنٹ ہوا ہے۔

اور وہ موقع پر ہی دم توڑ گیا۔

لیکن جمال کوما میں چلا گیا تھا اُس کی حالت بھی بہت خراب تھی۔

اس کی ایک ٹانگ ٹوٹ گئی تھی۔

تہمینہ اور اُس کے گھر والوں کا رو رو کر برا حال ہو گیا تھا۔

لیکن جمشید کو کچھ عجیب لگ رہا تھا۔

اسے ایسا لگا کہ جمال کا ایکسیڈنٹ کروایا گیا ہے لیکن تہمینہ کے بھائی

کا معاملہ اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا۔

یہ اتفاق تو نہیں تھا۔

اس نے جمال کے گھر والوں کو کہا تھا کہ وہ مر چکا ہے۔ اسے اتنا تو پتہ چل گیا تھا کہ کوئی اسے مارنا چاہتا ہے لیکن تہمینہ کے بھائی کا کیا چکر تھا وہ یہ سب معلوم کرنا چاہتا تھا۔

اس نے جمال کے گھر والوں کو کہا تھا کہ گاڑی میں آگ لگنے کی وجہ سے جمال کی لاش بھی نہیں ملی۔

سیما نے جب یہ سنا تو اسے تو یقین ہی نہیں آیا۔

وجاہت سب سے بڑا اور سمجھدار تھا اس نے اپنی ماں اور چھوٹے دونوں بھائیوں کو سنبھالا تھا۔

پہلے اپنے شوہر کے دیے گئے دھوکے سے وہ باہر نہیں نکل پائی تھی

جب یہ خبر سننے کو مل گئی۔

لیکن سیما کا دل اس بات کو نہیں مان رہا تھا کہ جمال مر چکا ہے۔

اور یہ بات وہ اپنے بچوں کو بھی کہہ چکی تھی۔

اس کے بعد سیما کی حالت دن با دن خراب ہوتی جا رہی تھی۔

اس لیے عالم نے فیصلہ کیا کہ وہ اپنی ماں اور بھائیوں کو لے کر

دوسرے شہر چلا جائے گا ویسے بھی جمال کے جاتے اس کی کمپنی جو

پہلے سے ڈاؤن جا رہی تھی۔ وہ ڈوب گئی۔

عالم نے عقل مندی کا مظاہرہ کرتے جو تھوڑا بہت پیسہ تھا اُسے لے کر اپنی ماں اور بھائیوں کے ساتھ دوسرے شہر چلا گیا۔

سیما کافی کمزور ہو گئی تھی۔ بے شک اُس کا شوہر اُسے دھوکہ دے رہا تھا۔ لیکن وہ اپنے شوہر سے محبت کرتی تھی اور ابھی بھی اُس کی یہی رٹ تھی کہ جمال زندہ ہے۔

ایک دن سیما کی طبیعت زیادہ خراب ہو گئی تو عالم اسے ہسپتال لے کر گیا اور ٹسٹ وغیرہ کروائے رپورٹس کے آتے ہی پتہ چلا کہ سیما کو کینسر ہے۔ یہ بات عالم کے لیے ناقابلِ یقین تھی۔

وہ بڑا تھا باقی دونوں بھائی چھوٹے تھے اسے ہی سب دیکھنا تھا۔

جتنے پیسے تھے اُس کا اس نے یہاں آتے ہی مکان لیا تھا۔

باقی جو پیسے بچ گئے تھے پھر اس نے اپنی ماں کے علاج پر لگا دیے

تھے لیکن اللہ کو کچھ اور ہی منظور تھا اتنی کوششوں کے باوجود بھی

عالم اپنی ماں کو نہیں بچا پایا تھا۔

ایک رات جب وجاہت کمرے میں آیا تو اس کی ماں نے اسے اپنے

پاس بلایا۔

"وجاہت میرے بچے تم سمجھدار ہو سب جانتے ہو۔ تمہیں بھی لگتا

ہے نا کہ تمھارے بابا زندہ ہیں؟"سیما نے پیار سے وجاہت کو دیکھتے

کہا۔

اتنے میں حسام اور اسفند بھی وہاں آ گئے تھے۔

"امی آپ پریشان مت ہو میں پوری کوشش کروں گا اُن کو تلاش

کرنے کی۔

وجاہت نے پیار سے کہا۔

"میں جانتی تھی کہ تمہیں بھی لگتا ہے کہ وہ زندہ ہے۔"

سیما نے ہلکا سا مسکراتے ہوئے کہا۔

عالم کو یقین تو نہیں تھا لیکن وہ اس وقت اپنی ماں کی کسی بات کی

نفی نہیں کرنا چاہتا تھا۔

ڈاکٹر نے کہا تھا کہ وہ کینسر کی آخری سٹیج پر ہیں ان کا بچنا مشکل ہے

وہ کسی بھی وقت ان کو چھوڑ کر جا سکتی ہیں۔

وجاہت اپنی ماں کو مسکراتے ہوئے دیکھ رہا تھا جب سیما نے کہا۔

وہ جمشید۔۔" وہ بس اتنا ہی کہہ پائی لیکن اس سے زیادہ بولنے کی

مہلت زندگی نے ان کو نہیں دی۔

عالم کے گال پر رکھا ان کا ہاتھ بیڈ پر ڈھلک کر بیڈ پر گر گیا۔

امی اسفند نے بے یقینی سے روتے ہوئے اپنی ماں کو پکارا۔

لیکن وہ ان کو چھوڑ کر جا چکی تھی۔

اسفند اپنی ماں کی موت کو کچھ زیادہ ہی صدمہ لے رہا تھا۔ ور پہلے

باپ کی موت اور کچھ عرصے بعد ان کی ماں بھی ان کو چھوڑ کر چلی

گئی تھی۔

اس کے بعد وجاہت عالم نے اپنے دونوں بھائیوں کو سنبھالا

تھا۔ اسفند کا وہ خاص خیال رکھنے لگا تھا۔

وہ اپنی پڑھائی کے ساتھ جاب بھی کرنے لگا تھا اور اپنے دونوں

بھائیوں کو بھی پڑھا رہا تھا۔

عالم کا شوق بچوں کو پڑھانا تھا اس لیے وہ یونیورسٹی میں پڑھانے لگا

ساتھ اسنے حسام کی بزنس میں بھی مدد کی۔ اور نئے سرے سے

بزنس شروع کیا۔

اب اسے بھی لگ رہا تھا کہ اس کا باپ زندہ ہے۔ کیونکہ اس کی ماں

نے جمشید کا نام لیا تھا تو جب عالم نے معلوم کروایا تو اسے پتہ چلا کہ

وہ اس کے بابا کا بزنس پارٹنر تھا۔

جمشید کے باپ نے بہت سے قرضے لیے تھے۔اس وجہ سے اُن کی کمپنی بھی ڈوب گئی تھی۔

اس وقت حسام بھی اپنا بزنس اچھے سے سیٹ کر چکا تھا۔

چھوٹی سی عمر میں وہ بہت زیادہ سیکھ چکا تھا۔جمشید کی کمپنی نے حسام کی کمپنی سے بھی کچھ پیسہ لیا تھا۔جب حسام نے واپس مانگا تو اُس وقت جمشید کے کاروبار کو عدیم سنبھال چکا تھا تو اسے لگا حسام نے ان کی کمپنی کو برباد کیا ہے۔لیکن ایسا نہیں تھا۔جمشید کو کمپنی ہینڈل کرنی ہی نہیں آئی تھی۔

عالم جمشید کے پاس گیا تھا اُسے حقیقت معلوم کرنی تھی۔

جمشید نے عالم کو دیکھا تو وہ پہلے تو اسے پہچان نہیں پایا۔

پھر وجاہت نے اپنا تعارف کروایا۔

"میں جمال کا بڑا بیٹا ہوں جو آپ کا پارٹنر تھا۔ مجھے آپ سے ایک

ضروری بات کرنی تھی۔"

عالم نے جمشید کو دیکھتے سنجیدگی سے کہا۔

عالم کو دیکھتے ایک سیکنڈ کے لیے جمشید حیران ہوا تھا۔

"مجھے اپنے بابا کے بارے میں جاننا ہے آپ نے ہی ہمارے گھر کال کر کے اُن کے ایکسیڈنٹ کا بتایا تھا"۔

عالم نے جمشید کو دیکھتے سنجیدگی سے کہا۔

"تم چلو میرے ساتھ۔۔"جمشید نے اپنی جگہ سے کھڑے ہوتے کہا۔

عالم خاموشی سے اس کے پیچھے چل پڑا تھا۔

جمشید اسے ایک چھوٹے سے گھر میں لے گیا تھا۔

ایک کمرے میں داخل ہوتے عالم نے نظر بیڈ پر لیٹے انسان پر

پڑی۔جو ہڈیوں کا ڈھانچہ بنا ہوا تھا۔

بابا عالم نے منہ میں بڑبڑاتے ہوئے بے ساختہ کہا۔

اور آگے بڑھتے اپنے باپ کے پاس گیا۔

"معاف کرنا میں نے تم لوگوں سے جھوٹ بولا لیکن مجھے ایسا لگا تھا

کہ تمھارے باپ کو کوئی مارنا چاہتا ہے اس لیے میں نے اسے چھپا

کر رکھا۔

یہ کوما میں ہے۔" جمشید نے سنجیدگی سے کہا۔

"یقیناً آپ نے یہ سب ہمدردی میں تو کیا نہیں ہو گا تو اس سب کے پیچھے آپ کا کیا مقصد ہے؟"

عالم نے کھڑے ہوتے سنجیدگی سے جمشید کو دیکھتے پوچھا۔

جو اس کی دور اندیشی پر ہنس پڑا تھا۔

"تم کافی سمجھدار ہو۔"

جمشید نے گہرا سانس لیتے کہا۔

"مجھے اپنی ذاتی زندگی کے بارے میں کچھ سوال تمھارے باپ سے پوچھنے تھے۔ جس کے جواب صرف وہ دے سکتا ہے۔

اور مجھے ایسا لگتا ہے کہ وہ مجھے کچھ بتانے آرہا تھا جب اُس کا

ایکسیڈنٹ ہوا۔" جمشید نے سنجیدگی سے کہا۔

عالم خاموش رہا تھا۔

جمشید دونوں باپ بیٹا کو اکیلا چھوڑ کر وہاں سے چلا گیا۔

عالم کافی دیر اپنے باپ کے پاس بیٹھا رہا تھا۔

اُس کے بعد عالم روزانہ یہاں آنے لگا تھا۔

اور اپنے باپ کا خیال رکھتا۔

دو ماہ کے بعد جمال کو ہوش آگیا تھا۔

لیکن اس کی حالت کافی بگڑ چکی تھی۔

عالم اسکے پاس ہی بیٹھا تھا جب اسے ہوش آیا۔

بابا آپ کو ہوش آگیا۔؟"

عالم نے خوشی سے جمال کو دیکھتے کہا۔

عالم جمال نے آہستگی سے اس کا نام پکارا۔

:جی بابا میں وجاہت عالم ہوں آپ کا بیٹا۔

میں ڈاکٹر کو بلاتا ہوں"۔ عالم نے کہا۔

"نہیں بیٹا مجھے اپنی سانسوں پر بلکل بھی بھروسہ نہیں ہے لیکن مرنے سے پہلے میں تمہیں ایک حقیقت بتانا چاہتا ہوں۔شاید اسی لیے مجھے ہوش آیا ہے۔" جمال نے آہستگی سے کہا۔

عالم حیرانگی سے اپنے باپ کو دیکھ رہا تھا۔

"میں بہت برا انسان ہوں بیٹا میں نے تمھاری ماں کو دھوکہ دیا۔ میرے جمشید کی بیوی تہمینہ سے ناجائز تعلقات تھے۔اور عدیم تمھارا بھائی ہے۔" جمال نے اٹکتے ہوئے کہا اس کی سانس اکھڑ رہی تھی۔

عالم کے چہرے پر ایک سایہ سا آکر گزرا۔۔یہ کیسی حقیقت تھی۔چند پل وہ کچھ بول ہی نہیں پایا۔

"تہمینہ کے بھائی کو میں دیکھ چکا تھا اُسی نے میرا ایکسیڈنٹ کروایا تھا۔میں یہی سچ جمشید کو بتانے جا رہا تھا۔۔"لیکن جمال نے گہرا سانس لیتے اپنی بات مکمل کرنی چاہی لیکن کر نہیں پایا۔

اور زور زور سے کھانسنے لگا۔

وجاہت عالم جو چہرے پر بے بسی لیے اپنے باپ کی بات سن رہا تھا

فوراً ہوش میں آیا۔

اس سے پہلے وہ پانی کا گلاس پکڑاتا۔ کمرے میں خاموشی چھا گئی

تھی۔

بابا اس نے جلدی سے اپنے باپ کے چہرے کو تھپتھپایا لیکن شاید

جمال کا وقت آن پہنچا تھا۔ اور وہ بھی اپنے بیٹوں کو چھوڑ کر چلا گیا۔

لیکن عالم نے ایک آنسو بھی اپنے باپ کے مرنے پر نہیں بہایا

تھا۔ نا جانے کیوں ماں سے کیا گیا دھوکہ اسے پتھر کا کر گیا تھا۔

جمشید کو بھی خبر مل گئی تھی کہ جمال مر چکا ہے اس نے عالم سے

پوچھا

"جمال نے کچھ بتایا؟"تو عالم نے نفی میں سر ہلا دیا تھا۔

اپنے باپ کو دفنانے کے بعد وہ گھر آگیا تھا۔

اس نے خود سے وعدہ کیا تھا کہ اس بارے میں اپنے دونوں

بھائیوں کو کبھی نہیں بتائے گا ویسے بھی دنیا والوں کی نظر میں ان

کا باپ بہت پہلے مر چکا تھا۔

وہ اپنے بھائیوں کو تکلیف نہیں دینا چاہتا تھا۔ اور نہ ہی یہ چاہتا تھا کہ

اس کی طرف وہ دونوں بھی اپنے باپ سے نفرت کریں۔

عالم نے جب اپنے باپ کو تلاش کرنے کی کوشش ترک کر دی تو

اسفند نے عالم کو کہا تھا کہ اس کی ماں کو لگتا تھا کہ اس کا باپ زندہ

ہے تو اسے بھی اُن کو تلاش کرنا ہے۔

عالم خاموش رہا تھا اور اس نے اسفند کو اجازت دی تھی کہ وہ بھی کوشش کر لے کیونکہ اب کوئی بھی ثبوت یا گواہ نہیں تھا اس کے علاوہ جو حقیقت بتا سکتا کہ حقیقت کیا تھی۔ تہمینہ کو بھی یہی لگتا تھا کہ بہت سال پہلے جمال مر چکا ہے۔

اسفند نے کہا تھا کہ وہ عدیم کا خاص آدمی بن کر کام کرنا چاہتا ہے۔ کیونکہ اس کی ماں نے جمشید کا نام لیا تھا تو اس کا باپ ایک ہی جمشید نامی انسان کو جانتا تھا جو اس کے باپ کا بزنس پارٹنر تھا تو

ہو سکتا ہے عدیم بھی اس بارے میں کچھ جانتا ہو یا اس کے باپ کے

بارے میں کچھ جانتا ہو

اسفند نے کافی ضد کی تھی تو پھر عالم نے بھی اسے اجازت دے

دی۔

وجاہت عالم کو عدیم اور اُس کی ماں سے شدید نفرت تھی۔ جس

نے ایک شادی شدہ انسان پر ڈورے ڈالے اور عدیم سے تو کچھ

زیادہ ہی اسے نفرت تھی۔

تو اس کے بعد وہ عدیم اور اُس کے ساتھ جڑے لوگوں پر نظر

رکھنے لگا تھا۔

جب اس نے کنزل کو پہلی بار یونیورسٹی میں دیکھا۔

وہ جانتا تھا کہ یہ عدیم کی کزن ہے اور پھر جو کچھ اُس نے کنزل کے

ساتھ کیا اُس کے بعد تو عدیم اسے زہر لگنے لگا تھا۔

پہلے وہ کنزل کو بھی پسند نہیں کرتا تھا کیونکہ وہ عدیم کی کزن تھی

پھر دل نے بغاوت کی۔

کئی بار کا آمنا سامنا۔ وجاہت عالم کی دل کی دنیا بدل گیا تھا۔۔ لیکن اپنے جذبات اس نے ایک پتھر کی طرح سخت رکھے تھے کہ ان کی زرا سی بھی آنچ کنزل تک نہیں پہنچ پائی تھی۔

کنزل کی غیر موجودگی نے دل میں چھپے جذبات کو جیسے بھڑکا سا دیا۔۔ اس نے اسفند کو ہی کنزل کے بارے میں خبر لینے کے لیے کہا تھا۔

جب اسے خبر ملی کہ وہ لڑکی اپنی معصومیت کے ہاتھوں برباد ہو چکی ہے، تو وجاہت عالم کا دل جیسے بے قرار ہوا تھا۔ اب وہ اس لڑکی کو کسی بھی قیمت پر چھوڑنا نہیں چاہتا تھا۔

شام میں عالم اپنے فلیٹ پر ہی آیا تھا۔ اب وہ کنزل کی طرف سے لاپرواہ نہیں ہونا چاہتا تھا۔

وہ اپنے کمرے میں لیٹی ہوئی چھت کو گھور رہی تھی۔۔

عالم کو دیکھتے ہی وہ فوراً اُٹھ بیٹھی تھی۔

"کیسی ہو؟

عالم نے آگے بڑھتے اس کے ماتھے کو چھونا چاہا کہ اس کا بخار چیک کر سکے۔ لیکن کنزل اسے اپنی طرف بڑھتے دیکھ فوراً پیچھے ہوئی تھی۔

عالم نے سنجیدگی سے اس کی حرکت کو نوٹ کیا لیکن پیچھے ہونے کی بجائے آگے بڑھ کر اس کے ماتھے پر ہاتھ رکھے بخار چیک کیا جو اب نہیں تھا۔

"بخار تو اب نہیں ہے۔۔ تم نے کچھ کھایا،۔۔ "

وہ مطمئین سا بولا تو کنزل نے خالی نظروں سے اسے دیکھا۔

"تم نے کچھ کھایا؟ عالم نے دوبارہ اپنا سوال دہرایا۔"

اسفند کو اس نے ملازمہ کے بندوبست کرنے کا کہا تھا۔ لیکن ابھی

تک اُس نے کسی ملازمہ کو نہیں بھیجا تھا۔

کنزل نے نفی میں سر ہلا دیا۔

عالم نے ایک نظر اس کی طرف دیکھا اور باہر نکل گیا۔

کنزل وہی خود میں سمٹ کر بیٹھ گئی تھی۔

صبح جب اس کی آنکھ کھلی تو اس نے خود کو عالم کے کمرے میں پایا

اسے یاد نہیں تھا کہ وہ کیسے اس کے کمرے میں آئی تھی۔

تھوڑی دیر بعد عالم کمرے میں داخل ہوا ہاتھ میں اس نے کھانے

کی ٹرے پکڑی ہوئی تھی۔ جس میں شاید سینڈوچ اور دودھ کا گلاس

تھا۔

اس نے ٹرے کو کنزل کے سامنے رکھا۔

جو کھانے کو گھور رہی تھی۔ جیسے سامنے کوئی انوکھی چیز پڑی ہو۔

"اسے گھورنا نہیں ہے اسے کھانا ہے۔"

عالم نے اس کے پاس بیٹھتے کہا۔

"مم مجھے بھوک نہیں ہے۔"

کنزل نے آہستگی سے گھبرا کر کہا۔ مبادہ وہ اسے مارنا نہ شروع کر دے۔

عالم نے بنا کوئی جواب دیے۔ خود نوالہ بنا کر کنزل کے ہونٹوں کے پاس کیا جس نے نظریں اٹھا کر پہلے عالم پر پھر اس کے ہاتھ میں پکڑے نوالے کی طرف نظر ڈالی۔

"تم چاہتی ہو میں تمہیں زبردستی کھانا کھلاؤں؟" عالم نے ایک آئبرو اچکاتے کنزل کو دیکھتے پوچھا۔

جس کی دھمکی کام آئی اور اس نے فوراً منہ کھولے نوالہ کھالیا۔

عالم نے خاموشی سی اسے کھانا کھلایا پھر ٹشو سے اس کے ہونٹوں کو صاف کیا۔

کنزل خاموش نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ لیکن حیران بھی تھی کہ وہ اتنا نرم مزاج کیسے ہے؟

میں نے تمھارے لیے تھوڑی بہت شاپنگ کی ہے۔زیادہ تو مجھے پتہ نہیں ہے۔یہ بیگ پڑے ہیں ان میں کپڑے اور تمہاری ضرروت کا سارا سامان ہے۔۔دیکھ کر تم چینج کر لو۔"عالم نے وہاں سے کھڑا ہوتے کنزل کے کپڑوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔جواب میلے ہو چکے تھے۔

کنزل کو امید نہیں تھی کہ وجاہت عالم کا رویہ اس کے ساتھ اچھا ہو گا۔

وہ تو کنزل کی سوچ کے برعکس تھا۔

عالم دوبارہ کمرے میں نہیں آیا تھا۔ اسے سگریٹ کی طلب ہو رہی تھی۔ اس لیے باہر بیٹھے سگریٹ کے کش لینے لگا۔

اس کے دماغ میں اس وقت کنزل ہی گھوم رہی تھی۔ اس کا ڈر اس کا خوف اس کے ذہنی حالت کو متاثر کر رہا تھا۔ اگر وہ مزید نظر انداز کی جاتی تو شاید وہ مزید بیمار ہو سکتی تھی۔

اس کا نرم رویہ ہی اُسے ٹھیک کر سکتا تھا اور جتنا کچھ کنزل نے

برداشت کیا تھا اُس کے بعد سختی وہ اسکے ساتھ ویسے بھی برتنا نہیں

چاہتا تھا۔

آج زبیر بنا عدیم کو بتائے سدرہ سے ملنے اس کے گھر آیا تھا۔ اس کا

مقصد سدرہ سے ملنا نہیں بلکہ گل سے ملنا تھا۔

سدرہ نے زبیر کو دیکھا تو وہ اسے دیکھ کر خوش ہوئی تھی کوئی تو اپنا اسے ملنے آیا تھا۔ لیکن وہ نہیں جانتی تھی کہ وہ اپنے مقصد کے لیے یہاں آیا ہے۔

"کیسے ہیں آپ؟ اور گھر میں سب کیسے ہیں؟" سدرہ نے زبیر کے پاس بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

"سب ٹھیک ہیں۔ باقی سب تو تم سے ملنا چاہتے ہیں لیکن بھائی نے سختی سے سب کو منع کیا ہے۔"

زبیر نے ارد گرد دیکھتے مایوس کن سے لہجے میں کہا۔

"گھر میں کوئی نہیں ہے؟" زبیر نے سرسری سا پوچھا۔

"خاور فیکٹری گئے ہیں اور گل یونیورسٹی سے آنے ہی والی ہو گی۔

میں تمھارے لیے چائے لاتی ہوں۔" سدرہ نے وہاں سے اٹھتے

ہوئے کہا۔

اس کے جاتے ہی زبیر اپنی جگہ سے کھڑا ہوا اور ارد گرد دیکھنے

لگا۔ اتنے میں گل گھر میں داخل ہوئی۔

زبیر نے گل کو دیکھا تو اس کے چہرے پر مسکراہٹ آ گئی۔

وہ چلتا ہوا گل کے پاس گیا۔ جس کے چہرے پر خوف کا سایہ سا آکر گزرا تھا۔

"کیسی ہو گل؟" زبیر نے آنکھوں میں شیطانیت لیے گل کو سر سے پاؤں تک دیکھتے کمینگی سے پوچھا۔

"تم یہاں کیا کر رہا ہے؟" گل نے تھوڑا سرد لہجے میں پوچھا۔

"اپنی بہن سے ملنے آیا تھا تو سوچا تم سے بھی مل لوں۔ ویسے بہن سے زیادہ تو میری نظریں تمہیں دیکھنے کو ترس گئی تھیں"۔ زبیر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

گل نے اس کی فضول بکواس کو نظر انداز کیا اور وہاں سے جانے لگی

جب زبیر نے آگے بڑھ کر اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

گل فوراً پیچھے ہوئی تھی۔

اتنے میں سدرہ بھی باہر آگئی۔ وہ زبیر کی حرکت دیکھ چکی تھی۔ اور

اس کی بات بھی سن چکی تھی۔ اس نے آگے بڑھ کر زبیر کے

چہرے پر زور سے تھپڑ دے مارا۔

گل نے اپنے منہ پر ہاتھ رکھے سدرہ کو دیکھا تھا۔

"یہ کیا حرکت تھی، گل آپ کی چھوٹی بہنوں جیسی ہے اور

آپ۔۔۔"

سدرہ اچھے سے سمجھ گئی تھی کہ اس کے بھائی کے کیا ارادے ہیں

کیونکہ وہ اپنے بھائی کی رگ رگ سے واقف تھی۔ اور اسے لگا کہ

وہ اسے ملنے یہاں آیا ہے لیکن وہ غلط تھی۔

"آئندہ آپ میرے گھر نہیں آئے گئے۔ میں نے آپ کو پہلے بھی

منع کیا تھا۔ لیکن اب مجھے لگا اپ میری خیریت معلوم کرنے آئے

ہیں لیکن میں غلط تھی۔

آپ اس قابل ہی نہیں ہیں کہ میں آپ کو اپنے گھر میں نے کی

اجازت دوں۔"

سدرہ نے زبیر کو دیکھتے سرد لہجے میں کہا۔

"سدرہ تم نے اس کی خاطر اپنے بھائی پر ہاتھ اٹھایا؟" زبیر نے بے

یقینی سے اسے دیکھتے پوچھا۔

"اگر میری جگہ اس کا بھائی یا شوہر ہوتا تو وہ صرف ہاتھ نا اٹھاتے

بلکہ آپ کو جان سے مار دیتے۔ میں نے تو صرف ہاتھ اٹھایا

ہے۔ اور اب آپ یہاں سے جائیں۔"

سدرہ نے کرخت لہجے میں کہا۔

زبیر بنا کچھ کہے ایک سرد گل پر ڈال کر وہاں سے چلا گیا تھا۔

گل کے آنسو گال پر بکھر گئے۔۔سدرہ نے آگے بڑھ کر اس کے

آنسو صاف کیے۔۔

"بھابھی تم کو تھپڑ نہیں مارنا چاہیے تھا۔اب نا جانے کیا ہو گا؟؟وہ

آپ کا بھائی تھا۔"

زبیر کے جاتے گل نے سدرہ کو دیکھتے پریشانی سے کہا۔

"تم پریشان مت ہو یہ تھپڑ ضروری تھا۔ اور اچھا کیا کہ میں نے یہ کام آج ہی کر دیا۔۔ ورنہ میری بے خبری کیا نقصان کر دیتی۔ میں تمھارے لیے کھانا لگاتی ہوں جلدی سے فریش ہو کر آ جاؤ۔ بالکل بھی پریشان نہیں ہونا۔۔"

سدرہ نے گل کو دیکھتے کہا جو اثبات میں سر ہلائے وہاں سے اپنے کمرے کی طرف چلی گئی۔

سدرہ تذبذب کا شکار وہیں کھڑی رہ گئی تھی۔

اگلے دن زبیر گل کی یونیورسٹی کے باہر کھڑا تھا۔

کل گل کی وجہ سے اس کی بہن نے اسے تھپڑ مارا تھا۔ اور آج وہ

اسے سبق سکھانا چاہتا تھا کہ وہ اس کی نرمی کا ناجائز فائدہ اٹھا رہی

ہے۔

لیکن وہ اس بات سے واقف نہیں تھا آج گل کو لینے حسام آنے والا

تھا۔

زبیر اپنی گاڑی کے باہر کھڑا گل کا انتظار کر رہا تھا۔

گل باہر آئی تو زبیر کے چہرے پر مسکراہٹ آگئی اور آگے بڑھتے

اس نے گل کا ہاتھ پکڑا ۔

جس نے بوکھلائے ہوئے انداز میں زبیر کی طرف دیکھا تھا۔اس

سے پہلے وہ کچھ سمجھ پاتی۔وہ اسے کھینچتے ہوئے اپنی گاڑی کی طرف

لے گیا۔اور گاڑی کا پچھلا دروازہ کھولے اسے اندر پھینک دیا۔

"چھوڑو مجھے۔۔کمینہ آدمی۔۔شرم نہیں آتا۔۔۔"

وہ چیختی ہوئی شیشے پر ہاتھ مارنے لگی۔

حسام اسی وقت اپنی گاڑی سے باہر نکلا تھا اور زبیر کی گاڑی میں میں چیختی ہوئی گل کو دیکھ چکا تھا۔وہ ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی آیا تھا۔اس نے گل کو کہا تھا کہ آج وہ لینے آئے گا۔

گل دروازے کو کھولنے کی کوشش کر رہی تھی۔جو کھل نہیں رہا تھا۔

زبیر نے گاڑی سٹارٹ کی تو حسام بھی جلدی سے اپنی گاڑی میں

بیٹھا اور گاڑی کا پیچھا کرنے لگا۔

اس نے تیز ڈرائیو کرتے زبیر کی گاڑی کے سامنے آتے گاڑی

روکی۔

غصے سے اس کے ماتھے کی رگیں پھول رہی تھیں۔زبیر نے جلدی

سے بریک لگائی۔ورنہ گاڑی حسام کی گاڑی میں جا کر لگنی تھی۔

وہ پہچان گیا تھا کہ زبیر عدیم کا چھوٹا بھائی ہے۔

حسام اپنی گاڑی سے باہر نکلا گل نے حسام کو سامنے دیکھا تو اس کی سانس میں سانس آئی تھی۔

رونے سے اس کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔

زبیر گاڑی کا دروازہ کھولے غصے باہر آیا۔

"کون ہو تم؟" زبیر نے حسام کی طرف بڑھتے ہوئے پوچھا۔

جس نے آگے بڑھتے زور سے زبیر کے جبڑے پر مکا دے مارا۔

زبیر حسام کی نسبت کافی کمزور تھا۔

"میری بیوی کو ہاتھ لگانے کی تیری ہمت کیسے ہوئی؟" حسام نے

گریبان سے زبیر کو پکڑتے اس کے دوسرے جبڑے پر مکا مارتے

ہوئے کہا۔

زبیر کے منہ سے خون نکلنے لگا تھا۔ وہ تو حسام کے دو مکے کھا کر ہی

بے ہوش ہو گیا تھا۔

حسام اپنا غصہ زمین پر پڑے زبیر کو مارتے نکال رہا تھا ۔

وہ تو کچھ لوگوں نے آکر حسام کو پیچھے کیا تھا۔ ورنہ آج وہ اس کی

جان ہی لے لیتا۔

اس کے اپنے ہاتھ سے بھی خون نکلنے لگا تھا۔

اس نے جلدی سے جا کر زبیر کی گاڑی کا دروازہ کھولا اور گل کو باہر

نکالا جو سیدھا اس کے سینے سے لگتی آنکھیں میچ گئی۔

"ریلکس کچھ نہیں ہوا۔۔"

"تم نے اسے اتنا مارا۔۔وہ مر گیا۔۔"گل شدت گریہ سے روتی

بولی۔

اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ حسام کسی کو اتنا مار بھی سکتا ہے۔

اس کے سامنے تو حسام ایک سویٹ سا انسان تھا لیکن جو روپ اس

نے آج حسام کا دیکھا اُسے دیکھ کر وہ ڈر گئی تھی۔اور ابھی تک

خوف کے زیرِ اثر تھی۔

"مرا نہیں وہ کمینہ۔۔اس نے میری بیوی کے ساتھ یہ گھٹیا حرکت

کرنے کی کوشش بھی کیسے کی۔۔"

اس کی پشت کو سہلائے وہ سنجیدگی سے بولا۔

"حسام۔۔"گل نے اس کی شرٹ جکڑے پکارا تو حسام نے آنکھیں

میچ کر کھولے اپنے غصے پر قابو پایا۔

"کچھ نہیں ہوا۔ آجاؤ۔۔"

حسام اسے پکڑے اپنی گاڑی کی طرف لے گیا اور دروازہ کھولے اسے اندر بیٹھایا۔ خود ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا تھا۔

اس نے جلدی سے گاڑی سٹارٹ کی۔

اور وجاہت کو کال کی۔ جس نے دوسری بیل پر فون اٹھالیا تھا۔ اس وقت وہ بہت غصے میں تھا۔ اور چہرے پر سنجیدگی چھائی ہوئی تھی۔

"عالم میں نے زبیر کو بہت مارا ہے وہ گل کو زبردستی اپنے ساتھ لے کر جارہا ہے۔ میرا بس چلتا تو اُس کی جان لے لیتا۔

لیکن اگر اب اُس نے ایسی کوئی حرکت کی تو میں اُس کی جان لے لوں گا۔پہلے ہی بتا رہا ہوں۔"

حسام نے سرد لہجے میں کہا۔

وجاہت خاموشی سے حسام کی بات سن رہا تھا۔

"تم نے اُسے زندہ چھوڑ دیا؟"حسام جب خاموش ہوا تو وجاہت نے پوچھا۔

"لوگ آ گئے تھے ورنہ میرا ارادہ اُسے زندہ چھوڑنے کا نہیں تھا۔"

حسام نے غصے سے کہا۔

"ٹھیک ہے تم گل کا خیال رکھو میں دیکھ لوں گا۔" عالم نے کہتے ہی

فون بند کر دیا تھا۔

"اگر لوگ نہ آتا تو تم سچ میں اُسے مار دیتا؟"

گل نے حسام کو دیکھتے بے یقینی سے پوچھا۔

"اگر کوئی کمینہ میرے گھر کی عزت پر ہاتھ ڈالے گا تو تمہیں لگتا

ہے میں خاموش رہوں گا؟"

حسام نے سنجیدگی سے کہا۔

"یہ تمھاری بھابھی کا بھائی ہے نا؟ تمھارے گھر بھی آتا ہو گا۔"

حسام نے گاڑی روکتے گل کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"وہ ایک بار گھر آیا تھا۔بھابھی نے سختی سے اُسے منع کر دیا تھا کہ

دوبارہ گھر نہ آئے۔"

گل نے نظریں چراتے کہا۔

"کیا گھر پر بھی اُس نے تمھارے ساتھ بدتمیزی کی تھی؟" حسام

نے سرد لہجے میں پوچھا۔

نہیں تو گل نے جلدی سے نفی میں سر ہلاتے کہا۔

"وہ توام کا نمبر مانگ رہا تھا بھابھی سے توام دروازے کے باہر کھڑی تھی وہاں کھڑے سنا"۔ خود گل نے جلدی سے کہا۔ مبادہ کہیں حسام اس کا بھی حال نہ بگاڑ دے۔

یہ سن کر حسام تھوڑا مطمئین ہوا تھا۔

"چلو ہم پیزا کھانے چلتے ہیں تمہیں پسند ہے نا"۔ حسام نے مسکراتے ہوئے کہا۔ وہ جانتا تھا کہ گل زیادہ ڈر گئی ہے۔

اور گل تو حیرانگی سے حسام کو دیکھ رہی تھی۔ ابھی وہ غصے میں تھا اور اب پیزا کھانے کی بات کر رہا تھا۔

گل کی نظر اس کے ہاتھ پر پڑی جو سٹیرنگ پر رکھا ہوا تھا۔

"ایسے کیا دیکھ رہی ہو۔۔؟" حسام نے بھویں سکوڑے اسے

دیکھا۔

"ایک آدمی کو بری طرح مار کر تم کو پیزا کھانا ہے۔۔"

وہ جھرجھری لیے بولی۔

"جب میں کسی کی پٹائی کرتا ہوں تو مجھے بھوک زیادہ لگتی

ہے۔۔" وہ اپنے غصے کو دبائے گل کو ریلکس کرنا چاہ رہا تھا۔

"توبہ بڑا عجیب انسان ہے تم۔۔ مجھے لگا تم مجھے بھی۔۔"

وہ خوف سے پیچھے ہوئی۔

"تمہیں تو میں پھولوں کی چھڑی سے بھی نہ ماروں۔۔"

اس کا ہاتھ لبوں سے لگا کر اس نے سٹئیرنگ پر رکھے دباؤ ڈالا۔۔

"تمھارا گاڑی میں فرسٹ ایڈ باکس رکھا ہے؟" گل نے حسام کو دیکھتے پوچھا۔

وہ گل کی بات سن کر ہنس پڑا تھا اس نے فرسٹ ایڈ باکس کی طرف اشارہ دیا۔

اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیے اس کے زخم کو صاف کرنے لگی

تھی۔

"تم ام کو ایسے مت دیکھو۔" گل نے حسام کو خود کو تکتے دیکھا تو

کہا۔

"تو کیسے دیکھوں؟" حسام نے الٹا سوال کیا۔

"تم ہمارا طرف دیکھو ہی نہ۔۔" گل نے بات ختم کرتے کہا۔

"تو پھر کس کو دیکھوں؟ کسی دوسری لڑکی کو دیکھوں گا تو کیا تم

برداشت کر لو گی؟"

حسام نے شرارتی لہجے میں اسے دیکھتے پوچھا۔ گل نے اسے گھور کر دیکھا تھا۔

"میں تمہارا خون پی جاؤں گا۔۔۔" وہ چیخ کر بولی تو حسام قہقہہ لگائے بنا رہ نہیں پایا۔

"گل آج جو بھی ہوا تم اسے لے کر پریشان مت ہونا، اور کسی سے ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔۔"۔ حسام نے سنجیدگی سے اسے دیکھتے کہا۔

"میں کبھی بھی تم پر کسی بھی مصیبت کو آنے نہیں دوں گا۔ بس مجھ پر بھروسہ رکھنا۔"

حسام نے آگے بڑھتے گل کے ماتھے پر بوسہ دیتے کہا۔

جس نے اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔

"اب ہم پیزا کھانے چلتے ہیں۔ ُحسام نے پیچھے ہوتے مسکراتے ہوئے کہا اور گاڑی سٹارٹ کر دی۔ گل بھی باہر سڑکوں پر چلتی گاڑیوں کو دیکھنے لگی تھی۔ اگر حسام نا آتا تو اس سے آگے وہ سوچنا نہیں چاہتی تھی۔

عدیم کو ہاسپٹل سے کال آئی تو وہ سیدھا وہاں بھاگا تھا۔۔

"تمھاری یہ حالت کس نے کی زبیر؟"عدیم نے اپنے بھائی کی حالت

دیکھتے سنجیدگی سے پوچھا۔

اس سے پہلے زبیر جواب دیتا۔کمرے میں داخل ہوتے جمشید نے

جواب دیا۔جس کے ساتھ تہمینہ بھی تھی۔

وہ فوراً زبیر کے پاس گئی تھی۔ اپنے بچے کو اس حالت میں دیکھ کر

اس کا دل تڑپ پڑا تھا۔

"حسام نے اس کی یہ حالت کی ہے اُس کی بیوی کو تمھارا بھائی

یونیورسٹی سے زبردستی اپنے ساتھ لے کر جا رہا تھا۔

شکر کرو اُس نے تمھارے بھائی کی جان نہیں لے لی۔ اگر خاور کو

پتہ چل گیا تو وہ رشتے داری کا بھی لحاظ نہیں کرے گا۔ اور بھون

ڈالے کا تمھارے بھائی کو گولیوں سے۔ اس کے غضب کو ابھی تم

جانتے نہیں ہو۔۔"

جمشید نے زبیر کو دیکھتے غصے سے کہا۔

"یہ سب جھوٹ ہے میرا بیٹا کبھی ایسا نہیں کر سکتا"۔ تہمینہ نے

اپنے بیٹے کی حمایت کرتے کہا۔

"تم تو خاموش ہی رہو یہ تمھاری ہی تربیت کا نتیجہ ہے جو آج تمھارا

بیٹا دوسروں کی عزت پر پر گندی نظر رکھے بیٹھا ہوا ہے۔

اور یہ تمھارا صاحب زادہ دو دنوں کے بعد ملک چھوڑ کر دوسرے

ملک جا رہا ہے اس بار میں کسی کی بھی بات نہیں سنوں گا اگر کسی

نے اسے روکنا چاہا تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔"

جمشید نے سنجیدگی سے عدیم اور تہمینہ کو دیکھتے اپنا فیصلہ سنایا۔ اور

وہاں سے چلا گیا۔

عدیم خاموش رہا تھا۔

اس کے باپ نے کبھی کسی کام میں دخل اندازی نہیں کی تھی بلکہ

خاموش رہتا تھا لیکن اب وہ بول رہا تھا یہ بات تہمینہ کے ساتھ عدیم

کے لیے بھی حیرت کی بات تھی۔

"عدیم تمھارے بابا کیا کہہ کر گئے ہیں؟ میں اپنے بچے کو کہی نہیں

بھیجوں گی۔" تمینہ نے عدیم کو دیکھتے کہا۔

"اگر ڈیڈ نے فیصلہ کر لیا تو میں کچھ نہیں کر سکتا۔ اگر انہوں نے یہ بات کہی ہے تو ضرور مسئلہ بہت بڑا ہو گا۔ ورنہ وہ یہ فیصلہ کبھی نہ کرتے۔ اور مجھے بھی لگتا ہے ابھی اس کی بھلائی ملک سے باہر جانے میں ہی ہے۔

آپ اپنے بچے کو باہر بھیجنے کی تیاری کریں"۔

عدیم نے کچھ دیر سوچنے کے بعد کہا اور وہاں سے چلا گیا۔

پیچھے تہمینہ زبیر کو دیکھتے رونے لگی تھی۔ جو خاموش ہی تھا۔

جمشید کو وجاہت عالم کی کال آئی تھی اُس نے بس اتنا ہی کہا تھا۔ کہ جو حرکت آپ کے بیٹے نے کی ہے اگر وہ چاہے تو اسی وقت ان کے بیٹے کو اگلے جہان پہنچا سکتا ہے وہ جمشید کو آخری موقع دے رہا ہے کیونکہ وہ ان کی بہت عزت کرتا ہے۔ تو اگر وہ اپنے بیٹے کی زندگی چاہتے ہیں تو اپنے بیٹے کو کسی دوسرے ملک بھیج دیں اور وہ کبھی واپس نہ آئے۔ تو وہ زبیر کی جان بخش سکتا ہے۔ اگر اس نے آج یہ حرکت کی ہے تو کل کو بھی کر سکتا ہے۔ اس لیے اس کا یہاں سے جانا ہی بہتر تھا۔

جمشید کو بھی یہ بات ٹھیک لگی تھی۔

وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ عالم کی پہنچ بہت اوپر تک تھی اور وہ جو کہہ رہا تھا کر بھی گزرتا اور اسے اپنے بیٹے کی پرواہ تھی۔ اس لیے اس نے زبیر کو ملک سے باہر بھیجنے کا فیصلہ کیا تھا۔

اگلے دن وجاہت باہر بیٹھا سگریٹ کے کش لے رہا تھا۔جب کنزل اس کے پاس آئی۔وجاہت کو اس کا باہر آنا کچھ مطمئن کر گیا، پیلے رنگ کے سوٹ میں وہ زرد پھول ہی لگ رہی تھی۔

"مجھے آپ سے کچھ پوچھنا تھا۔" کنزل نے نظریں جھکا کر کہا۔

وہ دوبارہ کنزل کے کمرے میں نہیں گیا تھا۔لیکن گھر میں موجود رہا تھا۔

کنزل کو سامنے دیکھ کر اس کے لبوں پر دھیمی سی مسکراہٹ آ گئی تھی۔

"یہاں میرے پاس آکر بیٹھو پھر جو پوچھنا ہے پوچھ لینا"۔عالم نے

اپنے دائیں جانب اشارہ کرتے نرم لہجے میں کہا۔

کنزل نے نظریں اٹھا کر عالم کی طرف دیکھا۔

"میں؟"کنزل نے کپکپاتے لہجے میں پوچھا۔

"بالکل تم ہی۔۔اور تمھارے علاوہ کوئی اور یہاں پر نہیں ہے۔"

عالم نے پرسکون سے لہجے میں کہا۔

کنزل نے اپنا حلق تر کیا اور چلتی ہوئی عالم سے کچھ فاصلے پر بیٹھ گئی۔

عالم نے اسے کمر سے پکڑ کر خود کے قریب کیا۔

وجاہت عالم کی اس حرکت پر کنزل ایک پوری طرح کپکپا گئی تھی

وجاہت کا ہاتھ ابھی بھی اس کی کمر پر تھا۔

"اب بولو کیا پوچھنا ہے؟" عالم نے میٹھے لہجے میں اسے دیکھتے

پوچھا۔

"میری بہن کیا آپ جانتے ہیں وہ کہاں پر ہے؟" کنزل نے تھوڑا

گھبرائے ہوئے لہجے میں پوچھا۔ اس کے قریب سے اٹھتی خوشبو

کنزل کو بوکھلا رہی تھی۔

"ہاں میں جانتا ہوں وہ کہاں پر ہے۔ لیکن میری ایک شرط ہے اگر

تمہیں اپنی بہن سے ملنا ہے تو خود کو ٹھیک کرنا ہو گا۔

جب تم پوری طرح ٹھیک ہو گئی تو میں تمہیں خود اُس کے پاس لے

کر جاؤں گا۔"

وجاہت عالم نے سنجیدگی سے کہا۔

"مم میں تو ٹھیک ہوں مجھے کیا ہوا ہے؟؟" کنزل حیرانگی سے

وجاہت کو دیکھتے پوچھنے لگی۔۔

"تم بہتر جانتی ہو؟؟؟ وجاہت نے اس کے چہرے پر نظر جمائے رکھی۔

"مجھے نہیں پتہ مجھے کیا ہوا ہے؟؟" کنزل گھبرا رہی تھی۔

"ریلکس ہو جاؤ پہلے۔۔" اس کی پشت سہلائے اس نے بالکل اسے اپنے ساتھ لگایا۔۔

"بہن سے ملنا ہے تو خود کو اتنا ٹھیک کر لو کہ کوئی تمہارے چہرے سے تمہارا غم نہ جان سکے۔۔" وجاہت کا انداز نرم تھا۔

"تو آپ صاف صاف منع کر رہے ہیں؟" کنزل نے بے بسی سے کہا۔

"اس کا مطلب تم ٹھیک نہیں ہونا چاہتی؟ جو کچھ پیچھے ہو گیا اُن چیزوں سے باہر نہیں نکلنا چاہتی؟" عالم نے سیریس انداز میں پوچھا۔

"سب کچھ بھولنا اتنا آسان نہیں ہے جتنا آپ سمجھ رہے ہیں۔"

کنزل نے کہتے ہی وہاں سے اٹھنا چاہا لیکن وجاہت نے اسے اٹھنے نہیں دیا تھا۔ اس نے دوبارہ کنزل کو اپنی طرف کھینچا جو اس کی گود میں آ کر بیٹھ گئی تھی۔

کنزل نے سٹپٹا کر عالم کی طرف دیکھا جسکا چہرہ کنزل کے چہرے کے بہت بے حد قریب تھا۔ اسے وجاہت کی گرم سانسوں کے تھپڑ اپنے چہرے پر پڑتے ہوئے محسوس وہ رہے تھے۔

عالم نے گہری نظروں سے اس کے چہرے کی طرف دیکھا۔ اور کندھے پر آئے کالے گھنے بالوں کو پیچھے کرتے اس کے کان کے پاس جھکا۔

وجاہت عالم کے قریب آنے پر کنزل کی جان لبوں پر ائی تھی۔

"میں جانتا ہوں اتنا آسان نہیں ہے۔ لیکن نا مکمل بھی نہیں ہے اگر تم کوشش ہی نہیں کرو گی تو کبھی پرانی باتوں کو بھول نہیں پاؤ گی۔ اور سوچو اگر تمھاری بہن تمہیں اس حال میں دیکھے گی تو کتنا پریشان ہو گی اُس کی خاطر بھی تمہیں ٹھیک ہونا ہو گا۔"

وجاہت نے گہرے لہجے میں کہتے اپنا چہرہ پیچھے کیا اور اس کی کمر

سے بھی ہاتھ ہٹا لیا تھا۔

کنزل اس کے کندھے سے لگی، بمشکل سانس بحال رکھ پا رہی

تھی۔

کنزل نے جب محسوس کیا کہ عالم نے اس کی کمر سے ہاتھ پیچھے کر لیا

ہے تو فوراً اس کی گود سے اُٹھ کر اپنے کمرے کی طرف بھاگی تھی۔

دل کانوں میں دھڑکتا محسوس ہوا تھا۔

عالم نے اسے بھاگتے ہوئے دیکھا تو مسکرائے بنا نہیں رہ پایا تھا۔

سیگریٹ سلگائے وہ کنزل کے کمرے کو دیکھتے ایک بار پھر مسکرا دیا تھا۔

دادی اس خبر کو سنتی بے ساختہ کھڑی ہوئیں۔

"زبیر باہر جا رہا ہے، جمشید میں کیا سن رہی ہوں۔؟" دادی کرخت لہجے میں بولی،۔

"اماں اس کا جانا بہتر ہے۔۔" جمشید سنجیدگی سے بولے۔

اس حق میں بالکل نہیں ہوں۔ جمشید زبیر باہر نہیں جائے گا

"انہوں نے حکم دیا تھا۔

"عدیم تم ہی اپنے باپ کو سمجھاؤ۔۔یہ میری نہیں سن رہا۔۔"عدیم

کو دیکھتے دادی رنجیدگی سے بولی۔

"اس کو جانے دیں دادی۔۔وہ جائے گا تو کچھ بن کر واپس آئے

گا۔۔"عدیم کی بال کی حمایت پر دادی بھی حیران ہوئی۔

عدیم نے بھی یہی چاہتا تھا کہ زبیر یہاں سے چلا جائے۔۔وہ کنزل

کو دوبارہ حاصل کرنے کے لیے ہر حد تک جانا چاہتا تھا، اس لیے

زبیر کا یہاں سے جانا اشد ضروری تھا۔

دادی اور تہمینہ کی مخالفت کے باوجود وہ ملک سے باہر چلا گیا تھا۔

کوئی اسے روک نہیں پایا تھا۔

گھر میں سناٹے گونجنے لگے، جمشید بھی اب رات میں ہی گھر آتا

تھا۔سدرہ کے جانے کے بعد جیسے سب بدل سا گیا تھا۔

"میں چاہتا ہوں تم دونوں کو ولیمہ کر دیا جائے، اور گل کی رخصتی کے بعد سب ایک گھر میں رہیں،" وجاہت نے اسفند سے فیصلے کی تائید چاہی۔

"بھائی اگر ہم تینوں کا ولیمہ ایک ساتھ ہو تو؟"۔

اسفند نے عالم کو دیکھتے کہا۔

"نہیں میں چاہتا ہوں تم دونوں کا ولیمہ ہو، کیونکہ کنزل کی حالت ابھی ویسی نہیں ہے کہ وہ دنیا کے سامنے آئے اور میں اسے کوئی پریشانی نہیں دینا چاہتا" وجاہت نے تحمل سے جواب دیا

جیسے آپ کو بہتر لگے بھائی۔۔" اسفند وجاہت کی کوئی بات نہیں ٹالتا تھا۔

"کنزل کو میں جلد سب کے درمیان میں لے آؤں گا۔۔جب وہ اپنی بہن سے ملے گی تو جلد ٹھیک ہو جائے گی۔

اور آج تم خاور اور اُس کی بیوی کو بلا لو۔ میں اُس سے ملا نہیں اسی بہانے میں اُس سے بھی مل بھی لوں گا۔ اور حسام کے ریسیپشن کی بھی بات کر لوں گا۔

ٹھیک ہے بھائی میں حسام کو میسج کر دیتا ہوں۔"

اسفند نے وہاں سے اٹھتے ہوئے کہا۔

حسام کو کال کرنے کے بعد اس نے رنم کو کال کر کے اس سے تھوڑی دیر بات کی۔

اسے رنم کو ساتھ لے جاکر شاپنگ بھی کروانی تھی لیکن آج اسے خاور سے ملنا تھا۔ خاور اسے پہلے دیکھ چکا تھا۔

اس نے رنم کو اپنے آنے کا بتایا اور اسے تیار ہونے کا کہہ کر فون بند کر دیا۔۔ اور خود گھر سے نکل گیا۔

حسام نے خاور کو کال کر کے کہا تھا کہ آج شام ان تینوں نے اس کے گھر آنا ہے۔اس کا بڑا بھائی ان سے ملنا چاہتا ہے۔اور کچھ ضروری بات بھی کرنی ہے خاور نے کہا تھا کہ وہ لوگ آجائے گئے۔

"آج ہمیں حسام کی طرف جانا ہے۔۔تم اور گل جلدی سے تیار ہو جاؤ۔۔میرے کپڑے بھی تیار رکھو آکر چینج کرتا ہوں۔"

سدرہ کو کہتا وہ باہر نکل گیا۔

سدرہ الماری کی طرف آئی اور وہاں سے ایک ڈریس لیے گل کے کمرے کی جانب بڑھی۔

"بھابھی یہ اتنا پیارا ڈریس کس کا ہے؟" سدرہ بہت ہلکے پھلکے کپڑے پہنتی تھی۔

وہ سکن کلر کی شلوار قمیض تھی۔ساتھ اس کے گرین کلر کی چادر تھی جس پر پر دیدہ زیب بھاری کام ہوا تھا۔

پچھلے دنوں جب وہ خاور کے ساتھ شاپنگ کرنے گئی تھی تو اس نے

یہ سوٹ گل کے لیے لیا تھا تاکہ وہ گل کی سالگرہ پر اسے دے

سکے۔

"وہ چھوڑو تمہیں کیا ہوا ہے؟؟" سدرہ نے ڈریس بیڈ پر رکھ کر گل کو

دیکھا

"بھابھی ام کو آج اپنے سسرال جانا ہے اور ہمارے پاس کوئی

سوٹ نہیں ہے۔" گل نے بیڈ پر بکھرے کپڑوں کو دیکھتے پریشانی

سے کہا۔

"یہ سوٹ کیسا رہے گا؟"

سدرہ نے گل کے آگے سوٹ کرتے پوچھا۔ جس نے نظریں اٹھا کر دو طاری سوٹ کی طرف دیکھا تو اس کا چہرہ کھل اٹھا۔

"بھابھی یہ بہت پیارا ہے۔ کیا یہ ہمارا ہے؟" گل نے سوٹ پکڑتے خوشی سے پوچھا۔

"ہاں میں نے تمھارے لیے لیا تھا اب تم جلدی سے تیار ہو جاؤ۔" تمھارے لالہ تیار بیٹھے ہوئے ہیں سدرہ نے پیار سے کہا اور کمرے سے باہر چلی گئی۔

خاور کی توجہ اور اپنے دل کے بوجھ کو ہلکا کرنے کے بعد وہ کافی

ریلکس اور گل کے گھل مل گئی تھی۔

گل جلدی سے سوٹ پکڑے فریش ہونے چلی گئی تھی۔

سدرہ بھی اپنے کمرے میں تیار ہونے چلی گئی۔

اب وہ کم ہی میک اپ کرتی تھی، لیکن خاور کی پسند کو مدِ نظر رکھ کر اس نے لائنر سے اپنی غلافی آنکھیں سجائی، اور لبوں پر گہری سرخ رنگ کی لپ سٹک لگائی۔

اس نے خاور کا لایا ہوا سفید رنگ کا سوٹ پہنا تھا، جس کے ساتھ بھاری جھمکے تھے۔

خاور کو اس پر سفید کلر بہت اچھا لگتا تھا۔

آئینے میں خود کو دیکھتی وہ شرما گئی تھی ۔

ماشاءاللہ خاور نے سدرہ کو سیڑھیوں سے اترتے دیکھا تو فوراً اس کی

زبان سے نکلا تھا۔

"تم تو بہت خوبصورت لگ رہا ہے، کیا خیال ہے، جانے کا پلان

کینسل کر دوں۔۔" خاور نے اپنے پرانے لہجے میں سدرہ کی

تعریف کرتے کہا۔

سدرہ نے اس کی تعریف پر مسکرا کر نظریں جھکا لی تھیں۔

"تم شرما کر مجھے اکسارہا ہے کہ میں چھوٹی سی گستاخی کرلوں۔" خاور نے شرارتی لہجے میں کہا اور بنا سدرہ کو سنبھلنے کا موقع دیے بغیر اس کے ہونٹوں پر جھک گیا۔

اس کے ہونٹوں پر اپنا دہکتا لمس چھوڑتا وہ سدرہ کی دھڑکنیں بڑھا گیا تھا۔۔

لالہ!! گل کی آواز پر خاور فوراً سدرہ سے پیچھے ہوا۔۔

سدرہ کی ہنسی نکلی۔۔ جو بوکھلا کر رخ موڑ گیا تھا۔۔

"لالہ ام تیار ہیں۔تو کیا ہم چلیں۔۔"

گل نے آتے خاور کو دیکھتے کہا۔

"ماشااللہ بھابھی تم کتنا خوبصورت لگ رہا ہے۔اور آج تو سفید کلر کے ساتھ تمھارا چہرہ بھی کھل رہا ہے۔"

گل نے سدرہ کے صدقے واری جاتے کہا جو اپنی تعریف پر شرما گئی تھی۔خاور نے پر تپش نگاہ اس پر ڈالے آنکھ دبائی تو سدرہ نے پہلو بدلا۔

اپنے نکاح پر بھی سدرہ نے سفید کلر پہنا تھا لیکن اُس وقت اس کا

چہرہ مرجھایا ہوا تھا۔

"تم بھی بہت پیاری لگ رہی ہو۔" سدرہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اب چلیں ؟" گل نے کہا ،۔

تم چلو میں چابی لے کر آتا ہوں۔۔" گل کو کہتا وہ اندر بڑھا سدرہ

اس کے پیچھے جانے لگی۔۔جب خاور نے اس کی کلائی پکڑی۔۔

گل باہر نکل گئی تھی۔

"خاور۔۔۔ چھوڑیں۔۔۔" سدرہ ہڑبڑائی تھی۔

خاور نے آگے بڑھ کر اس کے ماتھے پر بوسہ دیا۔۔اور گالوں پر

جلدی سے شوخ گستاخی کی۔۔

"خاور آپ بہت بدتمیز ہیں۔۔" سدرہ شرماتی باہر بھاگی تھی۔

خاور اس کی مسکراہٹ کی دائمی ہونے کی دعا کرتا باہر بڑھا تھا۔

گاڑی میں بیٹھے گل حسام کے رویے کا سوچ رہی تھی۔اس نے کل

اسے کافی سمجھایا تھا۔۔

اور اُسے اتنا تو یقین ہو گیا تھا کہ یہ سب حسام نے اس کے لیے کیا

اگر کوئی بھی اس کی بیوی کے ساتھ بد تمیزی کرے گا تو وہ اُس

انسان کی یہی حالت کرے گا۔جو اس نے زبیر کی کی تھی۔

خاور سدرہ اور گل کے ساتھ حسام کے گھر پہنچ چکا تھا۔

حسام نے گل کو دیکھا تو دیکھتا ہی رہ گیا اس کی نظریں ہٹنے سے انکاری تھیں۔ جس پر وہ لباس کچھ خاصہ سج رہا تھا۔ اوپر سے وہ اپنے دہکتے حسن کو مزید سنوار کر آئی تھی۔

خاور اور سدرہ اندر چلے گئے۔ حسام گل کے راستے میں حائل ہوا۔

"مجھے لگتا ہے سارے رنگ ہی تم پر بہت خوبصورت لگتے ہیں میری پٹھانی۔۔" حسام نے پیار سے گل کے ناک کو کھینچتے ہوئے کہا۔

"ام کو اندر جانا چاہیے۔۔" گل نے ارد گرد دیکھتے کہا۔

"پہلے تعریف تو سن لو۔۔" اس کے چہرے پر جھک کر اس نے

ایک شوخ جسارت کی۔۔

گل کپکپاتی دور ہوئی، اور حسام کے سینے پر تھپڑ امارا۔۔

"اب چلو"۔ حسام نے مسکراتے ہوئے کہا اور گل کو لیے اندر چلا

گیا۔

اندر جاتے خاور عالم سے ملا جو اس کے گلے لگا تھا۔ لیکن سدرہ نے

عالم کو دیکھا تو وہ کافی حیران ہوئی تھی۔

عالم نے اسے خود سلام کیا تھا۔

" پروفیسر آپ؟"سدرہ نے حیرانگی سے وجاہت عالم کو دیکھتے کہا۔

خاور بھی حیران ہوا تھا۔

"پہلے میں یونیورسٹی میں لیکچر دیتا تھا تمھاری بیوی میری سٹوڈنٹ تھی۔"

عالم نے خاور کو حیران دیکھتے تفصیل سے بتایا۔

"یہ تو اچھی بات ہے۔۔"خاور نے بیٹھتے ہوئے مسکرا کر کہا اتنے میں اسفند بھی رنم کو لے کر وہاں آ گیا تھا۔

رنم نے سدرہ کو وہاں دیکھا تو اس کا مسکراتا چہرہ پل بھر میں سنجیدہ

ہوا تھا۔ اور وہ وہی رک گئی۔

دوسری طرف سدرہ کا بھی یہی حال تھا لیکن وہ رنم کو صحیح سلامت

دیکھ کر خوش بھی ہوئی تھی۔

اسفند نے رنم کا تعارف باقی سب سے کروایا۔

خاور اسفند کے گلے لگا تھا۔ لیکن اسے یاد آیا کہ اس نے اسفند کو

عدیم کے ساتھ دیکھا تھا۔

"تم عدیم کے ساتھ تھے میرے نکاح والے دن؟" خاور نے یاد کرتے اسفند کو دیکھتے پوچھا۔

جو اس کی بات سن کر مسکرا پڑا تھا۔

"یہ میرا بھائی ہے لیکن اس نے کچھ ٹائم عدیم کے پاس بھی کام کیا ہے۔ تفصیل میں تمہیں بعد میں بتا دوں گا۔"

حسام نے خاور کے کندھے پر ہاتھ رکھتے کہا۔

جو حسام کی بات سن کر مسکرا پڑا تھا۔

سب لوگ بیٹھ گئے اور باتیں کرنے لگے۔ لیکن رنم کا چہرہ سرد تھا۔

اس کے پاس ہی گل بیٹھی ہوئی تھی۔

"رنم یہ ہمارا بھابھی ہے۔ام جانتا ہے کہ تم دونوں میں کچھ بھی ٹھیک نہیں ہے لیکن وہ بہت بدل گیا ہے۔۔وک تمہیں ڈھونڈنے بھی گیا تھا۔۔"

گل نے رنم کے کان کے پاس جھکتے ہوئے کہا۔رنم ابھی بھی خاموش رہی تھی۔

باقی سب باتیں کررہے تھے۔

جب عالم نے خاور کو دیکھتے بات کا آغاز کیا۔

"میں چاہتا ہوں اب گل رخصت ہو کر یہاں آجائے۔"

"گل اب حسام کی امانت ہے، وہ جب چاہے اسے لے جائے۔ مجھے کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ جو دن آپ کو مناسب لگتا ہے وہ آپ ولیمے کے لیے رکھ لیں۔"

"اگلے ہفتے ولیمہ رکھ لیتے ہیں" وجاہت نے سب کو دیکھا تو سب نے اثبات میں سر ہلایا۔

ولیمہ اسی گھر میں ہونا تھا۔ کیونکہ گھر کافی بڑا تھا تو عالم نے کہا کہ وہ یہی پر اپنے دونوں بھائیوں کی ریسیپشن رکھے گا۔

"اور رنم میں چاہتا ہوں آپ بھی کل یا پرسوں تک یہاں آجائیں۔ آپ کی بہن بھی یہی آجائے گی۔ تو آپ کا بھی دل لگ جائے گا۔ پھر مل کر تیاریاں کرلیجیے گا۔ شوجاہت نے رنم کو دیکھتے کہا۔

"جی ٹھیک ہے بھائی۔۔" رنم نے چہرے پر مسکراہٹ لاتے کہا۔ کنزل کا سن کر اس کے چہرے پر مسکراہٹ آگئی تھی۔

سدرہ بھی کنزل کا سن کر خوش ہوئی تھی۔

"اگر آپ لوگ گھر دیکھنا چاہتی ہیں تو دیکھ سکتی ہیں ملازمہ آپ کو پورا گھر دکھادے گی۔"

عالم نے سدرہ، گل اور رنم کو دیکھتے کہا۔

"میں دکھادیتا ہوں۔" حسام اور اسفند دونوں نے کھڑے ایک زبان بولتے عالم کو دیکھتے کہا۔

"میں نے کہا ملازمہ دکھادے گی تم دونوں یہی بیٹھو کچھ بات کرنی ہے"۔ عالم نے دونوں کو گھورتے ہوئے کہا تو جہاں تینوں لڑکیوں کے چہرے پر مسکراہٹ آئی تھی وہی خاور بھی ہنس پڑا تھا۔

"جی بھائی۔۔" اسفند نے دوبارہ اپنی جگہ پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ جبکہ

حسام نے منہ بگاڑا تھا۔

تینوں ملازمہ کے ساتھ وہاں سے چلی گئی تھیں۔

پیچھے وہ لوگ باتیں کرنے لگے۔ ملازمہ نے ان کو پہلے نیچے والا

پورشن دکھایا۔

گھر کو بہت خوبصورتی سے بنایا اور سجایا گیا تھا۔

اوپر والے پورشن میں جاتے ہی سدرہ نے رنم کو مخاطب کیا۔ گل

محسوس کر چکی تھی کہ سدرہ رنم سے بات کرنا چاہتی ہے۔

"مجھے تم سے کوئی بات نہیں کرنی سدرہ۔۔ اور میں کوئی بدمزگی نہیں چاہتی۔۔"

رنم نے مڑتے صاف لفظوں میں سدرہ کو دیکھتے منع کرتے کہا۔

گل نے ملازمہ کو اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کیا اور وہاں سے چلی گئی اُسے معلوم تھا جب تک وہ ایک دوسرے سے بات نہیں کریں گی۔ اُس وقت تک دونوں میں جو بھی مسئلہ ہے ٹھیک نہیں ہو گا۔

"پلیز ایک بار میری بات سن لو میں بس تم سے معافی مانگنا چاہتی

ہوں تم بے شک مجھے معاف نہ کرنا لیکن ایک بار مجھے تم سے معافی

مانگنی ہے میں نے تمھارے اور کنزل کے ساتھ بہت برا کیا ہے۔

مجھے وہ بات پورے گھر میں نہیں بتانی چاہیے تھی۔

میں جانتی ہوں کہ میں نے غلط کیا۔ اور میں تم لوگوں سے معافی

مانگنے تم لوگوں کے گھر بھی گئی تھی جہاں جا کر مجھے پتہ چلا پھوپھو

بھی اس دنیا سے چلی گئی ہیں۔ میں نے تم دونوں کو تلاش کرنے کی

کوشش بھی کی۔ لیکن تم دونوں کہیں نہیں ملی۔

رنم پلیز مجھے معاف کر دو۔"

سدرہ نے بے بسی سے رنم کو دیکھتے کہا۔

رنم اس کے لب و لہجے کو دیکھ کر حیران ہوئی تھی۔

یہ وہ نک چڑھی سدرہ نہیں تھی جسے وہ جانتی تھی۔

رنم تو خاموش رہی تھی۔

"ٹھیک ہے تم مجھے معاف مت کرو لیکن جب جب میں تم سے

ملوں گی میں تم سے معافی مانگو گی اگر سارے لوگوں کے سامنے

بھی مجھے تم سے معافی مانگنی پڑی تو بھی میں مانگ لوں گی"۔ سدرہ

نے کچھ دیر رنم کے بولنے کا انتظار کیا جب وہ کچھ نا بولی تو اس نے

بے بسی سے کہا۔

"لیکن یہ بات بھی سچ ہے رنم میں تمہیں صحیح سلامت دیکھ کر بہت

خوشی ہوئی ہوں۔"

سدرہ نے اپنے آنسو صاف کرتے کہا اور وہاں سے جانے کے لیے

مڑ گئی۔

رنم ابھی بھی خاموشی سے اسے جاتے دیکھ رہی تھی۔

گل نے رنم کو اکیلے کھڑے دیکھا تو اسکے پاس آئی۔

"کیا ہوا رنم؟" گل نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے پوچھا۔

"یہ میری وہ کزن سدرہ نہیں ہے جسے میں جانتی تھی وہ تو کبھی مر کر بھی مجھ سے معافی نہ مانگتی لیکن یہ تو الگ ہی سدرہ ہے" رنم نے منہ میں بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

"ام نے کہا تھا نا کہ وہ بہت بدل گئی ہیں۔ یہ میرا ابھی بہت خیال کرتی ہے۔۔

دیکھو رنم غلطی انسان سے ہی ہوتا ہے۔ تم بھی اپنا دل بڑا کرو اگر کوئی تم سے معافی مانگے تو اُسے معاف کر دینا چاہیے اللہ خوش ہوتا ہے۔"

گل نے اسے سمجھانے والے انداز میں کہا۔

"چلو چھوڑو تم سب کو ام نے تو گھر دیکھ بھی لیا تم بھی دیکھ لو۔۔"

گل نے اس کے بازو کو پکڑتے کہا اور اسے وہاں سے لے گی۔

لیکن وہ ابھی بھی اسی سوچ میں گم تھی کہ ایسا بھی کیا ہو گیا جس نے سدرہ کو اتنا تبدیل کر دیا۔

ڈنر کے بعد سب لوگ اپنے اپنے گھروں کو نکل گئے تھے۔

رنم نے کہا تھا وہ دو دنوں بعد یہاں آجائے گی۔ سدرہ نے جانے سے پہلے ایک بار پھر رنم سے معافی مانگی تھی اور خود اسے گلے لگایا تھا۔

خاور کو بھی اُس وقت پتہ چلا تھا کہ رنم ہی سدرہ کی کزن بھی ہے۔

عالم بھی گھر سے فلیٹ کے لیے نکل گیا تھا کیونکہ وہاں کنزل اکیلی تھی۔

رنم گاڑی میں خاموش بیٹھی کسی سوچ میں گم تھی۔

اسفند یہ بات نوٹ کر چکا تھا۔

"رنم تم سدرہ کی وجہ سے پریشان ہو؟" اسفند نے سامنے سڑک کو دیکھتے پوچھا۔

"آپ کو کیسے پتہ چلا؟"۔ رنم نے حیرانگی سے پوچھا۔

"شوہر ہوں تمہارا اور اچھی طرح جانتا ہوں کہ تم کس بات کو لے کر پریشان ہو۔؟"

اسفند نے سنجیدگی سے کہا۔

"مجھے سمجھ نہیں آرہی کہ سدرہ اتنا کیسے بدل گئی اور وہ مجھ سے معافی مانگ رہی تھی۔" رنم نے اسفند کی طرف دیکھتے ہوئے حیرانگی سے کہا۔

"یہ تو اچھی بات ہے رنم اور معافی مانگنے کا حوصلہ کسی کسی میں ہی ہوتا ہے اگر وہ تم سے معافی مانگ رہی ہے تو سمجھ جاؤ اُسے عقل آ

چکی ہے۔ اُسے اپنی غلطیوں کا احساس ہو چکا ہے۔ اور غلطیاں تو

انسان کرتا ہی رہتا ہے وہ فرشتہ تو ہے نہیں جو غلطی نہ کرے۔

میں تمہیں فورس نہیں کروں گا کہ تم اُسے معاف کر دو بلکہ اپنے

دل کی سنو اگر وہ کہتا ہے کہ اُسے معاف کر دو تو کر دو۔" اسفند نے

ہلکا سا مسکراتے ہوئے کہا۔

"مجھے تو اُسی وقت پتہ چل گیا تھا کہ وہ اپنے کیے پر شرمندہ ہے

جب بات کرتے اُس کی آنکھوں میں آنسو آگئے تھے۔ لیکن میں

شوکڈ تھی کہ سدرہ جیسی لڑکی بھی سدھر سکتی ہے"۔ رنم نے گہرا سانس لیتے کہا۔

"انسان کو زندگی میں بہت سی ٹھوکریں لگتی ہے اگر وہ سمجھدار ہوتا ہے تو پہلی ٹھوکر پر ہی سنبھل جاتا ہے۔ اور اگر وہ عقلمند نا ہو تو وہ نہیں سنبھلتا"۔

اسفند نے ہلکا سا مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب ؟" رنم نے نا سمجھی سے اسے دیکھتے پوچھا۔

"کچھ نہیں تم یہ بتاؤ کل ہم شاپنگ پر چلیں؟" اسفند نے بات

تبدیل کرتے پوچھا۔

"ہاں چلے جائیں گے"

لیکن مجھے ایک بات کی سمجھ نہیں آئیش۔ رنم نے سنجیدگی سے

اسفند کو دیکھتے کہا۔

کیا؟ اسفند نے گاڑی روکتے پوچھا۔

کیونکہ ان کا گھر آچکا تھا۔

"آپ کے بھائی کنزل کو کیسے جانتے ہیں اور وہ تو عدیم کے پاس تھی

تو وہ یہاں کیسے آسکتی ہے؟"

رنم نے حیرانگی سے پوچھا۔وہاں اسے پوچھنا اچھا نہیں لگا تھا۔۔

"عدیم تمھاری بہن کو طلاق دے چکا ہے۔اب نہیں بلکہ بہت پہلے

سے اور میرا بھائی اُسے کیسے جانتا ہے وہ تمہیں ولیمے والے دن پتہ

چل جائے گا۔اور تم مجھ سے اس کے مطلق مزید کوئی سوال نہیں

کرو گی"۔ اسفند نے گاڑی سے باہر نکلتے ہوئے اسے وارن کرتے

کہا۔

اسفند کو گھور کر دیکھتی وہ اسے مسکرانے پر مجبور کر گئی تھی۔

"اس وقت میں اپنی بیوی کے علاوہ کسی کا ذکر نہیں چاہتا۔۔"

اس کے گرد بازو حائل کر کے وہ آگے بڑھا تھا۔

عالم فلیٹ پر پہنچا تو اسے لگا کنزل سو چکی ہو گی۔ اس لیے ٹیرس کی طرف چلا گیا۔ لیکن اسے حیرانگی ہوئی جب اس نے سامنے کنزل کو کھڑے دیکھا۔

ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔

عالم نے اپنا کوٹ اتارا اور کنزل کے پیچھے کھڑے ہوتے اس کے کندھوں پر رکھ دیا۔

کنزل ایک دم ڈر گئی تھی۔ لیکن جب اس نے مڑ کر عالم کو دیکھا تو

تھوڑا پر سکون ہو گئی۔

"تم ابھی تک سوئی کیوں نہیں؟" عالم نے سامنے دیکھتے سنجید گی

سے پوچھا۔

"میں بس سونے جا رہی تھی۔" کنزل نے دھیمے لہجے میں کہا اور

وہاں سے جانے لگی۔

جب وجاہت نے اس کا ہاتھ پکڑے اسے روکا۔

"مجھ سے کیوں بھاگتی ہو؟"

وجاہت نے سنجیدگی سے کنزل کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے

پوچھا۔کنزل گھبرائی تھی۔

"کیا تمہیں لگتا ہے کہ میں بھی تمھارے ساتھ ویسا ہی سلوک

کروں گا جیسا عدیم کرتا تھا؟"

عدیم کے نام پر کنزل نے نظریں اٹھائے وجاہت کی طرف دیکھا

تھا۔

اس بار بھی کنزل خاموش رہی تو عالم نے اس کے ہاتھوں کو پکڑے

اپنے ہاتھ میں لیا۔جو ٹھنڈے ہو رہے تھے۔

"ہر مرد ایک جیسا نہیں ہوتا۔ ضروری نہیں میں بھی عدیم جیسا

جنگلی انسان ہوں۔ ایک موقع تو تمہیں مجھے دینا چاہیے۔"

وجاہت نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا لیکن کنزل زیادہ

دیر وجاہت کی آنکھوں میں دیکھ نہیں پائی تھی اور اس نے جلدی

سے نظریں جھکالی۔

عالم اس کی حرکت پر ہنس پڑا تھا۔

"کل تم میرے ساتھ مال جاؤ گی۔"

وجاہت نے اس کی کمر میں ہاتھ ڈالتے نرم لہجے میں کہا۔

"میں باہر نہیں جاؤں گی۔وہ۔۔ آجائے گا۔۔"

کنزل نے جلدی سے کہا۔اور اس کی شرٹ کو جکڑا۔۔

"میرے ساتھ ہوتے تمہیں گھبرانے کی ضرورت نہیں

ہے۔میرے ہوتے ہوئے کوئی تمہیں نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھ

سکتا۔کجا کہ چھو سکے۔۔

اس لیے گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے۔"

وجاہت نے پیار سے کنزل کو دیکھتے کہا۔ جس نے اثبات میں سر

ہلایا تھا۔

"اب اندر چلو باہر سردی ہو گئی ہے ورنہ بیمار ہو جاؤ گی۔"

وجاہت نے کنزل کا ہاتھ پکڑتے کہا اور اسے اندر لے گیا۔ کنزل

بھی خاموشی سے اس کے ساتھ قدم ملاتے اندر بڑھ گئی تھی۔

وہ گہری نیند میں تھی جب وجاہت اس کے پاس آکر لیٹا اور اس

کے بالوں کو چہرے سے ہٹایا۔

کنزل نیند میں بے چین ہوئی اور پھولے سانسوں سے وہ وجاہت کو

احساس دلا گئی تھی کہ وہ کسی ڈراؤنے خواب کے زیرِ اثر ہے۔

"کنزل۔۔" وجاہت نے نرمی سے پکارا ۔

کنزل کے چہرے پر تناؤ بڑھا۔

"کنزل میں میں ہوں" وجاہت نے اسے ریلکس کرنا چاہا۔

کنزل کو خود پر کوئی شخص چھایا ہوا محسوس ہوا۔۔جو اس کی پیشانی

کو نرمی سے چھو رہا تھا۔

کنزل نے خوف سے سہم کر جھٹ آنکھیں کھولی اور سامنے دیکھا۔

وہ وجاہت تھا۔۔جو مسکراتی نظروں سے کنزل کو دیکھ رہا تھا۔

چہرے پر تاثرات نارمل ہونے لگے۔۔

کنزل جلدی سے اٹھنے لگی جب عالم نے اس کے پیٹ پر ہاتھ رکھے اسے اٹھنے سے روکا۔

کیا ہوا،؟" وجاہت نے نرمی سے پوچھا۔۔ تو کنزل نے سہم کر نفی میں سر ہلایا۔۔ اسے ایک پل کے لیے نیند میں گھبراہٹ محسوس ہوئی تھی کہ عدیم دوبارہ اس کے پاس ہے۔۔ لیکن سامنے وجاہت تھا جو نہایت قریب تھا۔ اس کی سانسوں کی تپش کلون کی مہک کنزل کے دل کو دھڑکا گئی تھی۔

"تمہیں کھانا بنانا آتا ہے؟"

عالم نے کنزل کو دیکھتے پوچھا۔

جس نے اثبات میں سر ہلا یا دیا تھا۔

"تو آج ناشتہ تم بناؤ گی۔"

عالم نے نے جھک کر اس کے ماتھے پر بوسہ دیتے کہا اور وہاں سے

اُٹھ گیا۔

کنزل نے بوجھل سانس لیا۔

وجاہت کا نرم رویہ کنزل کو اچھا لگا تھا،۔عدیم کا خوف جیسے اس

وقت بھول گیا تھا۔

"فریش ہو کر آؤ۔۔"اس نے الماری سے ایک ڈریس نکال کر

کنزل کی طرف بڑھایا۔

وہ گہرے نیلے رنگ کا سوٹ تھا۔۔جس پر گلابی پھول بنے تھے۔۔

اس کے ہاتھ سے لباس لیتی وہ واش روم کی طرف بڑھی۔۔

کنزل فریش ہو کر باہر آئی تو عالم بیٹھا اس کا انتظار کر رہا تھا۔

"کنزل جلدی سے ناشتہ بنادو۔ ہمیں پھر شاپنگ کے لیے بھی جانا

ہے۔"

وجاہت نے مصروفیت بھرے لہجے میں کہا۔ جیسے وہ ایک نارمل

کپل ہوں۔

کنزل نے حیرت سے اسے دیکھا۔۔

"جاؤ کنزل۔۔"

وجاہت نے موبائل سے نظر ہٹا کر اسے دیکھا۔ تو وہ کچن کی طرف

چلی گئی۔

وہ بھی کچھ دیر بعد کچن میں آتا چئیر کھسکا کر بیٹھ گیا۔

وجاہت اسے ہی دیکھ رہا تھا اپنے چہرے پر عالم کی نظروں کی تپش محسوس کرتے کنزل کنفیوز ہو رہی تھی۔

اس نے کانپتے ہاتھوں سے ناشتہ بنایا اور وجاہت کے سامنے ٹرے رکھے وہاں سے جانے لگی۔

"کہاں جا رہی ہو؟ تم ناشتہ نہیں کرو گی؟" عالم نے سنجید گی سے اسے دیکھتے پوچھا۔

"وہ میں بعد میں کرلوں گی"۔ کنزل نے نظریں جھکائے کہا۔

"خاموشی کے ساتھ یہاں بیٹھ کر میرے ساتھ ناشتہ کرو۔ اب کھانے میں لاپرواہی نہ کرنا۔"

عالم نے تھوڑا سرد لہجے میں کہا تو کنزل فوراً اس کے پاس بیٹھ گئی تھی۔

عالم ہلکا سا مسکرایا اور ناشتہ کرنے لگا۔

اس نے اپنا چائے کا کپ اس کی طرف کیا، کیونکہ اس نے ایک کپ ہی بنایا تھا۔۔ کنزل نے جھجک کر کپ لبوں سے لگالیا۔

وہ چھوٹی موٹی باتیں اس کے ساتھ کر رہا تھا۔

جس کا جواب کنزل ہوں ہاں میں دے رہی تھی۔

وجاہت کے لیے یہ بھی بہت تھا کہ وہ اب تھوڑا بہت ہی سہی اس کے سوالوں کا جواب دے رہی تھی۔ ورنہ پہلے تو وہ خاموش اور ڈری ہوئی رہتی تھی۔

"یہ برتن یہی رہنے دو آج ملازمہ آجائے گی تم جلدی سے تیار ہو جاؤ۔" عالم نے اپنی جگہ سے کھڑے ہوتے کہا۔

"وجاہت میرا جانا ضروری ہے کیا؟" کنزل نے جلدی سے پوچھا۔

وجاہت نے چہرے پر حیرانگی لیے مڑ کر کنزل کی طرف دیکھا۔

"مجھے اپنا نام آج سے پہلے کبھی اتنا پیارا نہیں لگائی جتنا آج تمھارے لبوں سے لگا ہے۔ اور بالکل تمھارا جانا بہت ضروری ہے۔ اور کب تک تم ڈرتی رہو گی؟ جتنا ڈرو گی لوگ اُتنا ہی زیادہ ڈرائیں گے۔۔ اور میرے ہوتے ہوئے تمہیں گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے۔"

آخری بات عالم نے سنجیدگی سے کہی۔

"اگر عدیم نے آپ کو میری وجہ سے نقصان پہنانے کی کوشش کی تو؟" کنزل نے کھڑے ہوتے پریشانی سے عالم کو دیکھتے پوچھا۔

"کیا تمہیں میری فکر ہو رہی ہے؟" وجاہت نے مسکراہٹ دباتے پوچھا۔

کنزل اس کے سوال پر بوکھلا گئی تھی۔

"فکر مت کرو مجھے کچھ نہیں ہو گا اور جلدی سے تیار ہو جاؤ۔" عالم کہتے ہی وہاں سے چلا گیا۔

پیچھے کنزل نے گہرا سانس لیتے خالی برتنوں کو دیکھا اور خود بھی کمرے میں تیار ہونے چلی گئی۔ کیونکہ اب انکار کرنا فضول تھا عالم نے کون سی اس کی بات مان لینی تھی۔

وجاہت کنزل کو شاپنگ کے لیے ایک مال میں لے کر آیا تھا۔ اس نے کنزل کو اپنی پسند کی شاپنگ کروائی تھی۔ پہلے تو وہ کافی ڈر رہی

تھی پھر جب اس نے محسوس کیا کہ کوئی بھی اس کی طرف نہیں

دیکھ رہا۔ تو تھوڑی ریلیکس ہوئی۔

"یہ ڈریس کیسا ہے؟؟"

وجاہت نے ڈارک پرپل فراک اس کے سامنے کی، تو کنزل نے

پسندیدگی سے اسے دیکھا۔

اسے پیک کر دیں۔

"یہ کس لیے ہے؟" کنزل نے حیرانگی سے پوچھا۔

"میرے بھائیوں کا ولیمہ ہے تو بڑی بھابھی کا وہاں ہونا بھی تو

ضروری ہے"

کنزل نے انگلیاں چٹخائی۔

"تم وہاں ضرور جاؤ گی۔۔کنزل۔"

وجاہت نے اپنے لہجے سے باور کروایا۔

اسے یاد آیا کہ جو اسے اور رنم کو راستے میں ملا تھا اور جس نے رنم

کی مدد بھی کی تھی وہ وجاہت کا بھائی تھا وہی تو اسے عدیم کے ظلم

سے رہائی دلا کر وجاہت کے پاس لایا تھا۔

"ٹھیک ہے" وہ سر ہلا چکی تھی۔

کنزل کی پسند پوچھتا وہ ہر چیز اس کے لیے خرید رہا تھا۔۔وہ اپنی

نرمی سے اسے جیسے اپنا اسیر کر رہا تھا۔چند دن ہی تو ہوئے تھے

اسے اس شخص کے پاس آئے ہوئے، اور وہ سب تکلیفیں جیسے بھولنے لگی تھی۔

"مم میں تھک گئی ہوں۔۔" کنزل روہانسی ہوئی تو وجاہت نے چونک کر اسے دیکھا، جس کے چہرے پر تھکن واضح تھی۔

"چلو چلتے ہیں۔۔" اس کے کندھے کے گرد اپنے مضبوط بازو حائل کیے وہ دوسرے ہاتھ میں بیگز تھامے باہر کی طرف بڑھا۔

کنزل کو اس کا پروٹیکٹو انداز نا جانے کیوں اچھا لگا تھا۔

وجاہت اسے ایک ریسٹورنٹ میں لایا تھا۔

"جو کھانا ہے آرڈر کرو۔۔" وجاہت نے اس کے سامنے مینیو کارڈ

رکھا،۔

کنزل کی آنکھیں بھیگی تھی۔۔

اسے وہ وقت یاد آیا جب عدیم اسے کئی بھوکا پیاسا رکھتا تھا۔پانی کے

لیے وہ ترستی تھی۔

"کنزل،۔ آرڈر کرو۔۔" وجاہت جانتا تھا وہ انہیں لمحوں کو سوچ

رہی ہو گی۔۔

کنزل نے آنسو صاف کیے آرڈر دیا۔

اپنی نگرانی میں اسے کھانا کھلا کر وہ بل دیے کھڑا ہوا اور اس کا ہاتھ

پکڑے باہر کی طرف بڑھا۔

جب عدیم کی نظر اس پر پڑی، اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئی

تھی۔

کنزل کا کھلا کھلا چہرہ خوبصورت سراپا، اور وجاہت کا ہاتھ تھامنا اس

کے دل میں ٹھنڈی پڑتی آگ کو بھڑکا گیا تھا۔

پچھلے کچھ دنوں میں وہ کنزل کو ہر جگہ تلاش کر چکا تھا لیکن کہیں

بھی سراغ نہیں ملا تھا لیکن آج انہیں دیکھتا وہ خود پر قابو نہیں رکھ

پایا۔

عدیم دونوں کو دیکھتے انکے پیچھے بھاگا تھا۔

وجاہت پارکنگ ایریا کی طرف بڑھا جو خاصا سنسان تھا۔

دونوں اپنے دھیان چل رہے تھے۔

جب پیچھے سے آتے عدیم نے کنزل کو بازو سے پکڑ کر اس کا رخ

اپنی طرف کیا۔

"تم۔۔ آخر مجھے مل ہی گئی۔۔۔" وہ شیطانی انداز میں مسکرائے

کنزل کو دیکھ رہا تھا

کنزل کے منہ سے خوف کے مارے بے ساختہ چیخ نکلی۔۔اور اپنی

بازو آزاد کروانے کے لیے وہ تڑپی تھی۔

وجاہت نے عدیم کی طرف دیکھا تو اس کے ماتھے پر بل پڑے۔

"تمہاری ہمت کیسے ہوئی میری بیوی کو ہاتھ لگانے کی؟"

وجاہت نے دھاڑتے ہوئے عدیم کے سینے پر ہاتھ رکھ کر اسے دور

دھکیلا۔وہ چند قدم پیچھے ہوا۔

کنزل سہم کر وجاہت کے پیچھے چھپی اور اس کا بازو سختی سے جکڑا کہ کہیں عدیم اسے لے نہ جائے۔۔

"ڈرو مت کنزل۔۔وہ تمہیں چھو بھی نہیں سکے گا۔۔"وجاہت نے کنزل کا چہرہ ہاتھوں میں بھر کر ماتھے پر لب رکھے،۔

عدیم کا چہرہ سرخ ہوا تھا۔۔

وہ طیش سے آگے بڑھا اور وجاہت کا بازو پکڑے اسے مکہ مارنے کے لیے ہاتھ بلند کیا۔پر وجاہت نے اس کا ہاتھ فضا میں روکا۔

"چھوڑ مجھے۔۔ کنزل صرف میری ہے اور شرافت سے اسے

میرے حوالے کر دو۔"

عدیم نے غصے سے وجاہت کو دیکھتے کہا۔وجاہت نے اس کا زور سے

جھٹکا۔

ہاتھ کا استعمال کرنے سے پہلے سو بار سوچنا۔۔"وجاہت کا لہجہ سرد

تھا۔

"تم کنزل کو میرے حوالے کرو۔میں کچھ نہیں کہوں گا"عدیم

بضد ہوا۔

"اور اگر میں نے تمھاری بات نہیں مانی تو؟" وجاہت نے پر سکون سے لہجے میں سینے پر ہاتھ باندھتے ہوئے پوچھا۔

"تو میں تمھاری نظروں کے سامنے اسے لے جاؤں گا"

عدیم نے کہتے ہی اپنا ہاتھ آگے بڑھاتے کنزل کو پکڑنا چاہا جب راستے میں ہی اس نے وجاہت کے ہاتھ کو پڑے زور سے مروڑ دیا۔

"اتنا آسان ہے میرے ہی سامنے میری بیوی کو لے جانا۔۔ تم نے

چاہا اور تم لے گئے، نہیں عدیم اتنا آسان نہیں ہے ۔۔"

عدیم کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔

وجاہت نے اتنی زور سے اس کے ہاتھ کو مڑوڑا کہ عدیم کو لگا اس

کے ہاتھ کی ہڈی ٹوٹ گئی ہے۔

وجاہت نے اپنا سر آگے کرتے زور سے عدیم کے ماتھے پر اپنا سر

دے مارا۔

کنزل نے اپنے منہ پر ہاتھ رکھے اپنی چیخ کا گلا گھونٹا تھا۔

"یہ میری ہے، صرف میری اور میں اسے لے جاؤں گا۔۔ تم کچھ

بھی نہیں کر سکو گے۔"عدیم کی حالت پاگلوں جیسے ہوئی تھی۔

"میرے سامنے کھڑے ہو کر تم میری بیوی کو لے جانے کی بات

کر رہے ہو۔ نہیں عدیم۔ یہ کنزل وجاہت عالم ہے، کنزل مظفر

نہیں ہے جسے تم اپنے عتاب کا نشانہ بناؤ گے۔"

وجاہت نے کرخت لہجے میں کہتے عدیم کے جبڑے پر زور سے مکا

دے مارا جو لڑکھڑاتا وجاہت سے کچھ قدم پیچھے جا گرا۔

عدیم کو اس وقت اپنا آپ وجاہت کے سامنے بہت چھوٹا لگ رہا

تھا۔اس کی طاقت کا شاید ابھی عدیم کو اندازہ نہیں تھا۔

وجاہت چلتا ہوا اس کے پاس گیا۔اور عدیم کی گردن دبوچ کر اسے

کھڑا کیا۔

" آئندہ میری بیوی کا نام بھی تم نے اپنی گندی زبان سے لیا تو

تمھاری زبان کاٹ دوں گا۔"

وجاہت کے لہجے میں واضح دھمکی اور گرفت پر عدیم کی حالت

خراب ہوئی۔

کنزل بہتی آنکھوں سے سب دیکھ رہی تھی ۔

"بڑے بھائی جیسا ہوں میں تمہارا۔۔اور بڑوں کی عزت کی جاتی ہے،۔ آئندہ ہاتھ اٹھانے سے پہلے سو بار سوچنا۔۔"۔

"بھائی۔ نہیں دشمن۔۔۔ میرا سب سے بڑا دشمن۔ اور دشمنوں کو بھائی نہیں بنایا جاتا انہیں موت کے گھاٹ اتارا جاتا ہے ۔"

عدیم تمسخر سے بولا۔

"گھر جاکر اپنی ماں سے پہلے اپنے بارے میں معلوم کرو کہ تمھاری رگوں میں کس کا خون دوڑ رہا ہے۔ تمھاری اصل پہچان کیا ہے؟"

وجاہت نے کہا تو عدیم نے غصے سے اس کی طرف دیکھا۔

"اس ساری بکواس کا کیا مقصد ہے۔؟" عدیم نے اپنے ناک سے نکلتے خون کو صاف کرتے غرایا تھا۔

"اس کا مقصد بھی تمہیں پتہ چل جائے گا، ابھی جاؤ اور پوچھو اپنی

ماں سے۔۔۔" وہ پچکارتے سے کے انداز میں بولتا عدیم کو حد درجہ

زہر لگا۔

"تم ہوتے کون ہو مجھے حکم دینے والے؟؟"

"میں کون ہوں؟ پہلے تم حقیقت معلوم کرو جب ساری حقیقت

تمہیں پتہ چل جائے تو پھر میرے سامنے آنا۔ اور پوچھنا کہ میں

کون ہوں۔"

وجاہت نے اسے دیکھتے کہا اور واپس مڑ کر بت بنی کنزل کا ہاتھ

پکڑے اپنی گاڑی کی طرف لے گیا۔

وہ چاہتا تھا کہ جو حقیقت ہے وہ عدیم کو بھی پتہ چلے۔ کہ اُس کی

رگوں میں کس کا خون دوڑ رہا ہے اُس کا باپ کون ہے۔

اس کے جاتے ہی عدیم ہوش میں آیا تھا اس نے اپنے ہاتھ کو دیکھا

جسے دیکھ کر لگ رہا تھا کہ اس کی سچ میں ہڈی ٹوٹ گئی ہے۔

"میں جانتا ہوں تم بکواس کر رہے تھے تمہیں تو میں بعد میں دیکھ

لوں گا۔"

عدیم نے اپنے ہاتھ کو دیکھتے تکلیف دہ لہجے میں کہا۔

اور وہاں سے چلا گیا۔

پورے راستے وجاہت نے ایک پل کے لیے بھی کنزل کا ہاتھ نہیں

چھوڑا۔۔ایک ہاتھ سے ڈرائیونگ کرتے وہ گھر پہنچا۔۔

بنا کسی لفظ کے بھی وہ کنزل کو حوصلہ دے گیا تھا۔

پر اس کے بھینچے لب، سرخ ہوتی آنکھوں نے کنزل کو سہمائے رکھا۔

گاڑی رکی تو وہ زبردستی ہاتھ آزاد کرواتی اندر بھاگی۔۔

وجاہت جانتا تھا وہ کافی ڈر گئی ہے۔اس لیے اُس سے بات کرتے وہ اسے سمجھنا چاہتا تھا۔جب وہ کمرے میں داخل ہوا تو اسے سسکیوں کی آوازیں سنائی دی۔

کنزل تکیے میں منہ دیے رو رہی تھی۔

وجاہت جلدی سے اس کی طرف بڑھا۔

"کنزل کیا ہوا؟ میری طرف دیکھو۔"

وجاہت نے تکیہ پیچھے کر پیار سے کہا۔

کنزل نے نظریں اٹھا کر وجاہت کی طرف دیکھا تھا جس کا چہرہ

رونے کی وجہ سے سرخ ہو رہا تھا۔

وجاہت نے ہاتھ آگے بڑھا کر اس کے چہرے پر آئے بالوں کو

پیچھے کرنا چاہا۔جب کنزل ڈر کر پیچھے ہو گئی تھی۔

"کیوں ڈر رہی ہو؟؟ تمہیں کیا لگتا ہے میں تمہیں چھوڑ دوں

گا۔۔۔؟" یا میں تمہیں نقصان پہنچاؤں گا؟"

وجاہت نے بازو سے پکڑ کر کنزل کو اپنے سامنے بیٹھاتے ہوئے

اس کا چہرہ ہاتھوں میں بھرتے پوچھا۔

وہ نازک سی لڑکی لرز اٹھی تھی۔جو کچھ اس کے ساتھ ہوا تھا اور جو

دیکھ کر آرہی تھی وہ پوری طرح خوف کے زیرِ اثر تھی۔

"ایسا۔۔ایسا نہیں ہے۔۔۔وہ عدیم۔۔۔۔"

وہ بولنا چاہتی تھی لیکن وجاہت نے لبوں پر انگلی رکھ کر اسے

خاموش کروایا۔۔۔

"مجھے دیکھو مجھے سوچو۔۔۔ کسی دوسرے کا خیال لاؤ گی تو مجھ سے

خود دور چلی جاؤ گی۔۔۔"

اس کی بکھری لٹ سنوارے اس نے گہری سنجیدگی سے کہا۔۔

اس کی سرد نگاہ میں ایک تنبیہہ تھی۔

وہ۔۔۔یہاں۔۔۔ہر جگہ۔۔۔وہ بولنا چاہتی تھی لیکن وجاہت نے

اس کا چہرہ سختی سے گرفت میں لیا۔ آنکھوں کے سرخ گوشے گواہ

تھے کہ اس کی ادا پسند نہیں آئی۔

"میں کسی کی حکم عدولی کو پسند نہیں کرتا۔ اور مقابل بھی میری حکم

عدولی کرتے کئی بار سوچتا ہے لیکن تم وہ ہو، جس کی حکم عدولی مجھے

ناپسند تو ہے لیکن اسے ضبط کرنا بھی میری مجبوری ہے، کیونکہ تم

میری روح میں بسنے لگی ہو۔۔ لیکن اگر میرے ضبط کا مزید امتحان

لوگی تو نتائج اچھے نہیں ہوگے۔۔۔اس لیے میری آنکھوں میں

اپنے ہر سوال کا جواب تلاش کرو۔ لیکن کسی دوسرے کا نام ہر گز

بھی اپنی زبان پر مت لانا۔۔" اس نے دھیرے قریب ہو کر

پیشانی کو چومتے کہا۔۔

وہ آج اسے بتانا چاہتا تھا کہ وہ اس کے لبوں سے عدیم کا کسی اور کا

بھی نام نہیں سننا چاہتا۔

کنزل کے کئی آنسو گال پر بہہ نکلے۔ وہ ستمگر شاید اپنی کہنے کا عادی

تھا۔ پر اس کا لمس پر سکونی عطا کرتا تھا۔

وجاہت نے اس کی کمر کو جکڑ کر اسے ساتھ لگایا۔

توضبط کا بندھن ٹوٹ گیا۔

سینے سے لگتی وہ شرٹ جکڑے روتی چلی گئی۔ کئی دنوں کو غبار تھا۔

"وہ شخص مجھے برباد کرنا چاہتا ہے۔ مجھے آپ سے چھین لینا چاہتا

ہے۔۔ آپ کیوں نہیں سمجھتے وہ میرے بے انتہا قریب رہا ہے،

میری ہر رگ سے واقف ہے۔ وہ یہ بھی جانتا ہے میں کس لمحے

کیسے رہتی ہوں تو کیا وہ آپ سے مجھے نہیں چھین کر لے جا سکتا؟"

وۂ آخر ہمت مجتمع کیے چیخ اٹھی تھی۔ جو ڈر تھا اس کی زبان پر آ گیا

تھا۔

وجاہت نے گرفت سخت کی تو اس کا سانس حلق میں اٹکا۔ ہڈیاں

چٹختی محسوس ہونے لگی۔

اپنے عمل سے وہ کنزل کا سانس روکنے کی پوری تیاری کر چکا تھا۔

کنزل کھلی فضا میں سانس لینے کے لیے تڑپتی سسک اٹھی

تھی۔ لیکن اس شخص کا عمل اسے جتا گیا تھا کہ یہ شخص اسے

مار دے گا لیکن کبھی کسی کی دسترس میں جانے کی دوبارہ اجازت

نہیں دے گا۔

"وجاہت۔۔۔" وہ سسکی تھی، وجاہت نے اپنی گرفت کم کی لیکن اسے آزاد نہیں کیا۔

"کنزل میں چاہتا تھا تم اپنے دل کا غبار باہر نکالو۔ مجھ پر بھروسہ کرو لیکن تمھاری زبان سے میں کسی اور کا نام سننا برداشت نہیں کر سکتا۔

پہلے جو ہوا اُسے بھول جاؤ صرف مجھے یاد رکھو۔۔"

وجاہت نے دھیمے لہجے میں کہتے کنزل کے ماتھے پر بوسہ دیا۔ اور

اسے بیڈ پر لٹایا۔

اور اس کے پاس ہی لیٹ گیا اس نے کنزل کا سر اپنے سینے پر

رکھا۔ تو کنزل کا دل شدت سے دھڑکا۔

اس کے حاکمیت بھرے، جنونیت سے پر لفظ اب بھی دماغ میں

گھوم رہے تھے۔

"مجھے کبھی کسی کو بھی وضاحت دینا پسند نہیں ہے لیکن صرف تم ہو

جسے میں وضاحت دینا چاہتا ہوں کہ عدیم تمہیں نقصان پہنچانے

جتنی کوشش کر لے، وہ منہ کی ہی کھائے گا کیونکہ تمہارے آگے

میں کھڑا ہوں۔۔ تمہارا شوہر تمہارا سائبان۔۔"

اس کو اپنے حصار میں قید کرتے وہ کروٹ لیتا اس کا سر اپنے بازو پر

رکھا۔

اس کا لفظ لفظ کنزل کو پرسکون کر گیا تھا۔ اس نے شرٹ کو جکڑا ۔

"کہیں نہیں جاؤں گا۔۔اب سو جاؤ اور سب کچھ بھول جاؤ۔۔"

وجاہت نے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے محبت بھرے لہجے

میں کہا۔

کنزل نے جلدی سے آنکھیں بند کر لی تھیں۔لیکن اس کی شرٹ

پر گرفت ہنوز رکھی۔۔۔وجاہت کو اس کی ادا پر بے ساختہ پیار آیا

تھا۔۔اس کے بالوں پر لب رکھے وہ سختی سے خود میں بھینچے آنکھ

موند گیا

"تم اندر جاؤ میں شام تک آتا ہوں۔ اپنا خیال رکھنا۔۔"

اسفند رنم کو شاپنگ کروانے کے بعد فلیٹ کے آگے گاڑی روکے

بولا۔

"کیوں آپ کہاں جا رہے ہیں؟؟"رنم حیران ہوئی۔

"گھر جاؤں گا۔۔اور آج شام کو ہی وہاں شفٹ ہو جائیں گے، تو تم

اپنی پیکنگ کر لینا۔۔"

"ٹھیک ہے جلدی آجایئے گا۔۔" رنم بیگ پکڑتی اترنے لگی،

جب اسفند نے بازو پکڑ کر اس کے گال پر شدت لمس چھوڑا۔۔

"بے شرم۔۔" وہ سرخ ہوتے چہرے سے گاڑی سے اتری تھی،

اسفند نے بھی مسکرا کر گاڑی آگے بڑھائی۔

رنم فلیٹ میں داخل ہو کر تیاریوں میں مگن ہوئی تھی۔

شام سے پہلے اسفند لوٹ آیا تھا۔

"رنم تم تیار نہیں ہوئی؟؟"

"ہم کل چلے جائیں گے۔۔۔ "

رنم نے عام سے لہجے میں کہا

کیا مطلب ؟ کل کیوں آج کچھ خاص ہے ؟"

اسفند نے حیرانگی سے رنم کے پاس آتے پوچھا جو سادہ سی بلیک کلر کی شلوار قمیض میں بھی اسفند کے سیدھا دل میں اتر رہی تھی۔

"جی آج بہت ہی خاص دن ہے۔ رنم نے مسکراہٹ دباتے کہا۔

"ایسا کون سا خاص دن ہے جس کے بارے میں مجھے معلوم نہیں

ہے ؟"

اسفند نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

اور رنم کی کمر میں ہاتھ ڈالے اسے خود کے قریب کرتے اس کے

بالوں میں منہ چھپائے انکی خوشبو کو اندر اتارنے لگا۔ گردن پر اس

کے لب محسوس ہوئے تو وہ کسمسائی تھی۔

"اسفند آپ کہیں بھی شروع ہو جاتے ہیں۔: رنم نے اسے

کندھے سے پیچھے کرتے گھورتے ہوئے کہا۔

"جانم یہاں تو کوئی نہیں ہے۔پھر کیوں خیال کرنا۔۔ "

اسفند نے ناک سے ناک ٹکرائے کہا تو رنم مسکرا پڑی۔

"اچھا تھوڑا نیچے جھکیں۔۔"رنم نے اسفند کو دیکھتے کہا۔

جس کی حیرانگی سے آنکھیں پھیل گئی تھیں۔

"تم مجھے کس کرنے والی ہو؟"

اسفند نے کہتے ہی رنم کی طرف جھکا۔کیونکہ رنم اس کے کندھے

تک آتی تھی۔

"خوش فہمی۔۔"

رنم اس کی بات سن کر ہنس پڑی تھی۔ اسفند جب اس کی طرف

جھکا تو اس نے اسفند کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی۔

"رنم یہ کیا کر رہی ہو مجھے تمھارے ارادے کچھ ٹھیک نہیں لگ

رہے۔

کہیں تم میرا قتل تو نہیں کرنے والی؟ لیکن ہمارے درمیان تو اب

سب کچھ ٹھیک ہو گیا ہے ناں۔۔" اسفند نے حلق تر کیے

معصومیت سے کہا۔

"اسفند کتنا فضول سوچتے ہیں آپ ۔۔"

رنم نے اس کے کندھے پت ہلکی سی تھپکی لگاتے کہا۔

"بیوی بھی تو کچھ بھی کر سکتی ہے"۔ اسفند نے شرارتی لہجے میں کہا۔

وہ تھکا ہارا گھر آیا تھا لیکن رنم کو خوش دیکھتے ہی اس کی ساری تھکاوٹ اتر گئی تھی۔

رنم اسفند کا ہاتھ پکڑا اور اسے اندر کمرے میں لے گئی۔ اور اندر جاتے ہی اس نے اسفند کی آنکھوں سے پٹی ہٹا دی تھی۔

اسفند نے سامنے سجاوٹ کو دیکھا تو دیکھتا ہی رہ گیا۔

سامنے بڑا سا دیوار پر لکھا تھا ہیپی برتھ ڈے اسفند .....

ٹیبل کو مختلف پھلوں سے سجایا گیا تھا۔

درمیان میں ایک خوبصورت سا کیک بھی پڑا ہوا تھا۔

"رنم تمہیں کس نے بتایا کہ آج میری سالگرہ ہے؟"

اسفند نے رنم کو دیکھتے حیرانگی سے پوچھا۔

"حسام بھائی نے بتایا تھا۔ اور میں نے سب کو کہہ دیا تھا کہ سب

سے پہلے میں اپنے شوہر کو وش کروں گی اُس کے بعد آپ سب

لوگ کر سکتے ہیں۔"

رنم نے اترا کر کہا۔

اور اُسی وقت اسکے موبائل پر میسج آنے لگے تھے۔

اسفند نے رنم کی طرف دیکھا اور اسے زور سے اپنے سینے میں بھینچ لیا۔

"تھینک یو مائے لو۔۔" اسفند نے لہجے میں محبت لیے رنم سے پیچھے ہوتے اس کے ماتھے پر لب رکھتے کہا۔

" آپ کیک تو کھا کر بتائیں کیسا بنا ہے میں نے خود بنایا ہے ۔۔"

رنم نے کیک کی طرف اشارہ کرتے کہا۔

اسفند حیران ہونے کی بجائے ہنس پڑا تھا۔وہ سمجھ گیا تھا کہ وہ کس جانب اشارہ کر رہی ہے۔

"یہ کیک تم نے بنایا ہے؟ آج تو تم مجھے شوکڈ ہر شوکڈ کر رہی ہو۔مجھے لگا تھا کہ تم کیک بنا سکتی ہو لیکن اتنا خوبصورت بنا سکتی ہو یہ مجھے معلوم نہیں تھا۔"

اسفند نے اس کی کمر میں ہاتھ ڈالا اور دونوں چلتے ہوئے کیک کے پاس آئے۔

اس سے پہلے اسفند کیک کاٹتا رنم نے اسے روک دیا تھا۔

"اسفند کیا کر رہے ہیں پاس ہی کینڈل پڑی ہیں۔

پہلے وہ لگائیں"۔ رنم نے کہا تو اسفند مسکرا کر کینڈل لگانے لگا۔

"اب ٹھیک ہے ؟" اسفند نے مسکراتے ہوئے پوچھا تو رنم نے

اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔ کینڈل کو بجھانے کے بعد اسفند نے کیک

کا چھوٹا سا ٹکڑا کاٹ کر اسے رنم کے ہونٹوں کے پاس کیا۔

جس نے کیک کھا کر اسفند کی طرف حیرانگی سے دیکھا تھا۔

"کیا ہوا ؟" اسفند نے پوچھا۔

"اسفند یہ تو میری سوچ سے بھی زیادہ اچھا بنا ہے۔ آپ بھی کھائیے

نا نہیں میں آپ اپنے ہاتھوں سے کھلاتی ہوں آپ کو۔۔"

رنم نے کہتے ہی کیک کا پیس پکڑا اور اسفند کی طرف بڑھایا۔

لیکن راستے میں ہی اسفند نے اس کے ہاتھ کو پکڑ لیا تھا۔

"میں خود کھاؤں گا۔۔" اسفند نے سنجیدگی سے کہا تو رنم نے

حیرت سے اسے دیکھا۔ جو اس کے لبوں پر نظر ٹکائے ہوئے تھا۔

جہاں کیک لگا ہوا تھا۔

اس نے بنا رنم کو سمجھنے کا موقع دیے بغیر اس کے ہونٹوں پر جھک گیا۔

رنم آنکھیں پھیلائے کھڑی تھی۔دماغ گھوم کر رہ گیا۔۔جبکہ وہ لبوں کو نرمی سے چھوتا اسے ہلکان کر گیا۔۔

تھوڑی دیر بعد جب وہ پیچھے ہوا تو رنم کا چہرہ شرم کے مارے سرخ ہو گیا تھا۔اس نے اپنی نظریں جھکا لی تھیں۔

"ایسے تم ٹھیک کہہ رہی تھی کیک تو بہت مزے کا ہے۔ پر اتنا مزیدار میں نے آج تک نہیں کھایا۔۔"۔اسفند نے رنم کے کان کے پاس جھکتے گھرے لہجے میں کہااس کی گرم سانسوں کی تپش نے گویا گردن جھلسائی تھی۔

رنم کانپتی اس کی شرٹ جکڑ گئی،۔

"میرا گفٹ کہاں ہے؟اسفند نے رنم کو کمر سے پکڑ کر خود کے قریب کرتے شرارتی لہجے میں پوچھا۔اور اس کی پشت کو سہلایا۔

"گفٹ وہ تو میں نے لیا نہیں۔"

رنم نے پریشانی سے کہا کیونکہ صبح ہی اسے حسام نے سالگرہ کا بتایا تھا۔ اور کچھ سامان ہی وہ لے سکی تھی۔

"لیکن مجھے تو گفٹ چاہیے۔" اسفند نے مصنوعی سنجیدگی سے کہا۔

"ٹھیک ہے میں آپ کو کچھ دنوں تک گفٹ دے دوں گی۔ لیکن ابھی میرے پاس نہیں ہے۔"

رنم نے شرمندگی سے کہا۔

"اگر تم چاہو تو ابھی اور اسی وقت بھی مجھے میری مرضی کا گفٹ دے سکتی ہو۔"

اسفند نے تھوڑا رنم کی طرف جھکتے ہوئے کہا۔

"پر وہ کیسے ؟"

" مجھے یہاں اور یہاں کس چاہیے "۔ اسفند نے اپنی دونوں گال اور

ماتھے کی طرف اشارہ کرتے کہا۔

کیا؟ رنم اس کی فرمائش پر سٹپٹا گئی تھی۔

" آپ بہت بہت بے شرم ہیں۔۔ میں نہیں دے رہی، کچھ دن بعد

آپ کو دے دوں گی۔۔"

"پر مجھے اپنا گفٹ ابھی چاہیے۔ اور اپنی مرضی کا ہی چاہیے۔۔"

اسفند نے ضدی لہجے میں کہا۔ "اسفند یہ کیسا گفٹ ہوا؟"

رنم نے نظریں چراتے کہا۔

"تو ٹھیک ہے میں کمرے میں جا کر اپنی پسند کا گفٹ لے لیتا ہوں۔

بلکہ وہ ٹھیک رہے گا۔ مجھے اب یہ نہیں چاہیے۔"

اسفند نے شرارتی لہجے میں کہتے ہی رنم کو اپنی بانہوں میں اٹھایا۔

رنم ایک دم بوکھلا گئی تھی۔

"اسفند یہ کیا کر رہے ہیں آپ؟" رنم نے تھوڑا سہمے ہوئے لہجے

میں پوچھا۔

"تمہیں ڈر لگ رہا ہے؟" اسفند نے رنم کے چہرے کی طرف

دیکھتے ہوئے پوچھا۔

رنم خاموش رہی تھی۔

"مجھ پر یقین ہے؟" اسفند نے سنجیدگی سے اسے دیکھتے پوچھا جس

نے اثبات میں سر ہلائے اس نے اسفند کے سینے میں منہ چھپا لیا

تھا۔

اسفند اس کی معصوم سی ادا پر مسکرا پڑا اور جھک کر اس لے بالوں

پر بوسہ دیتے وہاں سے اس کمرے کی طرف لے گیا۔

اسے بیڈ پر بٹھائے وہ اس کے دونوں ہاتھوں تھامے زمین پر بیٹھا تو

رنم گھبر ائی تھی۔

"اسفند آپ کھڑے ہوں۔، ایسے نہیں بیٹھیں۔۔"

اس کی شفاف ہتھیلوں کو چومتے اس نے رنم کی آنکھوں میں

دیکھا۔

جہاں گھبر اہٹ تھی، جبکہ اس کی آنکھوں میں جذبات کا بہتا

سمندر تھا۔

"میں چاہتا تھا کہ ہم اپنے رشتے کی شروعات اسی گھر سے

کریں۔۔اور شاید تم نے آج روک کر میرے دل کی مراد پوری

کر دی۔"

"مجھے کیا پتہ تھا کہ آپ۔۔"وہ خفت سے بول نہیں پائی

تھی۔۔اسفند کا قہقہ گونجا تھا۔

اسفند کھڑا ہوا تو رنم بھی جلدی سے کھڑی ہوئی۔

رنم۔۔"اسفند نے اس کا چہرہ اوپر کیا تو وہ شرماتی اس کے سینے میں منہ چھپا گئی۔۔

اسفند نے اسے خود میں بھینچا تھا۔

مہکتی رات نے گویا ان کے کمرے میں بھی اپنی خوشبو بکھیری تھی۔

اسفند کی قربت میں پگھلتی وہ ہر فکر بھلاتی آسودگی سے آنکھیں موند گئی تھی۔

صبح جب رنم کی آنکھ کھلی تو وہ اپنے کمرے میں اکیلی تھی۔

رات کا سوچتے ہی اس کے چہرے پر شرمیلی سی مسکراہٹ آگئی تھی۔

وہ جلدی سے اٹھی اور فریش ہونے چلی گئی۔جب واپس آئی تو اسفند ناشتے کی ٹرے لے کر کمرے میں داخل ہوا۔

وہ شرما کر گیلے بالوں پر ڈوپٹہ اوڑھ گئی۔اس کا نم سراپا، اسفند کے دل کی دھڑکن بڑھا گیا تھا۔

"میں آرہی تھی ناشتہ بنانے کے لیے۔۔۔"

رنم خفت زدہ سی آگے آئی۔

"آج میں نے بنالیا۔۔ٹرائی کرو۔۔" اسے ہاتھ سے پکڑ کر قریب

بٹھائے وہ دلفریبی سے بولا۔

اس کے سر سے ڈوپٹہ ہٹا کر اس نے بھیگے نم بالوں کی خوشبو کو

سانسوں میں اتارا۔

رنم کانپ کر رہ گئی۔

اسفند نے گال پر ہاتھ رکھ کر اس کا رخ اپنی طرف کیا

اسفند اس کے چہرے پر نظر جمائے اسے بوکھلا رہا تھا۔

"ایسے مت دیکھیں۔۔"رنم نے ہاتھ سے اسفند کا چہرہ موڑتے کہا۔

"میں تو اپنی بیوی کو ایسے ہی دیکھوں گا۔"اسفند نے شرارتی لہجے میں کہا۔

"اسفند پلیز نا"رنم نے اسفند کو دیکھتے کہا جو ہنس پڑا تھا۔

"ٹھیک ہے نہیں تنگ کرتا۔پر چھوٹی موٹی گستاخی کا میں وعدہ نہیں کرتا۔۔"

اس کے گال کو چھو کر اس فسوں خیزی سے کہا۔۔

گلابی گال کافی دیر سے اس کی توجہ بھٹکا رہے تھے۔

رنم کی پلکیں لرزی تھیں۔

"جلدی سے ناشتہ کر لو پھر ہمیں نکلنا بھی ہیں۔ اور آج تمھاری بہن بھی آ رہی ہے تو ہمیں دیر نہیں کرنی چاہیے۔"

اسفند نے اپنی جگہ سے کھڑے ہوتے رنم کے ماتھے کو چومتے ہوئے کہا۔

"کیا سچ میں کنزل بھی آرہی ہے؟" رنم نے خوشی سے پوچھا۔

"ہاں بالکل جلدی سے ناشتہ کرو میں گھر کو ایک بار چیک کرلوں

پھر ہم لوگ بھی نکلتے ہیں۔ اور مجھے بھوک نہیں ہے میں بعد میں

کچھ کھالوں گا۔"

اسفند کہتے ہی وہاں سے چلا گیا۔

رنم ناشتہ کرنے لگی تھی،، اسفند کی محبت اور بہن کے ملنے کی خوشی

کی چمک چہرے سے عیاں تھی۔

گھر کے آگے گاڑی رکی تو رنم کے چہرے پر مسکراہٹ پھیلی وجاہت عالم کے پورے گھر کو دلہن کی طرح سجایا تھا۔وجاہت کسی کام میں بھی کوئی کسر چھوڑنا نہیں چاہتا تھا۔اُس کے بھائیوں کا خاص دن تھا۔

رنم گھر میں داخل ہوئی تو ہر طرف گہما گہمی تھی۔

"آؤ تمہیں تمہارے روم میں چھوڑ دوں۔۔"

اسفند رنم کے کندھے کے گرد بازو پھیلائے اوپر بڑھا۔

نفاست سے سجاوہ کمرا رنم کو کافی پسند آیا تھا۔

روم کا تھیم سلور بلیک تھا۔

"پسند آیا، تمہیں ؟؟" اسفند نے تائید چاہی۔

" آپ نے یہ میری پسند سے سیٹ کروایا ہے ناں ؟" رنم نے اسفند کو دیکھا، اسے بلیک اور سلور کلر کافی پسند تھا، باتوں کے دوران وہ اس کا ذکر بھی کر گئی تھی۔

"بالکل۔۔ تمہارے علاوہ میں کس کی پسند کو اپنا سکتا ہوں۔۔" بازو اس کے گرد حائل اس کے گال سے گال سہلائے وہ نرمی سے بولا۔

"تھینکیو۔۔" رنم کی آنکھیں نم ہوئی ۔

بے شک ہر مشکل کے بعد آسانی ہے۔۔ آج رنم کو یقین ہو گیا تھا۔

"جائیں نیچے۔۔ حسام بھائی غصے میں لگ رہے ہیں۔ " وہ اپنے لہجے پر قابو پائے بولی۔

"ہاں جارہاہوں ورنہ وہ آج مجھے چھوڑے گا نہیں۔۔"

اسفند اس کے ہاتھ دباتے باہر نکل گیا۔

جہاں کچھ فاصلے پر ہی حسام تیز نظروں سے اسے گھور رہا تھا۔

اسفند شانے اچکائے اس کی جانب بڑھا۔۔ لیکن حسام کے تاثرات میں کوئی فرق نہیں آیا۔

"اتنا غصہ مت کریں۔۔ آتو گیا ہوں۔۔ بیوی کو بھی وقت دینا ہوتا ہے۔۔" اسفند دانت نمایاں کیے بولا تھا۔

حسام اس کے شانے پر مکہ مار کر رہ گیا۔

رات کنزل اس کے پہلو میں پر سکون سی سوئی تھی۔اور کہیں نہ کہیں اس کا دل بھی مطمئن تھا۔

"جلدی سے تیار ہو جاؤ۔۔پھر ہم گھر کے لیے نکلیں گے۔۔"

اس کے چہرے پر ہاتھ رکھے وہ نرمی سے بولا۔۔

رات کے متعلق وہ کوئی بات نہیں کرنا چاہتا تھا۔نہ کنزل نے اس کے چہرے پر کوئی غصہ یا ناراضگی دیکھی تھی۔

آج بھی اس نے ہی کنزل کے لباس نکالا۔

پاؤں کو چھوتا سلک کا گرین فراک تھا، جس کے گلے پر ہلکا سا کٹ ورک تھا۔

"یہ پہنو۔۔"

"آپ ایسے ہی روز ڈریس نکال کر دیا کریں گے۔۔" کنزل نے جھجھک کر پوچھا۔

"تم کیا چاہتی ہو؟۔۔ وجاہت نے ابرو اچکائے لبوں پر مسکراہٹ سجائے کہا۔

"نہیں آپ کی مرضی۔۔وہ میں تیار ہو جاؤں۔۔"وہ سہم کر بولی

کہیں وہ غصہ نہ کر جائے۔

"میری مرضی یہ ہے کہ میری بیوی کہے کہ وجاہت میرے لیے

ڈیلی آپ ڈریس سلیکٹ کریں، میں آپ کی پسند میں ڈھلنا چاہتی

ہوں۔"۔

وجاہت کا لہجہ شوخ تھا۔اور یہ اتنے دنوں میں پہلی مرتبہ تھا کہ وہ

شخص کھل کر مسکرایا تھا

کنزل کو اس کی مسکراہٹ دیکھتی مسمرائز ہوئی، وہ بہت خوبرو لگ رہا تھا۔

"کہو گی ناں۔۔" وجاہت نے جھک کر اس کی آنکھوں میں جھانکا۔۔ کنزل سٹپٹائی تھی۔

وجاہت کے سامنے وہ چھوٹی سی گڑیا ہی تو لگتی تھی۔

"تم نہیں کہو گی تب بھی میں ہی تمہارے لیے روز ڈریس سلیکٹ کیا کروں گا۔۔" اس کی ناک کو ہلکا سا کھینچے اس نے شرارت کی،۔ کنزل کچھ ریلکس ہوتی مسکرائی تھی۔

فریش ہو کر دونوں نے ناشتہ کیا تھا۔

ناشتے کے بعد عالم نے ڈرائیور کو کہہ کر سامان گاڑی میں رکھوایا اور خود کنزل کا ہاتھ تھامے فلیٹ سے باہر نکلا۔ کنزل خاموشی سے اس کے ساتھ چل رہی تھی۔

راستہ خاموشی میں گزرا تھا۔ وجاہت گاڑی میں اپنے ساتھ بیٹھی کنزل پر ایک نظر ڈال لیتا۔ جو تذبذب کا شکار باہر چلتی گاڑیوں کو. دیکھ رہی تھی۔

گاڑی کے رکتے ہی اس نے وجاہت کی طرف دیکھا جو اپنی سیٹ ہر

نہیں تھا۔

وجاہت نے دوسری جانب سے آکر دروازہ کھولا اور کنزل کو باہر

نکلنے کا اشارہ کیا۔

کنزل نے باہر نکل کر گھر کو دیکھا تو وہ اتنے بڑے اور خوبصورت

گھر کو دیکھ کر حیران ہوئی تھی جسے خوبصورتی سے سجایا گیا تھا

کنزل کھڑی گھر کو ہی دیکھ رہی تھی جب وجاہت کی آواز اسے

ہوش میں لائی۔

"اندر چلیں؟" وجاہت نے کنزل کو دیکھتے پوچھا جس نے اثبات میں سر ہلا دیا اور وجاہت کے ساتھ چل پڑی۔

حسام نے عالم کے کہنے پر سدرہ اور گل کو بھی بلا لیا تھا تاکہ وہ بھی کنزل سے مل لیں۔ جو تھوڑی دیر پہلے ہی آئی تھیں۔

کنزل گھر میں داخل ہوئی تو سامنے رنم، گل اور سدرہ کو دیکھ کر اس نے بے یقینی سے عالم کی طرف دیکھا جو اسے دیکھ کر مسکرایا

اُن تینوں کی حالت بھی کنزل جیسی تھی۔

کنزل بھاگتی ہوئی رنم کے گلے جا لگی۔

بہن کو اتنے دنوں بعد دیکھ کر اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے

تھے۔

"بس رونا نہیں ہے اب سب ٹھیک ہے۔" رنم نے بھی بھاری لہجے

میں کنزل کے آنسوؤں کو صاف کرتے کہا۔ کافی دیر وہ دونوں

بہنیں ایک دوسرے کو حوصلہ دیتی رہیں۔۔

وہ اب گل سے ملی تھی۔ جو اپنی دوست کو صحیح سلامت دیکھ کر

خوش تھی۔

گل سے ملنے کے بعد وہ سدرہ کے بھی گلے لگ گئی تھی۔

سدرہ کو حیرانگی ضرور ہوئی تھی لیکن اس کے چہرے پر مسکراہٹ آگئی۔

کچھ فاصلے پر حسام اور اسفند کھڑے ان کو دیکھتے مسکرا رہے تھے۔

"خواتین آپ زرا میری بات سن لیں"۔اسفند نے آگے آتے چاروں کو مخاطب کرتے کہا۔

"پہلے یہ بات آپ کو ہمارے ولیمے پر ہی پتہ چلنی تھی سو اب آپ

سب ایک دوسرے سے مل چکی ہیں تو میں آپ سب کا ایک

دوسرے سے تعارف کروا دیتا ہوں۔"

اسفند نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کنزل میری اور حسام کی بھابھی ہیں یعنی وجاہت بھائی کی بیوی

ہیں۔

اور بھابھی میں آپ کے شوہر کا سب سے چھوٹا بھائی ہوں اور آپ

کی بہن میری مسز ہیں۔

میں نے زبردستی آپ کی بہن سے نکاح نہیں کیا بلکہ آپ کی بہن کی رضامندی سے کیا ہے۔"

آخری بات اسفند نے مسکراتے ہوئے کہی۔ کنزل حیرانگی سے رنم کو دیکھ رہی تھی۔ رنم، نے سر ہلایا۔

گل اور سدرہ کی بھی کچھ ایسی ہی حالت تھی یہ سننے کے بعد کہ کنزل وجاہت عالم کی بیوی ہے۔

"اور گل بھابھی میرے سے جو بڑا بھائی ہے حسام، وہ والا یہ اُن کا بیوی ہیں"۔ اسفند نے دور کھڑے حسام کی طرف اشارہ کرتے کہا۔ اور گل کا لہجہ اپنایا۔

حسام مسکرایا جبکہ گل شرما گئی تھی۔

"اور گل بھابھی کے بھائی کی شادی آپ کی کزن سدرہ بھابھی سے ہوئی ہے۔

تو یہ ساری بات تھی اور ویلکم ٹو اوور فیملی" اسفند نے مسکراتے ہوئے کہا۔

کنزل کو سمجھ نہیں آرہی تھی کہ وہ کس طرح کارد عمل دے۔

رنم آپ اپنی بہن کو اپنے کمرے میں لے جائیں ۔۔

وجاہت نے بھاری لہجے میں کہا تو رنم کنزل کا ہاتھ پکڑے اسے

وہاں سے لے گئی۔

کمرے میں داخل ہوتے ہی سدرہ کو خود کا یہاں ہونا عجیب لگ رہا

تھا۔

"میں چلتی ہوں۔ آپ لوگ باتیں کرو۔۔"

سدرہ کو جب کچھ سمجھ نہیں آئی تو اس نے جلدی سے کہا۔ اور وہاں سے جانے لگی۔

"تم کہاں جا رہی ہو؟ ہمارے ساتھ بیٹھ کر باتیں نہیں کرو گی؟"

رنم نے اس کو بازو سے پکڑ کر روکتے ہوئے پوچھا۔

سدرہ نے مسکرا کر رنم کی طرف دیکھا تھا۔ اس کا مطلب تھا وہ اسے معاف کر چکی تھی۔

"ہاں مجھے بھی باتیں کرنی ہے اور کنزل سے معافی بھی مانگنی ہے

لیکن ہمت نہیں ہو رہی ۔"

سدرہ نے کنزل کو دیکھتے کہا۔لہجے میں شرمندگی تھی۔

"سدرہ جو پیچھے ہو گیا سو ہو گیا۔ہم پچھلی کوئی بات نہیں کریں

گئے۔بلکہ اپنی نئ زندگی کے بارے میں بات کریں گئے کنزل نے

اس کی بات سننے کے بعد اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے کہا۔ویسے بھی

سدرہ نے اس کا کیا بگاڑا تھا۔ جو وہ اُس سے ناراض ہوتی کزنز میں تو

لڑائی جھگڑے ہوتے رہتے ہیں۔

تم بہت اچھی ہو کنزل ۔۔"

سدرہ کہتے ہی کنزل کے گلے لگ گئی۔

چاروں بیٹھی بات باتیں کرنے لگی تھیں۔ کنزل کے چہرے پر زرا

بھی سدرہ کے لیے نفرت نہیں تھی، اس کے بھائی نے اس کی

زندگی برباد کر کے رکھ دی تھی، لیکن وہ سدرہ کو کوئی الزام کیوں

دیتی، جبکہ وہ اب کم از کم وجاہت کے ساتھ پر سکون تھی،۔

عالم کا خیال آتے ہی اس کے ہونٹوں پر دھیمی سی مسکراہٹ آگئی تھی۔

گل کو میسج کر کے حسام نے بلایا تھا اس لیے وہ یہاں سے چلی گئی۔

"رنم امی کو کیا ہوا تھا؟" کنزل نے رنم کو دیکھتے پوچھا۔

ماں کے ذکر پر اس کے پرانے زخم پھر سے تازہ ہو گئے تھے۔

"ان کو ہارٹ اٹیک ہوا تھا۔"

رنم بھیگے لہجے میں بولی۔

"وہ تمہیں بہت یاد کرتی تھیں، میں نے تمہیں بہت تلاش کیا

لیکن۔۔"

کنزل سسکیاں بھرتی اس کے گلے سے لگ گئی۔

"میں تو اُن کو آخری بار دیکھ بھی نہیں پائی۔۔"

کنزل نے بے بسی سے رنم کو دیکھتے بھاری لہجے میں کہا۔

"کنزل اگر تم روئی تو پھوپھو کو تکلیف پہنچے گی۔ وہ چاہتی تھیں کہ

اُن کی بیٹیاں خوش رہیں اور دیکھو اللہ نے تم دونوں کو کتنے اچھے

شوہروں سے نوازا ہے تو رو کر اُن کو تکلیف مت دو"۔ سدرہ نے

پیار سے کنزل کے آنسوؤں کو صاف کرتے کہا۔

"اور تم نے رنم سے پوچھا نہیں کہ اُسے اسفند بھائی کب پسند

آئے ؟"سدرہ نے رنم کو دیکھتے بات کا رخ بدلا تا کہ ماحول خوشگوار

ہو سکے۔

"مجھے جیسا شوہر چاہتے تھا اسفند ویسے ہی ہیں۔ اس لیے میں نے

اُن سے نکاح کر لیا۔"

رنم نے مسکرا کر کہا تو کنزل نے جلدی سے پوچھا۔

"تم خوش ہو ناں؟"

کنزل کے سوال پر رنم ہنس پڑی تھی۔

"بہت زیادہ اور ہاں میں تمھارے لیے چائے بنا کر لاتی ہوں تم نے

میرے ہاتھ کی چائے کو مس کیا ہو گا ناں۔۔"

رنم نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا کنزل نے اثبات میں سر ہلا یا

دیا تھا۔رنم مسکرا کر باہر نکل گئی تھی

کنزل کے جاتے ہی سدرہ نے کنزل کی طرف دیکھا۔

"کنزل میں تم سے کچھ پوچھنا چاہتی ہوں۔۔" سدرہ نے اسے

دیکھتے پوچھا۔

جو تلخ سا مسکرا پڑی تھی۔

"یہی کہ کیا تمھارے بھائی نے مجھ سے سچ میں نکاح کیا تھا؟" کنزل

نے سدرہ کو دیکھتے کہا۔

"ہاں مجھے یہی پوچھنا ہے۔" سدرہ نے نظریں جھکا کر کہا۔

کنزل نے گہرا سانس لیتے بات شروع کی۔

"تمھارے بھائی نے مجھے اغوا کیا تھا اُس نے کوئی شرط لگائی تھی

اپنے دوستوں کے ساتھ وہ میرے ساتھ رات گزارنا چاہتا تھا لیکن

میں نے اپنی عزت محفوظ رکھنے کے لیے اُسے نکاح کا کہا اور اُس

نے مجھ سے نکاح کیا۔

میں اُس کے بچے کی ماں بھی بننے والی تھی جب زبیر نے دوسرے

لڑکوں کے ساتھ میری کچھ تصاویر ایڈٹ کر کے تمھارے بھائی کو

دکھادی۔ کیونکہ میں نے اُسے تھپڑ مارا تھا اور اُسی بات کا اُس نے مجھ سے بدلہ لیا۔

تمھارے بھائی نے مجھ پر شک کیا اور مجھے سیڑھیوں سے نیچے دھکا دے کر اپنے بچے کو بھی مار دیا۔"

کنزل کہتے ہی سانس لینے کو رکی تھی۔ سدرہ بے یقینی سے کنزل کی بات سن رہی تھی۔

"اس کے بعد اُس نے مجھے طلاق دے دی اور اپنی قید میں بند رکھا تاکہ مجھے تکلیف دے سکے۔ لیکن جب اُسے سچائی پتہ چلی کہ میں

بے قصور تھی تو اُس نے مجھ سے معافی نہیں مانگی بلکہ میرا نکاح

کروانا چاہا تاکہ حلالہ کے بعد وہ مجھ سے دوبارہ نکاح کر سکے۔ کیونکہ

وہ مجھے محبت کرتا ہے۔ ایسا اُس کا ماننا ہے۔ لیکن کیا سدرہ ایسی محبت

ہوتی ہے؟" کنزل نے سدرہ کو دیکھتے تکلیف دہ لہجے میں پوچھا۔

جس نے کوئی بھی جواب دینے کی بجائے کنزل کو گلے لگالیا

تھا۔ سدرہ کو لگا اس کا غم تو بہت چھوٹا ہے، وہ تو اپنے شوہر کے

ہاتھوں ہی رسوا ہو گئی تھی

"کنزل تم نے بہت کچھ برداشت کیا ہے۔میرا بھائی ایک ظالم ترین

آدمی ہے۔۔اللہ پاک اسے ضرور سزا دے گا۔۔لیکن اللہ نے

دیکھو تمہیں وجاہت بھائی جیسے شوہر سے بھی نوازا ہے جو تمھارا ہر

دکھ درد دور کردیں گیں۔۔میں انہیں جانتی تو نہیں ہوں لیکن ان

کی منفرد شخصیت سلجھا انداز سب بتا رہا ہے کہ وہ ایک اچھے شوہر

ہیں۔

سدرہ نے پیچھے ہوتے کنزل کو دیکھتے کہا۔

"ں جانتی ہو تم نے جتنا کچھ برداشت کیا ایک سوری سے سب

ٹھیک نہیں ہو گا۔ لیکن تم بھائی کی قید سے آزاد ہوئی اور صحیح

سلامت ہو تو اس کا مطلب ہے زندگی نے تمہیں دوسرا موقع دیا

ہے اب وجاہت بھائی کے ساتھ خوش رہنا۔"

سدرہ نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

"تم تو شادی کے بعد کافی سمجھدار ہو گئی ہو۔" کنزل نے سدرہ کو

دیکھتے کہا۔

"زندگی میں ہوئے واقعات انسان کو وقت سے پہلے سمجھدار بنا دیتے ہیں۔"

سدرہ نے گہرا سانس لیتے کہا۔

کنزل خاموش رہی تھی۔

سدرہ کافی بدل گئی تھی۔یہ وہ سدرہ نہیں تھی جسے وہ چھوڑ کر گئی تھی۔

وجاہت اس وقت اُس کمرے میں موجود تھا۔ جس میں اس کے

باپ کی چیزیں پڑی ہوئی تھیں یہ لوگ جب اپنا پرانا گھر چھوڑ کر

آئے تھے تو سیما جمال کی ساری چیزیں ساتھ لے آئی تھی۔

جو اس کمرے میں پڑی تھیں۔ وجاہت نے حسام اور اسفند کو سختی

سے منع کیا تھا کہ کوئی بھی ان چیزوں کو ہاتھ نہیں لگائے گا۔

اور اب اسے وہ رپورٹس چاہیے تھیں۔ اس کے باپ نے ڈی این

اے ضرور کروایا ہو گا جس سے اُسے پتہ چلا ہو گا کہ عدیم اس کا بیٹا

ہے۔

وہاں سے آتے ہوئے بھی اپنے باپ کا سارا سامان وجاہت نے ہی پیک کیا تھا۔

اس نے ایک بیگ کھولا باقی چیزیں تو الگ پڑی تھیں۔اس میں کچھ پیپرز وجاہت نے رکھے تھے۔اس نے بیگ سے پیپرز نکالے اور اسے دیکھنے لگا۔

اور اسے وہ رپورٹس مل گئی تھیں جس کی اسے تلاش تھی۔

"مسٹر جمشید آپ کو بھی تو پتہ چلنا چاہیے کہ آپ کی بیوی کیا چیز ہے۔اور کیا کچھ وہ کر چکی ہے۔

اور جب عدیم کو پتہ چلے گا تو نا جانے وہ کیا کریں گا؟" وجاہت نے

تمسخرانہ انداز میں کہا۔

وہ چاہتا تھا کہ یہ حقیقت جاننے کے بعد عدیم کو عقل آجائے۔ اور

وہ اپنے گناہوں کی معافی مانگ لے۔ اپنے کیے کی سزا بھگت کر اپنی

زندگی گزارے لیکن وہ اس بات سے لاعلم تھا کہ عدیم اندر سے

ایک کمزور انسان ہے جو نا جانے حقیقت کو تسلیم کرپائے گا یا نہیں

وجاہت رپورٹس پکڑے وہاں سے چلا گیا۔

وہ جانتا تھا کہ جمشید بھی اب آفس جانے لگا اس اس لیے اس نے

یہ رپورٹس عدیم کے آفس میں پارسل کروادی تھی۔

پہلے اس کا ارادہ ایسا کچھ بھی کرنے کا نہیں تھا اگر عدیم اپنے کام سے

کام رکھتا۔ لیکن جو حرکت اُس نے پارکنگ ایریا میں کی اُس کے بعد

وجاہت خاموش نہیں بیٹھ سکتا تھا۔۔

ابھی بھی وہ چاہتا تھا کہ عدیم سدھر جائے وہ جیسا بھی تھا چاہے

سوتیلا ہی سہی اس کا بھائی تھا۔ اور اُسے روکنا بھی ضروری تھا۔

ورنہ وہ نا جانے آگے کیا کر گزرتا۔

پہلے وجاہت نے اسے اس کے حال پر چھوڑا ہوا تھا۔ لیکن اس کا

دل کہتا تھا کہ اُسے ایک موقع سدھرنے کا ملنا چاہییے ہو سکتا ہے وہ

سدھر جائے۔ اور اپنے دل کی بات مان کر اس نے سوچا تھا کہ عدیم

کو ایک موقع ملنا چاہییے۔ ہو سکتا ہے حقیقت جاننے کے بعد وہ اپنے

گناہوں کی معافی مانگ لے۔ اور

کنزل اس کی عزت اس کی محبت تھی، وہ اپنے اوپر ہر مصیبت ہر

آنچ برداشت کر لیتا لیکن کنزل پر وہ عدیم کا سایہ بھی پڑنے نہیں

دینا چاہتا تھا۔

ہاں وہ اُسے معاف کر سکتا تھا لیکن کنزل کے معاملے میں اُس پر بھروسہ نہیں کر سکتا تھا۔

وجاہت کو اتنا تو پتہ تھا اب کچھ دن وہ سکون میں رہے گا، جس طرح اس کا ہاتھ وجاہت نے مروڑا تھا۔ایک آدھ ہڈی تو فیکچر ہو ہی گئی ہو گی۔

کنزل یہاں آکر بہت خوش تھی۔

وہ تو رات رنم کے پاس سوئی تھی۔

وجاہت نے بھی کچھ نہیں کہا کیونکہ وہ بھی چاہتا تھا کہ وہ اپنی بہن

کے وقت گزارے۔

لیکن اسے اپنا پہلو خالی سا محسوس ہوا۔

"کنزل بی بی وجاہت صاحب آپ کو بلا رہے ہیں۔" ملازمہ نے

اندر آ کر کہا۔

کنزل بیٹھی رنم سے باتیں کر رہی تھی۔

وجاہت کا نام سن کر کنزل نے رنم کی طرف دیکھا جو اس کی طرف دیکھ کر ہنس پڑی تھی۔ کنزل کے چہرے پر گھبراہٹ پھیلی۔

"جاؤ تمھارا شوہر بلا رہا ہے۔ شرما کیوں رہی ہو۔۔؟ وجاہت بھائی کو وٹامن بیوی کی کمی محسوس ہو رہی ہو گی۔"

رنم نے مسکراہٹ دباتے کہا۔

کنزل نے اسے گھور کر دیکھا تھا۔ اور ہلکا سا تھپڑ ہاتھ پر مارے اُٹھ کر ملازمہ کے ساتھ چلی گئی۔

کنزل کمرے میں داخل ہوئی تو وجاہت عالم کھڑکی کے پاس کھڑا تھا۔سگار سلگائے وہ باہر کے مناظر میں مگن تھا لیکن اس کی ساری حسیات کنزل کی طرف متوجہ تھیں۔

کنزل کو سمجھ نہیں آرہی تھی کہ کس طرح وجاہت کو مخاطب کرے۔

وجاہت کو پتہ چل گیا تھا کہ کنزل اس کے پیچھے کھڑی ہے۔

"آج سے تم اپنے کمرے میں ہی سو گی۔"

وجاہت نے مڑے ہوئے کنزل کو دیکھتے کہا۔

جس کے چہرے پر گھبراہٹ بھرے تاثرات تھے۔

"لیکن کیوں۔۔؟" کنزل نے بے وقوفی بھرا سوال کیا۔

"تم بہتر جانتی ہو۔۔" وجاہت سنجیدگی سے بولا۔

"آج مجھے وہی سونے دیں کل ویسے بھی ولیمہ ہے تو۔۔۔" اس سے پہلے کنزل اپنی بات مکمل کرتی وجاہت نے آگے بڑھتے کنزل کے ہونٹوں پر انگلی رکھے اسے خاموش کروایا تھا۔

"اور میرا کیا؟ میں تمہیں اپنے قریب دیکھنا چاہتا ہوں۔ اس کی کوئی پرواہ نہیں ۔۔"

۔وجاہت نے گہرے لہجے میں کنزل کو دیکھتے کہا۔

کنزل خاموش رہی تھی۔ لیکن دل میں اس نے وجاہت کو کھڑوس ضرور کہا تھا۔

"اب کوئی بحث نہیں۔۔" کنزل نے لب دبائے۔۔ اور خفگی سے وجاہت کو دیکھا۔

"تم نے گھر دیکھا؟" وجاہت نے کنزل کو کمر سے پکڑ کر خود کے قریب کرتے پوچھا۔ جس نے نفی میں سر ہلا دیا تھا۔

اس کو قریب کرنے وجاہت کی بے قراری سکون میں بدلی تھی۔ وہ لڑکی اس کا کب سکون بنی اسے پتہ ہی نہیں چلا تھا۔

"تو میں خود اپنی بیوی کو گھر دکھا دیتا ہوں اور شروعات اپنے بیڈ روم سے کرتے ہیں یہ ہمارا بیڈ روم ہے۔ جہاں ہم ہر لمحہ مل کر گزاریں گے۔۔ جہاں تمہارے اور میرے علاوہ کسی کی پرچھائی نہیں ہو گی۔۔"

وجاہت نے اپنے روم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔۔ کنزل

نے تو اب غور سے کمرے کو دیکھا تھا۔

جو سچ میں کافی بڑا اور خوبصورت تھا۔

وجاہت نے اپنے مزاج کے مطابق ہی اپنے کمرے کو ترتیب دی

تھی۔

"یہ تو بہت خوبصورت ہے۔" کنزل نے وجاہت کو دیکھتے کہا۔

ہاں میں جانتا ہوں یہ بہت خوبصورت ہے بلکل تمھاری طرح

وجاہت نے جھک کر کنزل کی ناک کو چومتے ہوئے پیار سے

کہا۔ کنزل کا چہرہ سرخ ہوا۔

"چلو تمہیں باقی کا گھر دکھا دیتا ہوں۔"

وجاہت نے کہتے اس کا ہاتھ پکڑا اور کمرے سے باہر لے گیا۔

اس نے محسوس کیا تھا کہ کنزل اب کافی بہتر تھی۔ اور خوش بھی

تھی۔ اور اس کے قریب آنے پر خوفزدہ بھی نہیں ہو رہی تھی۔

کنزل بھی اس کے ساتھ چل پڑی۔

ولیمے کا سوٹ گل نے اپنی پسند کا لیا تھا وہ اپنے بھائی، سدرہ اور حسام کے ساتھ شاپنگ کرنے گئی تھی۔

واپس پر حسام اسے اپنے گھر لے آیا تھا جہاں وہ اپنے ڈریسز دکھاتی کافی ایکسائیٹڈ تھی۔

شام میں سب لوگ بیٹھے چائے پی رہے تھے۔

حسام اور اسفند کی نوک جھوک پر سب مسکرا رہے تھے۔

کنزل بھی بیٹھی ہوئی تھی۔ اسے سب کچھ اچھا لگ رہا تھا۔

کل ولیمے کی تقریب تھی اور کام سارے مکمل ہو گئے تھے۔

وجاہت کو کسی کام کے سلسلے میں جانا تھا اس لیے وہ کنزل کو گھر

دکھانے کے بعد باہر چلا گیا تھا۔

"بھابھی کیا میں آپ سے ایک سوال پوچھ سکتا ہوں؟" حسام نے

کنزل کو دیکھتے پوچھا۔

"جی بالکل" کنزل نے ہلکا سا مسکرا کر جواب دیا۔

"بھائی آپ کو پہلی بار کہاں ملے تھے؟" حسام نے مسکراہٹ دباتے پوچھا۔

سب لوگ کنزل کی طرف دیکھ رہے تھے۔

کنزل اس کے سوال پر کنفیوز ہو گئی تھی۔

"بتاؤ ناں تم نے پہلی بار یونیورسٹی میں دیکھا تھا۔" گل نے کنزل کے کان کے پاس جھکتے ہوئے کہا۔

"وہ میرے پروفیسر تھے۔ اور یونیورسٹی میں پہلی بار میں نے اُن کو

دیکھا تھا جب انہوں نے مجھے اور گل کو لیٹ آنے پر بہت زیادہ

ڈانٹا تھا۔"

کنزل نے حسام کو دیکھتے بتایا۔

"میں سمجھ سکتا ہوں۔ وہ ایسا ہی ہے۔ کھڑوس

اور جب بات کر رہا ہوتا ہے تو۔۔۔" حسام کی زبان کو بریک پیچھے

کھڑے وجاہت کو دیکھ کر لگی۔

اسفند کا ہنسی روکنے کے چکر میں چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔

"کیا کہہ رہے تھے تم حسام؟" وجاہت کی بھاری آواز نے کنزل کو

پیچھے دیکھنے پر مجبور کیا۔

"کچھ بھی نہیں میں تو کہہ رہا تھا میرے بھائی جیسا اچھا اور شریف

استغفر اللہ یہ لفظ حسام نے دل میں کہا تھا۔ شریف انسان تو میں

نے کہیں دیکھا نہیں۔۔" حسام نے جلدی سے اپنی بات کی درستگی

کرتے کہا تو وجاہت نے اسے گھور کر دیکھا تھا۔

"میں یہی امید رکھتا تھا کہ تم یہ سب کہو۔۔ میری بیوی کو میرے

خلاف کرنے کی کوشش نہ کرنا۔۔"

اس کے کندھے سے نادیدہ گرد جھاڑتے وہ آہستگی سے

بولا۔۔سب کو سمجھ تو نہیں آئی لیکن مسکراہٹ سب کے چہرے پر

بکھری تھی۔

"کنزل کمرے میں آؤ۔۔" وجاہت نے کہا اور وہاں سے چلا گیا۔

کنزل اپنی جگہ شرمندہ ہو کر رہ گئی۔ سرخ پڑتے چہرے کے ساتھ

وہ وہاں سے اٹھی۔ کیونکہ رنم اور گل کی معنی خیز نظریں اسے

صاف محسوس ہو رہی تھی۔

"تم اپنی ہنسی کو کنٹرول میں رکھو ورنہ جویہ تمھارے دانت نظر آرہے ہیں میرے ہاتھوں شہید ہو جائے گئے۔" حسام نے کنزل کے جاتے ہی اسفند کو دیکھتے کہا۔

"اور گل تم آجاؤ میں تمہیں گھر چھوڑ دیتا ہوں ویسے بھی کل تم نے یہاں آتو جانا ہے۔"

حسام نے کھڑے ہوتے منہ میں بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ جبکہ گل نے اسے گھورا۔۔جو کتنی بدتمیزی سے کہہ رہا تھا۔

گل رنم سے مل کر حسام کے ساتھ چلی گئی، لیکن راستے میں وہ حسام کی کلاس لینے کی ٹھان چکی تھی۔

"رنم میرے لیے کافی بنادو گی؟ اور کمرے میں لے آنا" اسفند نے وہاں نے وہاں سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"ملازمہ کے ہاتھ بھیجوں گی میں۔۔۔"رنم نے پیچھے سے اونچی آواز میں اسفند کو دیکھتے کہا۔اس کی حرکتوں سے وہ اکثر زچ ہوتی تھی۔۔ تبھی فلحال کمرے میں جانا نہیں چاہتی تھی۔

"اگر تم نہیں آئی تو زبردستی میں تمہیں اٹھا کر لے جاؤں گا۔"

اسفند نے چڑ کہا اور وہاں سے چلا گیا۔

رنم اس کی بات سن کر ہنس پڑی تھی اور کچن کی طرف کافی بنانے چلی گئی۔

کنزل کمرے میں داخل ہوئی تو وجاہت اسی کا انتظار کر رہا تھا۔

"کیا ہوا؟ اور ایسے آپ سب کے سامنے۔۔"

کنزل نے وجاہت کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"میری بیوی ہو تم ان کے سامنے مخاطب ہی نہیں تم ہاتھ پکڑ کر

لے جا بھی سکتا ہوں۔"

اس کا جتاتا انداز دیکھتی وہ مسکرائی تھی۔

"ہم لوگ باہر جا رہے ہیں۔ جلدی سے تیار ہو جاؤ۔"

وجاہت نے اپنے موبائل پر نظریں گاڑھتے ہوئے کہا۔

اس وقت ؟ کنزل نے حیرانگی سے پوچھا۔

"بالکل اس وقت میرا دل کر رہا ہے کہ میں اپنی بیوی کو باہر لے جا کر آئسکریم کھلاؤں۔"

وجاہت نے کہا تو کنزل اس کی بات سن کر حیران ہوئی تھی۔ لیکن اس کی شوخ نظروں کو دیکھتی نظر جھکا گئی۔

"میں چینج کر کے آتی ہوں۔۔" کنزل بڑبڑائی۔

وجاہت ہمیشہ کی طرح وارڈروب سے ڈریس نکال کر اس کو دے کر بیڈ پر دراز ہوا۔

کنزل ڈریسنگ روم کی طرف بڑھی۔

کنزل باہر آئی تو اس نے بلیو کلر کی شلوار قمیض پہنی تھی جس میں وہ بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔

"چلیں؟ کنزل نے اس کے پاس آتے پوچھا۔

وجاہت الماری کے پاس گیا اور اسے کھولتے اندر سے ایک بلیک کلر کی شال نکالتے کنزل کے پیچھے کھڑے ہوتے اس کے کندھوں پر ڈال دی۔

کنزل مسکرا پڑی تھی۔

"اب چلتے ہیں۔۔" وجاہت نے کنزل کا ہاتھ پکڑتے کہا اور دونوں وہاں سے چلے گئے۔

آئسکریم کے بعد وہ اسے مصنوعی جھیل پر لایا تھا۔

کچھ پل وہ اس کے ساتھ لمحات گزارنا چاہتا تھا۔

اس کا ہاتھ تھامے وہ ریلنگ کے پاس کھڑا تھا۔

"کیسا لگ رہا ہے؟؟" وجاہت نے نرم نظروں سے اس کا چہرہ

دیکھا۔

"بہت اچھا۔۔" کنزل دل سے مسکرائی۔

"میں یہی چاہتا ہوں کہ تمہیں سب اچھا لگے،۔پرانے غموں کی

ہماری زندگی میں کوئی جگہ نہیں ہے۔۔۔"

اس کا چہرہ ہاتھوں میں بھرے اس نے پیشانی کو نرمی سے چھوا۔

چاند کی روشنی دونوں پر پڑتی جیسے ان پر اپنا حصار بنا رہی تھیں۔

"کل کا دن میرے لیے بہت خاص ہے۔۔ اور میں چاہتا ہوں تم

سب سے پیاری لگو۔۔" وجاہت اب اسے ساتھ لگائے چلنے لگا تھا

۔

"میرے پیارے لگنے سے کیا ہو گا،؟" وہ تلخ ہوئی۔۔وجاہت جانتا

تھا اس پر کبھی کبھی پرانے واقعات حملہ آور ہو جاتے تھے۔

"پیاری لگنے سے میری نظر تم سے بالکل بھی نہیں ہٹ پائے

گی۔۔اور میں باقی لڑکیوں کو نہیں دیکھ پاؤں گا۔ "

کنزل نے سہم کر اس کی شرٹ جکڑی تو وجاہت حیران ہوا۔

"آپ پلیز کسی کو مت دیکھنا۔۔۔میں سب سے پیاری لگوں گی۔

"

اس کی حساسیت پر وجاہت حیران ہوا۔

"میں تمہاری خاطر جنت کی حوروں سے بھی انکار کردوں گا۔۔اتنا

مجھ پر یقین رکھو کہ تمہارے علاوہ میں کبھی کسی کو اس نظر سے

نہیں دیکھ پاؤں گا۔کیونکہ اس نگاہ کو ایک چہرہ بھاتا ہے۔"

اس کے دونوں ہاتھ چومے وہ کنزل کا جلتا دل پر سکون کر گیا۔

کنزل نے اس کے بازو پر اپنا سر رکھ کر جیسے خود کو پر سکون کرنا چاہا۔ دل ابھی بھی شدت دھڑک رہا تھا جو شاید وجاہت کے لفظوں کی جاذبیت پر خوش تھا۔

اگلے دن کافی رونق لیے ہوئے تھا۔ کنزل کی آنکھ کھلی تو کمرہ خالی

تھا۔۔اسے کمرہ ویران محسوس ہوا۔۔وجاہت کی نرمی بھرے

حصار کی وہ چند دنوں میں ہی عادی ہو گئی تھی۔

وہ بوجھل دل سے اٹھی۔کیونکہ وجاہت آج بھی آفس چلا گیا تھا۔

"آج بھی آفس چلے گئے۔۔"وہ بڑبڑاتی منہ بنا کر رہ گئی۔

ناشتے کے بعد وہ ڈریس وغیرہ دیکھتی دوسرے کام بھی دیکھ رہی

تھی۔

بیوٹیشن نے گھر آکر رنم اور کنزل کو تیار کرنا تھا۔

دوپہر تک وہ بھی آگئی تھی۔

کنزل کا میک اپ کر کے وہ رنم کے کمرے کی طرف چلی گئی۔ اب صرف کنزل کا ڈریس چینج کرنا باقی تھا۔

وجاہت آفس سے گھر آیا تو سیدھا اپنے کمرے کی طرف آیا۔ تھوڑی دیر تک مہمانوں نے بھی آنے لگ جانا تھا۔ اس لیے پہلے کنزل کی طرف سے مطمئن ہونا چاہتا تھا۔

وجاہت کمرے میں داخل ہوا تو کنزل چینجنگ روم سے چینج کر کے باہر نکل رہی تھی اس نے وجاہت کا لایا ہوا پرپل کلر کا ڈریس پہنا تھا۔

وجاہت دروازے کے قریب ہی رکا۔ جہاں کنزل فراک سنبھالتے آرہی تھی، اس کے بال اطراف میں ہلکے کرل کی صورت میں پڑے تھے۔

غلافی آنکھوں پر ہوا نفاست سے میک اپ اور ڈارک لپ اسٹک،

وجاہت مسمرائز ہوئے بنا رہ نہیں پایا۔۔ بوجھل قدم لیے وہ اس کی جانب بڑھا۔

کنزل وجاہت کی نظروں سے کنفیوز ہوتی انگلیاں چٹخانے لگی۔ لیکن پھر چلتی ہوئی تھوڑا آگے آئی۔

اس سے فراک کی زپ بند نہیں ہو رہی تھی۔ کافی کوشش کرنے کے بعد اس نے سوچا کہ باہر آکر ملازمہ سے بند کروا لے گی۔ جو کمرے میں ہی بیٹھی ہوئی تھی۔ کہ اگر کنزل کو کسی چیز کی ضرورت ہو تو وہ لا دے لیکن وجاہت کے آتے ہی وہ کمرے سے چلی گئی ۔

"آپ کب آئے؟" کنزل نے وجاہت کو دیکھتے پوچھا۔

"بس ابھی تھوڑی دیر پہلے، اور مجھے لگتا ہے میں نے دیر کر دی۔

وجاہت نے گہرے لہجے میں کہتے کنزل کی طرف اپنے قدم

بڑھاتے کہا۔

"وہ آپ کسی ملازمہ کو بلا دیں گے؟"

کنزل نے وجاہت سے نظریں چراتے کہا۔

"کیوں؟" وجاہت نے حیرانگی سے پوچھا۔

"مجھے زپ بند کروانی ہے۔ ہو ہی نہیں رہی۔۔"

کنزل نے نظریں جھکا کر زچ ہوئے کہا۔۔

"یہ کام تو میں بھی کر سکتا ہوں"۔ وجاہت کے کہنے پر کنزل نے

فوری نفی میں سر ہلایا۔

"نہیں آپ نہیں"۔۔ وہ خوف سے بولی۔

"میرے علاوہ یہ کام کوئی نہیں کر سکتا۔۔" وجاہت اتنا اس کے

پیچھے آ چکا تھا۔

اور اس کی کمر پر بکھیرے بالوں کو آگے کندھے پر ڈالا۔

کنزل نے خوف سے آنکھیں میچ لی۔۔یہ راز اب تک چھپا تھا تو چھپا ہی رہتا لیکن آج شاید اس راز نے بھی عیاں ہو جانا تھا۔۔اس کا دل خوف سے لرز رہا تھا کہیں وجاہت اسے چھوڑ نہ دے۔۔ کہیں وہ ان نشانوں کے بارے میں نہ پوچھے۔

اس کی نظر کنزل کی کمر کے نشان پر پڑی، ایک پل کے لیے وہ سانس لینا بھول گیا۔۔ لیکن پھر ماتھے پر بل نمودار ہوئے۔۔ جبڑے بھینچ کر اس نے ان نشانوں کو دیکھا۔

عدیم اس کی سوچ سے زیادہ گھٹیا تھا وہ تو اسے سدھارنا چاہتا تھا لیکن عدیم اس قابل نہیں تھا کہ اسے دوسرا موقع دیا جائے۔ یہ وجاہت نے دل میں سوچا تھا جو تھوڑا بہت نرم گوشہ اس کے دل میں عدیم کے لیے پیدا ہوا تھا وہ اس کی درندگی دیکھ کر ختم ہو گیا تھا۔

کمر پر تین گہرے لمبے نشان تھا زخم تو ٹھیک ہو گئے تھے۔ لیکن

نشان ابھی بھی موجود تھے۔ دیکھنے سے ہی پتہ چل رہا تھا کہ وہ نشان

کسی نے نہایت بے دردی سے دیے تھے۔

اس نے ہاتھ آگے بڑھا کر نشان کو چھونا چاہا۔ لیکن اس کا ہاتھ لرزا

تھا۔۔ وہ تو نرمی سے چھونے کے قابل تھی لیکن عدیم نے اسے

نازک گلاب کو مسل کر رہی رکھ دیا تھا۔

کنزل نے جب اپنی کمر پر وجاہت کے لمس کو محسوس کیا تو وہ ایک

دم کپکپا گئی تھی۔

اس نے جھک کر نرمی سے ان نشانوں پر اپنے لب رکھ کر جیسے مرہم فراہم کیا۔۔اس کی نرمی بھرے لمس پر کنزل نے اپنی فراک مٹھیوں میں دبوچ لی۔

پیچھے ہوتے اس نے زپ کو بند کرتے کنزل کا رخ اپنی طرف کیا۔ جس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئی تھیں۔اس کا چہرہ ہاتھوں کے پیالوں میں لیے اس نے بھیگی آنکھوں کو چوما۔

"تم رو کیوں رہی ہو؟ تمھاری میں نے تعریف نہیں کی اس لیے تم نے رونا شروع کر دیا۔؟"

وجاہت نے نرمی سے کنزل کی آنکھوں پر بوسہ دیتے کہا۔اس نے

ان نشان کے بارے میں نہیں پوچھا تھا۔وہ اس لڑکی کو ایک پل

بھی ازیت کا نہیں دینا چاہتا تھا۔۔

"ویسے تو تم بنا میک کے بہت خوبصورت لگتی ہو لیکن آج تو میرے

پاس الفاظ نہیں ہے جس سے میں تمھاری تعریف کر سکوں۔۔"

وجاہت نے دھیمے لہجے میں کنزل کے ماتھے کے ساتھ اپنا ماتھا

ٹکراتے کہا۔

"وہ میں اپ کو بتانا چاہتی ہوں ان نشانات کے بارے میں۔۔"

کنزل نے وجاہت کو دیکھتے کہا۔

"میں نے تم سے صفائی مانگی؟"وجاہت نے ایک آبرو اچکاتے

ہوئے پوچھا۔

جس نے نفی میں سر ہلا دیا تھا۔

"تو اس بارے میں کوئی بات نہیں ہو گی۔ ہماری اپنی زندگی میں

بہت سی باتیں ہیں۔۔"

وہ اس کے چہرے پر جھکنے لگا، جب کنزل نے چہرہ چھپالیا۔

وجاہت بدمزہ ہوا تھا۔

"آپ فریش ہو جائیں۔ ورنہ دیر ہو جائے گی۔"

کنزل نے وجاہت سے پیچھے ہوتا معصومیت سے کہا۔

جو اس کی بات کرنے کے انداز کو دیکھتے ہنس پڑا تھا۔

"ٹھیک ہے لیکن تم میرے ساتھ ہی نیچے جاؤ گی۔ پر واپس روم میں آنے کے بعد تم مجھے اپنے حسن خراج دینے کے لیے منع نہیں کرو گی۔۔"

وجاہت کی بوجھل سرگوشی پر اس کا دل اچھل کر حلق میں آیا۔

"فکر مت کرو۔۔" وجاہت چند لفظوں سے اس کا ڈر کم کر گیا۔

"ڈریس یہاں رکھو میں فریش ہو کر آتا ہوں۔۔"

وجاہت نے اس کی گال کو تھپتھپاتے ہوئے کہا اور فریش ہونے چلا

گیا۔

وجاہت فریش ہو کر آیا تو کنزل نے جلدی سے کھڑے ہوتے

جلدی سے پوچھا۔

چلیں؟" وجاہت نے اس کی طرف حیرانگی سے دیکھا تھا۔

"تمھیں لگتا ہے زیادہ جلدی ہے۔" وجاہت نے آئینے کے سامنے کھڑے ہوتے پوچھا۔

اس نے ڈارک سکن کلر کی پینٹ ساتھ سکن کلر کی ہی شرٹ پہنی تھی۔ اوپر بلیک کلر کی واسکٹ پہنے وہ کافی وجیہہ لگ رہا تھا۔

"وہ مجھے رنم کو دیکھنا ہے کہ وہ تیاریاں ہوئی یا نہیں ہوئی۔" کنزل نے وجاہت کو دیکھتے کہا۔

"ٹھیک ہے تم جاؤ۔ اُس کے پاس بھی کسی کا ہونا ضروری ہے۔ لیکن تم نے زرا بھی پریشان نہیں ہونا۔"

وجاہت نے کہا تو کنزل اثبات میں سر ہلائے وہاں سے چلی گئی۔

وجاہت بھی تیار ہونے کے نیچے آ گیا۔

مہمان بھی آنے لگے تھے۔

کنزل رنم کے کمرے میں داخل ہوئی جو تیار بیٹھی ہوئی تھی بیوٹیشن نے اپنے ہاتھوں کا جادو دکھایا تھا۔رنم نے ڈارک مہروں کلر کا

میکسی طرز کا فراک پہنا تھا۔ خوبصورتی کے ساتھ کیے گئے میک

اپ میں وہ بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔

ُماشاءاللہ رنم تم تو بہت خوبصورت لگ رہی ہو۔ آج تو اسفند بھائی

کی خیر نہیں ہے۔۔"

کنزل نے آگے بڑھتے رنم کو گلے لگاتے کہا۔

"اور تم بھی کسی سے کم نہیں لگ رہی۔ وجاہت بھائی بھی آج تم

سے نظر نہیں ہٹا پائیں گے۔۔۔"

رنم نے کہا تو کنزل مسکرا پڑی۔

"گل ابھی تک نہیں آئی؟" رنم نے کنزل کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"میرے خیال سے وہ نیچے والی روم میں ہو گی۔ سدرہ اُسی کے ساتھ ہو گی۔"

کنزل ابھی بات ہی کر رہی تھی۔ جب دروازے پر دستک ہوئی۔ دونوں نے دروازے کی طرف دیکھا جہاں اسفند بلیک کلر کے تھری پیس میں کھڑا رنم کو دیکھ رہا تھا۔

"بھابھی کیا میں اپنی بیوی سے بات کر سکتا ہوں؟"

"جی آپ کر سکتے ہیں۔ ویسے بھی یہ نیچے آپ کے ساتھ ہی جائے گی۔ کنزل نے اسفند کو دیکھتے پوچھا۔ جو جھینپ کر رہ گیا۔ وہ مسکرا کر وہاں سے چلی گئی تھی۔

"میں کیسی لگ رہی ہوں؟" رنم نے مسکراہٹ دباتے اپنی قریب آتے اسفند سے پوچھا۔

"میری سوچ سے بھی زیادہ خوبصورت۔۔" اسفند نے مسکراتے ہوئے کہا اور جھک کر رنم کے ماتھے پر بوسہ دیا۔

"آپ بھی میری سوچ سے زیادہ ہینڈسم لگ رہے ہیں۔"

رنم نے کہا تو اسفند قہقہہ لگائے ہنس پڑا۔

"میں تو ہینڈسم ہی ہوں۔" اسفند نے گردن اکڑا کر کہا۔

"اور یہ غلط فہمی کب سے آپ نے پال رکھی ہے؟" رنم نے لہجے

میں مصنوعی حیرانگی لیے پوچھا۔

اسفند نے اسے گھور کر دیکھا تھا۔

"بچپن سے ہی۔۔"

جس پر رنم ہنس پڑی۔

"پھر تو واقعی غلط فہمی ہے۔۔۔" دونوں ایک دوسرے کی ٹانگ کھینچ رہے تھے۔ لیکن دونوں ایک دوسرے کے ساتھ خوش تھے۔ اور ان کی باقی کی ساری زندگی بھی ایسی ہی گزرنے والی تھی۔

"اب چلیں؟ اسفند نے تھوڑی دیر بعد رنم سے بحث کرنے کے بعد اپنا من پسند جواب لیے پوچھا جس نے اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔ اسفند رنم کا ہاتھ تھامے اسے کمرے سے باہر لے گیا۔

خاور نے سدرہ کو بلیو کلر کی شلوار قمیض لے کر دی تھی۔اور خود

بھی اس نے ڈارک بلیو کلر کی شلوار قمیض پہنی تھی۔ جس میں

دونوں بہت خوبصورت لگ رہے تھے۔

سدرہ گل کے ساتھ حسام کے گھر آگئی تھی۔گل تھوڑی نروس

تھی۔

حسام نے بہت کوشش کی کہ وہ گل سے مل لے لیکن موقع نہیں ملا۔ اور کوئی نا کوئی کام نکل آتا۔

وجاہت کنزل کے ساتھ باقی سارے گیسٹ سے مل رہا تھا۔

جب اسفندر نم کا ہاتھ پکڑے سیڑھیوں سے نیچے اترتا ہوا آیا۔

سب لوگوں نے دونوں کی جوڑی کو دیکھ کر سراہا تھا۔ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ بہت پیارے لگ رہے تھے۔

اسفند نیچے آتے سب لوگوں سے ملا۔ زیادہ تر لوگ حسام کے بزنس پارٹنر تھے۔

حسام تھوڑی دیر پہلے ہی گل کے کمرے میں گیا تھا۔

جب اسے کنزل نے کہا کہ آپ نے ہی گل کو باہر لے کر آنا ہے تو

اندر جائیں۔

حسام بھی یہ سن کر خوش ہوا تھا چلو کسی کو تو اس کا احساس ہے ورنہ

وہ تو اپنے ویسے پر بھی کام کر رہا تھا۔

حسام دروازہ کھولے اندر آیا تو گل کھڑی چکر لگا رہی تھی۔

جس نے ریڈ کلر کا فراک پہنا تھا۔

"ماشاءاللہ مارڈا جان لینے کا ارادہ ہے تمھارا حسام کی گل "۔

حسام نے گل کو دیکھتے اس کے پاس آتے اسی کے انداز میں کہا۔

"تم کو اس وقت مذاق سوجھ رہا ہے اور ام کو ڈر لگ رہا ہے۔"

گل نے حسام کو دیکھتے گھور کر کہا۔

"اس میں ڈرنے کی کیا بات ہے ہمارا ولیمہ ہے تم کسی جنگ میں

نہیں جا رہی۔"

حسام نے مسکراہٹ دباتے کہا۔

گل نے اسے گھور کر دیکھا تھا۔

" پریشان مت ہو میں تمھارے ساتھ ہوں۔ "حسام نے اس بار پیار سے کہا۔ اور اپنا ہاتھ آگے کیا جسے گل نے تھوڑا جھجھکتے ہوئے تھام لیا تھا۔

"باہر سب ہمارا ویٹ کر رہے ہیں۔ "

حسام نے مسکراتے ہوئے کہا اور جھک کر ہاتھ کی پشت پر بوسہ دیا اور اسے باہر لے گیا۔

تھوڑی دیر پہلے کنزل بھی اس سے مل کر اور اسے حوصلہ دے کر گئی تھی۔

حسام گل کا ہاتھ پکڑے باہر آیا تھا۔

خاور اپنی بہن کو دیکھ کر مسکرا پڑا تھا۔

سدرہ بھی اس کے ساتھ کھڑی ہوئی تھی۔

اب سب لوگوں کا فوکس ان دونوں کی طرف تھا۔

وجاہت اپنے دونوں بھائیوں کو خوش دیکھ خود بھی بہت خوش تھا

اگر آج ان کی ماں زندہ ہوتی تو تینوں کو دیکھ کر خود پر فخر ضرور

محسوس کرتی کیونکہ تینوں اُن کے بیٹے تھے۔اور کامیاب بزنس مین

بن چکے تھے۔

حسام سب سے ملنے کے بعد وجاہت کے پاس آیا جس نے مسکراتے ہوئے اسے گلے لایا تھا۔

"تم خوش ہو؟" وجاہت نے حسام کو دیکھتے پوچھا۔

"بہت زیادہ۔۔" حسام نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اتنے میں اسفند جو دونوں کو دیکھ رہا تھا فوراً ان کے پاس آیا۔

" میرے بغیر کون سی باتیں ہو رہی ہیں؟"

اسفند نے دونوں کے پاس آتے سنجیدگی سے پوچھا۔

"تمھاری چغلیاں کر رہا تھا"۔ حسام نے مسکراہٹ دباتے کہا۔

"کر لو مجھے کون سا گناہ ملنا ہے۔" اسفند نے کندھے اچکاتے کہا۔

"میرے خیال سے تم دونوں کو اپنی بیویوں کے پاس جانا چاہیے جو اکیلی بیٹھی ہوئی ہیں ادھر تم اپنی لڑائی میں لگے ہو۔۔بڑے ہو جاؤ اب۔۔۔" وجاہت نے ان دونوں کا دھیان رنم اور گل کی طرف کرواتے ہوئے کہا۔

دونوں مسکرا کر وہاں سے چلے گئے تھے۔

کنزل وجاہت کے ساتھ کھڑی سب کے مسکراتے چہرے دیکھ رہی تھی۔

آج جیسے اسے لگ رہا تھا سب خوشیاں مکمل ہو گئی ہیں۔

وجاہت کا ساتھ اسے ہر غم بھلا گیا تھا۔۔

وجاہت اس سے معذرت کرتا اپنے دوستوں کی طرف چلا گیا۔۔

سٹیج پر سب سیلفیز اور تصاویر لے رہے تھے۔

کنزل کچھ پل تو مسکراتی رہی، لیکن وجاہت کی غیر موجودگی محسوس کیے بے چین ہونے لگی۔

اس کی نظر وجاہت پر گئی، جہاں وہ ایک لیڈی سے مل رہا تھا۔

کنزل کا رنگ فق ہونے لگا۔۔ کیونکہ اس لیڈی کے ساتھ کھڑی

لڑکی وجاہت کو دیکھے جا رہی تھی۔

وجاہت کی نظر اس پر گئی تو کنزل کا چہرہ دور سے بھی بے چینی لیے

ہوئے تھا۔

وجاہت نے اس کی نظر کے تعاقب میں دیکھا تو وہ معاملہ سمجھ گیا

تھا۔

وہ ان سے معذرت کرتا دوبارہ کنزل کی طرف آیا اور اس کے گرد

اپنا بھاری ہاتھ حائل کر کے اسے اپنے ساتھ لگایا۔۔

کنزل چونکی تھی۔۔ لیکن پھر وجاہت کی آنکھوں کی نرمی اور

احساس نے اس کو دوبارہ پرسکون کر دیا تھا۔

ولیمے کا فنکشن اچھا گزرا تھا سب مہمان چلے گئے تھے۔ خاور اور

سدرہ ابھی وہی پر تھے۔

سدرہ اور کنزل گل اور رنم کو کمرے میں چھوڑ آئی تھیں۔

وجاہت نے اپنے دونوں بھائیوں کو شادی کے گفت کے طور پر

سویزر لینڈ کی ٹکٹ دیں۔۔ کیونکہ ایک بار دونوں نے ذکر کیا تھا کہ

وہ اس جگہ پر جانا چاہتے ہیں لیکن اپنی بیویوں کے ساتھ

وجاہت کو ابھی تک یہ بات یاد تھی۔اس لیے اُس نے دونوں کو سویزرلینڈ کی ٹکٹ دی تھیں اور کل شام کی چاروں کی فلائٹ تھی۔

اسفند اور حسام کو تو یاد بھی نہیں تھا کہ انہوں نے یہ بات کہی تھی لیکن وجاہت کو یاد تھا۔۔

اللہ نے اُن دونوں کو وجاہت جیسا بھائی دیا تھا جو خود سے زیادہ ان کے بارے میں سوچتا تھا۔

حسام نے مسکراتے ہوئے وجاہت کو دیکھا تھا۔ جس نے مدھم سی مسکراہٹ اس کی طرف اچھال دی تھی۔۔ خاور بھی بیٹھا باتیں کر رہا تھا۔

"مجھے لگتا ہے کہ اب مجھے چلنا چاہیے اپنی بیوی کو زیادہ انتظار کروانا اچھا نہیں ہے۔ حسام نے وہاں سے اٹھتے ہوئے کہا۔ لیکن آخری بات اس نے منہ میں بڑبڑاتے ہوئے کہی تھی۔

"ایک منٹ آپ دونوں کیا نیگ نہیں لیں گی دونوں دلہنوں کی دو عدد بہنیں ہیں۔" خاور نے جلدی سے کنزل اور سدرہ کو دیکھتے کہا۔

"لو اس میں کون سی بڑی بات ہے یہ لو بھا بھیز فلحال میرے پاس اتنے ہی پیسے ہیں۔" حسام نے اپنی ساری جیب خالی کرتے سارے پیسے سدرہ اور کنزل کو دیتے کہا۔ اسے فلحال اپنے کمرے میں جانے کی جلدی تھی۔

کنزل ہنس پڑی تھی۔

"بھابھی میں تھوڑا غریب بندہ ہوں میرے پاس تو پیسے نہیں ہیں"

اسفند نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈالے معصومیت سے کہا۔

"بھائی پلیز تھوڑے پیسے دے دیں، اسفند نے عالم کو دیکھتے

معصومیت سے کہا۔

جو ہنس پڑا تھا۔

"ویسے یہ اچھا بہانہ ہے اسفند بھائی۔۔" کنزل نے شرارت سے کہا۔۔

"بھابھی کبھی کبھی بڑے بھائی کی جیب کا فائدہ بھی اٹھانا چاہیے۔۔۔"

اسفند مسکرایا تھا۔

وجاہت نے متبسم ہوئے پیسے اسفند کو دیے جو اس نے کنزل سدرہ کو دیے تھے۔

"یہ بہت زیادہ ہیں۔"

کنزل نے جلدی سے کہا۔ سدرہ نے بھی اس کی ہاں میں ہاں ملائی تھی۔

"تو کیا ہوا آپ دونوں سے تو ڈبل رِشتہ بنتا ہے اس لیے آپ یہ رکھ لیں"۔ اسفند نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہمیں بھی نکلنا چاہیے کافی دیر ہو گئی ہے۔"

خاور نے کھڑے ہوتے گھڑی پر ٹائم دیکھتے کہا۔

سدرہ بھی کھڑی ہو گئی اور کنزل سے ملی۔

خاور بھی سب سے ملنے کے بعد سدرہ کو لیے وہاں سے چلا گیا۔

حسام اور اسفند اپنے کمروں کی طرف چلے گئے۔ پیچھے وجاہت اور کنزل رہ گئے تھے۔

کنزل نے صوفے پر بیٹھتے اس سے ٹیک لگائے آنکھیں موندے لینے کے انداز میں بیٹھ گئ تھی۔ آج وہ بہت زیادہ تھک گئ تھی۔

وجاہت اپنی سے اٹھا اور کنزل کے پاس آتے اسکو اپنی بانہوں میں اٹھایا۔ کنزل نے فوراً اپنی آنکھیں کھول لی تھیں۔

"وجاہت کیا کر رہے ہیں کوئی دیکھ لے گا۔" کنزل نے ارد گرد دیکھتے جلدی سے کہا۔

"کوئی نہیں دیکھے گا اور اگر دیکھ بھی لیتا ہے تو کیا ہوا تم میری بیوی ہو"۔ وجاہت نے شوخ سے لہجے میں کہا اور اسے وہاں سے لے گیا۔

کمرے میں جاتے ہی اس نے کنزل کو بیڈ پر بیٹھایا اور اسے چینج کرنے کا کہا اور خود بھی چینج کرنے چلا گیا۔

جب وہ واپس آئی تو وجاہت چینج کر کے بیڈ پر آنکھیں موندے لیٹا ہوا تھا۔

کنزل بیڈ کے پاس کھڑی ہو گئی جب وجاہت کی بھاری آواز کمرے میں گونجی۔

"یہاں آؤ کنزل۔۔" وجاہت نے کہا تو کنزل تھوڑا ہچکچاتے اس کے پاس آ کر لیٹ گئی کیونکہ کل جب وہ سو گئی تھی اُس وقت وہ آیا تھا۔ پر آج وہ جاگ بھی رہا تھا اور کمرے میں بھی موجود تھا۔

"وجاہت میں سونے لگی ہوں۔۔"

اس کی نگاہوں سے گھبراتی وہ سمٹی تھی۔

"تو میں نے کب کہا ہے کہ تم جاگنے والی ہو۔۔"

وجاہت نے بازو سے پکڑ اس کے بالکل قریب کھینچا۔۔اور اس کا

سر سینے پر رکھا۔اور اس کی پشت کو سہلایا

کنزل سے دور رہنا اب اس سے مشکل ہوتا جارہا تھا۔

جبکہ کنزل بھی اس کی کافی عادی ہو گئی تھی۔

"تم آج گھبرا کیوں گئی تھی۔۔"

کنزل نے ایک نظر وجاہت کی بند نظروں آنکھوں پر ڈالی جس

نے سوال پوچھا تھا۔

"نہیں گھبرائی نہیں تھی۔۔بس اکیلا محسوس کر رہی تھی۔۔"

کنزل نے جھجھک کر کہا۔

"مجھے سوچو گی تو کبھی خود کو اکیلا نہیں محسوس کرو گی۔۔اور یقین

رکھو۔۔یہ دل جس کا تھا اسی کا اسیر ہوا ہے"

اس نے کنزل کا ہاتھ اپنے دل کے مقام پر رکھا تو ہتھیلی پر دل

دھڑکتا محسوس ہونے لگا۔

"وجاہت۔۔" وہ خفت سے بولی۔ اور ہاتھ ہٹانا چاہا

وجاہت نے ہتھیلی پر اپنا ہاتھ رکھے اسے روک دیا تھا۔۔ کنزل نے

اٹھ کر وجاہت کی بند آنکھوں کو دیکھا تو خود بھی آنکھیں بند

کرلی۔۔ اس کے مطابق وہ سو رہا تھا۔۔ وجاہت کی نرمی بھری

قربت میں وہ گہری نیند میں کب سوئی اسے خبر نہیں ہوئی تھی۔

اس کی سانسوں کی تپش پر وجاہت نے آنکھیں کھولی اور جھک کر

اس کا ماتھا چوما۔

"تم وجاہت عالم کو پاگل کر کے رہو گی۔۔" وہ بڑبڑائے بنا رہ نہیں

پایا تھا

حسام اپنے کمرے میں داخل ہوا تو گل گھونگھٹ نکالے کنفیوز سی

بیٹھی ہوئی تھی۔

حسام چلتا ہوا گل کے پاس آیا۔

اور اپنے ہاتھ میں پہنی گھڑی کو اتار کر سائیڈ ٹیبل پر رکھا۔

حسام نے گل کے پاس بیٹھتے اس گھونگھٹ اٹھایا اور گل کا چہرہ دیکھ کر مسکرا پڑا۔ وہ جانتا تھا کہ وہ کنفیوز ہو رہی ہے۔

" تمھارا چہرہ تو میں پہلے ہی دیکھ چکا تھا تو اب گھونگھٹ کیوں نکالا؟

" حسام نے مسکراہٹ دباتے پوچھا۔

" کیونکہ ام کو منہ دکھائی چاہیے دو ہماری منہ دکھائی۔" گل نے حسام کو دیکھتے کہا۔ اور اپنی ہتھیلی حسام کے سامنے پھیلائی۔

" منہ دکھائی بھی دینے تھی وہ تو میں لے کر نہیں آیا۔۔" حسام نے سنجیدگی سے کہا۔

"تو ام بھی کمرے سے جا رہا جب تم گفٹ لائے گا تو ام واپس آئے

گا۔"

گل نے چڑ کر کہا اور سچ میں وہاں سے اٹھنے لگی جب حسام نے

جلدی سے اس کا ہاتھ پکڑے اسے روکا۔

"یار مذاق کر رہا تھا۔"

حسام نے جلدی سے لائن پر آتے کہا اور اپنی جیب سے ایک ڈبیہ

نکالی اس نے اُس ڈبیہ کو کھولا اور اندر سے ایک خوبصورت

بریسلٹ نکالے گل کا ہاتھ پکڑے اس کی کلائی میں پہنانے لگا۔

گل مسکراتی نظروں سے رنگ کو دیکھ رہی تھی۔

"تمہیں پسند آیا؟" حسام نے نرم لہجے میں پوچھا تو گل نے جلدی

سے اثبات میں سر ہلا دیا۔

حسام نے آگے جھک کر گل کے ماتھے پر بوسہ دیا۔

"تہیں یاد ہے جب ہم پہلی بار ملے تھے۔ تو تم نے میرے ساتھ

کیسا رویہ رکھا تھا؟؟ "

حسام نے خفگی بھرے تاثر سے اور گل کی گود میں سر رکھا۔

جو اپنی پہلی ملاقات کا سوچ کر ہنس پڑی تھی۔

"تم نے مجھ پر جوس گرایا تھا اور سوری بولنے کی بجائے تم مجھے ہی

باتیں سنا کر چلی گئی تھی۔"

"وہ ہمارا غلطی جو نہیں تھا۔" وہ آج بھی اپنی غلطی نہیں مان رہی

تھی۔

گل اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرے لگی تھی۔ اور اُس وقت کے

بارے میں سوچنے لگی جب اسے حسام ملا تھا۔

حسام اس سے باتیں کر رہا تھا۔ اور باتیں کرتے کرتے اس نے

آنکھیں موند لی۔

گل کو یہی لگا کہ وہ سو گیا ہے۔

وہ غور سے حسام کے چہرے کو دیکھ رہی تھی۔

اس نے گل کی خاطر زبیر کو اتنا مارا کہ وہ ہسپتال پہنچ گیا۔

کبھی اس نے گل سے سرد لہجے میں بات تک نہیں کی تھی۔وہ

خوش قسمت تھی کہ اُسے حسام جیسا اچھا اور پیار کرنے والا شوہر ملا

تھا۔

اس نے جھک کر حسام کے ماتھے پر بوسہ دیا۔

جس نے فوراً آنکھیں کھولتے شرارتی نظروں سے گل کو دیکھا

تھا۔جو ایک دم بوکھلا گئی تھی۔

"تمہیں لگا میں سو گیا ہوں؟میں اسی پل کا انتظار کر رہا تھا۔

حسام نے اٹھتے گل کو بیڈ پر لیٹاتے اس کے دائیں اور بائیں جانب

ہاتھ رکھتے شرارتی لہجے میں کہا۔

"تم۔۔بہت وہ۔۔۔"

گل نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہتے اپنے ہونٹوں کو تر کیا۔اُسے

نہیں معلوم تھا کہ وہ جاگ رہا ہے۔

حسام کی نظریں اس کے سرخ ہونٹوں پر ٹھہر گئی تھیں۔جو کب

سے اس کا دھیان بھٹکا رہی تھیں۔

اس نے جھک کر گل کے پہلے گل کے ماتھے پر بوسہ دیا پھر دونوں

گالوں پر اور پھر اس کے ہونٹوں پر جھک گیا۔

گل نے زور سے اپنی آنکھیں میچ لی تھیں۔

اس کی زرا سی شدتوں پر وہ سرخ گلابی ہو چکی تھی۔

"شکریہ میری محبت کو میرے ساتھ کو قبول کرنے کے لیے۔۔"

جس کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ آگئی تھی۔

"تمہارا بھی شکریہ۔۔مجھے قبول کرنے کے لیے۔۔۔

چلو دونوں مل کر اچھے سے شکریہ ادا کرتے ہیں۔"

"حسام۔۔"وہ شرما گئی تھی۔۔جس نے ایک اور بے باک جسارت

سے اسے بوکھلا کر رکھ دیا تھا۔

اس پر جھکے اس نے ہاتھ آگے بڑھا کر لیمپ کو بند کر دیا۔

اس کی قربت میں کھوئے وہ رب کا شکر گزار تھا۔

جسے اُس نے چاہا تھا۔ اللہ نے اُس سے اس کا نکاح کروا دیا تھا۔

وہ جتنا اللہ کا شکر ادا کرتا اتنا ہی کم تھا۔

اسفند کمرے میں داخل ہوا تو رنم نے اسے گھور کر دیکھا تھا۔

"کہاں تھے آپ؟ زرا بھی خیال ہے میں کب سے بیٹھی آپ کا

انتظار کر رہی ہوں۔" رنم نے گھورتے ہوئے اسفند کو کہا۔

"رنم یار اس وقت تم دلہن بنی بیٹھی ہو۔ لیکن تمہیں تو لگتا ہے پرواہ ہی نہیں ہے۔ دلہنیں اس لہجے میں بات نہیں کرتیں۔"

اسفند نے لہجے میں مصنوعی حیرانگی لیے اسے دیکھتے کہا۔

"آپ مجھے اس وزنی جوڑے میں پانچ چھ گھنٹے بیٹھ کر دکھاؤ پھر میں آپ سے پوچھو گی۔" رنم نے اسفند کو دیکھتے تنفر سے کہا۔

"مطلب اب میں لڑکیوں کا لباس پہن کر تمہارا انتظار کروں۔۔"

اسفند جھرجھری لے کر رہ گیا، جبکہ رنم مسکرائی تھی۔

"فرینڈز آنے نہیں دے رہے تھے کافی ٹائم بعد ملے تو اس لیے

آنے میں دیر ہو گئی۔ پھر

بھائی کے پاس بیٹھ گیا انہوں نے شادی کا تحفہ دیا ہے کل ہماری

شام کی فلائٹ ہے"۔ اسفند نے رنم کے پاس آتے بتایا۔

"ہم کہاں جا رہے ہیں؟" رنم نے جلدی سے پوچھا۔

سوئیزرلینڈ اسفند نے اس کے سامنے بیٹھتے ہوئے بتایا۔

"کیا سچ میں؟" رنم نے بے یقینی سے پوچھا۔

کیونکہ اس نے صرف نام سنا تھا اور ان وہ خود وہاں جا رہی تھی اسے یقین نہیں آرہا تھا۔

"ہاں بھائی نے حسام اور مجھے شادی کا تحفہ دیا ہے۔"

اسفند نے کہا تو رنم مسکرا پڑی۔

"میرے لیے آپ کیا لائے ہیں؟"

رنم نے بے تابی سے پوچھا۔

اسفند نے اپنی جیب سے ایک خوبصورت سی پازیب نکالی۔ اور رنم کے پاؤں میں پہنانے لگا۔

"واؤ یہ کتنی پیاری ہے"۔رنم نے پازیب کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"اور دوسری؟"رنم نے اسفند کو دیکھتے پوچھا۔

وہ میں نے دو ہی لی تھیں لیکن ایک پتہ نہیں کہاں پر گر گئی۔اسفند نے اپنے بالوں کو کھجاتے ہوئے کہا۔

رنم اس کی بات سن کر ہنس پڑی تھی۔

"اگلی بار میں سنبھال کر لاؤں گا۔۔"

"میں انتظار کروں گی۔۔"رنم اترائی تھی۔

"انتظار زیاہ لمبا نہیں ہو گا۔۔"

اسفند نے اچانک ہی رنم کے چہرے کے قریب اپنا چہرہ لاتے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

رنم کی نظر بھی اس سے ملی۔

جس نے جھک کر نرمی سے اس کے لبوں کو چھوا اور پھر پیچھے ہو گیا۔

"جاؤ چینج کرلو۔" اسفند نے کہا تو رنم اثبات میں سر ہلائے چینج کرنے چلی گئی۔

اسفند خود کھڑکی کے پاس جا کر کھڑا ہو گیا تھا۔

اور اپنے باپ کے بارے میں سوچنے لگا اس نے دوبارہ وجاہت سے اپنے باپ کا پوچھا تھا۔ جس نے صاف لفظوں میں کہا تھا کہ اسفند کچھ باتوں کا راز رہنا ہی بہتر ہوتا ہے اگر وہ کھل جائے تو انسان کو بہت تکلیف دیتے ہیں۔ اور آج کے بعد تم مجھ سے یہ سوال نہیں کرو گئے۔

ناہی ڈیڈ کو تلاش کرنے کی کوشش کرو گئے کیونکہ وہ اب اس دنیا میں نہیں ہیں۔

اس کے بعد اسفند نے کوئی سوال وجاہت سے نہیں کیا تھا۔

اگر اُس کا بھائی اتنا کہہ رہا تھا تو اسے بھی اپنے بھائی کا کہنا ماننا چاہیے

تھا۔

اور آگے اس کی ایک خوبصورت زندگی پڑی تھی۔ جسے اس نے

رنم کے ساتھ گزارنا تھا۔

تو پرانی باتوں کو بھول کر اسے آگے بڑھنا تھا۔

اسفند یہی سوچ رہا تھا۔ جب اسے ڈریسنگ روم کا دروازہ کھلنے کی

آواز آئی اس نے مڑ کر رنم کی طرف دیکھا اور چہرے پر

مسکراہٹ لیے اپنے قدم اس کی طرف بڑھا دیے۔

اگلی صبح اسفند سے پہلے رنم اُٹھ گئی تھی اور اسفند کو جگا رہی تھی۔

جو پتہ نہیں کون سے گدھے گھوڑے بھیج کر سویا تھا۔

"اسفند سب لوگ نیچے ہمارا انتظار کر رہے ہوں گے اور میں اکیلی نیچے جا رہی ہوں۔" اس بار رنم نے دھمکی دیتے کہا۔ اسفند نے مندی مندی آنکھیں کھول کر اپنی ظالم بیوی کو دیکھا تھا۔

"اٹھ رہا ہوں یار۔۔" اسفند نے اٹھتے ہوئے بھاری لہجے میں کہا۔

رنم آئینے کے سامنے کھڑی چوڑیاں پہن رہی تھی۔اس نے گرین کلر کا سوٹ پہنا تھا جو اس پر بہت پیارا لگ رہا تھا۔

"اسفند آپ فریش ہونے جا رہے ہیں یا نہیں؟ پھر ہمیں پیکنگ بھی کرنی ہے۔۔"کنزل نے کہا تو اسفند جلدی سے اُٹھ کر واشروم کی طرف بھاگا تھا کیونکہ ٹائم سچ میں بہت کم تھا۔

رنم اس کی پھرتی دیکھ کر ہنس پڑی تھی۔

دوسری جانب حسام نے گل کو صبح بتایا تھا کہ شام میں انکی فلائٹ ہے وہ بھی سوئیزرلینڈ کا سن کر حیران ہونے کے ساتھ خوش بھی ہوئی تھی۔

سدرہ خاور کے ساتھ ناشتہ لے کر آئی تھی۔سب لوگ ناشتے کی ٹیبل پر بیٹھے رنم اور اسفند کا انتظار کر رہے تھے۔

جو تھوڑی دیر بعد آ گئے تھے رنم نے گھور کر اسفند کی طرف دیکھا تھا کب سے وہ اسے جگا رہی تھی۔لیکن وہ اٹھنے کا نام نہیں لے رہا تھا۔اور سب ان کا ہی انتظار کر رہے تھے۔

دونوں نے آکر سب کو سلام کیا۔

اور بیٹھ کر کھانا کھانے لگے سدرہ اور خاور بھی گل کو دیکھ کر خوش

تھے۔ جس کے چہرے پر حسام کی محبت کے رنگ پھیلے تھے۔

ناشتے کے بعد خاور سدرہ کو یہی چھوڑے چلا گیا تھا۔

کنزل اور سدرہ نے مل کر گل اور رنم کی پیکنگ میں مدد کی،۔

وجاہت آفس چلا گیا تھا اسے ایک دو ضروری کام نپٹانے تھے۔

آج وہ کنزل کو بتا کر گیا تھا تبھی وہ مطمئن تھی۔

کنزل سدرہ رنم اور گل کی مدد کرتی ایک دوسرے سے مستی مذاق

میں لگی رہیں۔۔

وجاہت بس آفس سے نکلنے ہی والا تھا جب اس کے سیکریٹری نے

آکر عدیم کے آنے کی اطلاع دی۔

عدیم کا نام سن کر وجاہت دوبارہ اپنی جگہ پر ہی بیٹھ گیا تھا۔ جبکہ چہرے پر کر ختگی پھیل گئی۔

عدیم روم میں داخل ہوا تو اس کے چہرے پر سنجیدگی چھائی ہوئی تھی۔ اس کا ہاتھ اب کافی حد تک ٹھیک تھا۔

وہ اندر آتے ہی وجاہت کے سامنے بیٹھ گیا۔

"یہاں آنے کی وجہ؟" وجاہت نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"مجھے کنزل چاہیے۔ میں اُس سے محبت کرتا ہوں مجھے وہ کسی بھی حال میں چاہیے۔

اگر تم نے اُسے میرے حوالے نہیں کیا تو میں کچھ ایسا کر گزروں گا جو تمہیں اچھا نہیں لگے گا۔" عدیم نے وجاہت کو دیکھتے سنجیدگی سے کہا۔

"اچھا ایسا کیا کرو گے ؟؟" وجاہت نے ابرو اچکائی۔

"میں تمہیں برباد کر دوں گا۔۔یقیناً تم کنزل کی رسوائی کو پسند نہیں کرو گے۔۔"

"تم مجھے یہاں دھمکی دینے آئے ہو؟ اور محبت؟ کیسی محبت؟ تم

نے ہی اُس پر الزام لگا کر اُسے طلاق دی تھی اُس وقت تمھاری

محبت کہاں تھی؟

اور جتنے ظلم تم نے اُس کے ساتھ کیے ہیں کیا وہ سب محبت میں

کرتے ہیں۔ کنزل کو بھولو اور آگے بڑھ جاؤ۔۔وہ میری بیوی ہے،

اسے تو میں مر کر بھی نہیں چھوڑوں گا۔۔"

وجاہت نے تحمل سے اسے دیکھتے کہا۔ لیکن اس کے لفظ لفظ میں

عدیم کو حاکمیت محسوس ہوئی۔

"کیوں نہیں چھوڑو گے۔۔ چھوڑنا ہو گا۔۔اگر میں نے اُس پر ظلم کیے ہیں تو تم نے بھی تو اُس کی معصومیت سے فائدہ اٹھایا ہے۔

تم میرے خیال سے اٹھارہ یا انیس سال بڑے ہو گئے کنزل سے تم نے بھی تو اپنے فائدے کے لیے اُس سے نکاح کیا۔اُس وقت تمہیں خیال نہیں آیا کہ وہ تم سے کتنی چھوٹی ہے؟اگر تمھاری شادی ہوئی ہوتی تو کنزل جتنی تمھاری اپنی بیٹی ہوتی۔"

"بس بہت بکواس تم نے کرلی۔۔ میری بیوی ہے یہ میرا کنسرن ہے۔۔ تم اپنی بکواس بند کر کے دفعہ ہو جاؤ یہاں سے۔۔" اس سے پہلے عدیم مزید کچھ کہتا۔

وجاہت دھاڑتے ہوئے اپنی جگہ سے کھڑا ہوا تھا۔

"دوبارہ مجھے اپنی شکل مت دکھانا ورنہ میں وہ کر گزروں گا جس کے بارے میں تم نے کبھی خیال میں بھی نہیں سوچا ہو گا۔

اب نکلو یہاں سے۔ تمھارے جیسا انسان نرمی کے لائق نہیں

ہے۔ وجاہت نے سرد لہجے میں اسے دیکھتے کہا تو عدیم بھی چہرے

پر طنزیہ مسکراہٹ لیے کھڑا ہو گیا تھا۔

دونوں بکا باپ ایک تھا۔ لیکن عدیم ایک گھٹیا انسان تھا۔ اسے اپنی

سوچ پر اب حیرت ہو رہی تھی کہ اس نے اس شیطان کے بارے

میں سوچا کہ یہ سدھر جائے گا۔ وہ کبھی نہیں سدھر سکتا۔

"میں یہاں سے جا تو رہا ہوں لیکن میری ایک بات یاد رکھنا کنزل

صرف میری ہے۔ اور تم صرف اس کی معصومیت سے فائدہ اٹھا

رہے ہو۔۔اپنی اور اس کی عمر کے فرق کو سوچو گے تو تم خود سے

نظر نہیں ملا پاؤ گے۔۔۔"

عدیم نے سنجیدگی سے اسے وارن کرتے کہا اور وہاں سے چلا گیا۔

پیچھے وجاہت نے گہرے سانس لیتے اپنے غصے کو کنٹرول کیا تھا۔

اس کے موبائل پر حسام کی کال آئی تو غصے میں وہ موبائل پکڑے

آفس سے نکل گیا۔

پورے راستے اس کے دماغ میں عدیم کی باتیں گھوم رہی تھی۔

"نہیں میں نے اُس کی معصومیت کا فائدہ نہیں اٹھا رہا۔ میں تو اُس سے محبت کرنے لگا ہوں۔"

وجاہت نے اپنے سوال کا خود ہی جواب دیتے کہا۔

لیکن کسی بھی طرح اسے وہ اپنی دلیلوں سے اپنی دل کو مطمئن نہیں کر پا رہا تھا۔

وجاہت گھر میں داخل ہوا تو حسام اور اسفند دونوں اسی کا انتظار کر رہے تھے۔

"شکر ہے تم آ گئے ہم تمھارا ہی انتظار کر رہے تھے"۔ حسام نے کہا۔ وہ لوگ تیار کھڑے تھے۔

کنزل کو وجاہت تھوڑا پریشان لگا سا لگا تھا۔

یہ بات سچ تھی کہ کنزل اس سے اٹھارہ سال چھوٹی تھی۔ لیکن اس نے کبھی اُس کی کم عمری کا فائدہ نہیں اٹھانا چاہا، نہ ہی وہ اٹھا سکتا تھا۔ لیکن عدیم کی باتوں نے اسے سوچنے پر مجبور کر دیا تھا۔ اس لیے بار بار اس کے دماغ میں عدیم کی باتیں گردش کر رہی تھی۔

وجاہت سے ملنے کے بعد حسام اور اسفند ائیر پورٹ کے لیے کر نکل گئے۔

ان کے جاتے ہی وجاہت اپنے کمرے کی طرف چلا گیا تھا۔اس نے کنزل کو مخاطب کرنا بھی ضروری نہیں سمجھا۔

اب تو کنزل کو یقین ہو گیا تھا کہ کچھ تو بات ہوئی ہے۔اس لیے وجاہت کے پیچھے کمرے میں چلی گئی جو سٹڈی روم کی طرف جارہا تھا۔

وجاہت!! کنزل نے اسے پکارنا چاہا جب وجاہت نے مڑ کر اس کے

چہرے لی طرف دیکھا۔

"کنزل تم کھانا کھا کر سو جانا میں آج تھوڑا بزی رہوں گا۔"

وجاہت کہتے ہی سٹڈی روم کے اندر چلا گیا۔

کنزل کو وجاہت کا رویہ کچھ عجیب سا لگ رہا تھا۔

اس نے تھوڑا سا کھانا کھایا اور سونے کے لیے لیٹ گئی۔

لیکن اسے نیند نہیں آ رہی تھی۔ وجاہت نے اپنا عادی ہی اتنا کر دیا تھا۔ کہ وہ سو ہی نہیں پا رہی تھی۔

وجاہت پوری رات سٹڈی میں بند رہا تھا، کنزل کی نیند کا بھی خیال تھا لیکن پھر بھی صبح ہوتے ہی باہر آیا اور اس نے ایک نرم نگاہ سوئی ہوئی کنزل پر ڈالی اور ملازمہ کو ہدایت دیتے آفس کے لیے نکل گیا۔

ویسے تو وہ ہر چیز کو کنٹرول کرنا جانتا تھا لیکن عدیم کی اس بات نے اس کے دماغ پر گہرا اثر چھوڑا تھا۔ کچھ ان عمر کا فرق بھی کافی تھا۔ جو وجاہت کو الجھا گیا تھا۔

کنزل جب اُٹھی تو اس نے دیکھا وجاہت سٹڈی میں نہیں ہے ملازمہ سے پتہ چلا کہ وہ آفس جا چکا ہے۔ اب کنزل کو مزید حیرانگی ہو رہی تھی۔

"ایسی بھی کیا بات ہو گئی۔" جو وجاہت اس سے بات بھی نہیں کر رہا۔

وہ سارا دن اس بارے میں سوچتی رہی تھی۔ نہ اس نے کال کی، نہ ہی گھر آیا۔۔ ورنہ وہ کنزل کے خیال سے ایک چکر ضرور لگاتا تھا۔

رات میں اس نے کھانا بھی نہیں کھایا اور سونے کے لیے لیٹ گئی۔ وجاہت کے بغیر اسے کچھ اچھا نہیں لگ رہا تھا۔

وجاہت گھر آیا تو اس نے ملازمہ سے پوچھا

"کنزل نے کھانا کھالیا۔"

"وہ کہہ رہی تھی اُن کو بھوک نہیں ہے۔"

"تم کھانا میرے کمرے میں لے کر آؤ۔"

وجاہت ملازمہ کو کہتے ہی اپنے کمرے کی طرف چلا گیا۔

کنزل آنکھوں پر بازو رکھے لیٹی ہوئی تھی۔

"کنزل تم نے کھانا کیوں نہیں کھایا؟" وجاہت نے لائٹ اون

کرتے اس کے سر پر کھڑے پوچھا۔

جس نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

"میں جانتا ہوں تم جاگ رہی ہو جلدی سے اُٹھ کر بیٹھ جاؤ ملازمہ کھانا لاتی ہی ہو گی۔"

وجاہت نے اپنے کوٹ کو اتارتے ہوئے کہا۔

کنزل نے اپنی آنکھوں سے بازو پیچھے کیا اور اُٹھ کر بیٹھ گئی۔ لیکن چہرے پر خفگی سجالی۔ جیسے اس کی توجہ چاہتی ہو۔۔

ملازمہ نے اس کے سامنے کھانے کی ٹرے رکھی اور باہر چلی گئی۔

وجاہت چلتا ہوا بیڈ کے پاس آیا اور اس کے قریب ہی بیٹھ گیا۔ اور کنزل کو کھانا کھلانے لگا۔

کنزل خاموش نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

اس نے بھی نوالہ بنا کر وجاہت کے ہونٹوں کے پاس کیا جو پہلے تو حیران ہوا پھر ہلکا سا مسکرا کر اس نے نوالہ کھا لیا۔

"کنزل تمہیں مجھ سے شادی کرنے کا افسوس تو نہیں ہوتا کہ میں تم سے اتنا بڑا ہوں؟ اور تم ابھی چھوٹی سی۔۔"

وجاہت نے سرسری سا پوچھا۔ لیکن پھر اسے افسوس بھی ہوا تھا۔

"کیا مطلب وجاہت ؟" کنزل اس کے سوال پر حیران ہوئی تھی۔

"کچھ نہیں میں سٹڈی روم میں جارہاہوں تم سوجانا مجھے کام کرنا ہے

"

وجاہت نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا اور سٹڈی روم کی طرف

چلا گیا۔

وجاہت۔۔اس نے پکارا لیکن وہ نظر انداز کیے سٹڈی میں گم ہوا۔

"افف آپ سے مجھے اس بات کی امید نہیں تھی" کنزل نے لیٹتے

ہوئے خود سے کہا۔

لیکن پھر وجاہت کا سوچتے

وہ پر سوچ سی سٹڈی کی طرف بڑھی۔

وجاہت صوفے سے ٹیک لگائے بیٹھا ہوا تھا۔ چہرے پر تذبذب

پھیلا تھا۔ جب کنزل نے اسے دیکھا اور چلتی ہوئی اس کے پاس

آئی۔

وجاہت محسوس کر چکا تھا کہ کنزل اسکے پاس آئی ہے۔ وہ اس کی

خوشبو سے ہی اس کو پہچان جاتا تھا۔ لیکن پھر بھی اس نے آنکھیں

نہیں کھولی تھیں۔ کنزل نے اس کے پاس بیٹھتے اپنا ہاتھ آگے بڑھا

کر وجاہت کے ہاتھ پر رکھا جس نے آنکھیں کھولتے حیرانگی سے

کنزل کی طرف دیکھا۔

"تمہیں مجھ پر ترس کھانے کی ضرورت نہیں ہے"۔ وجاہت نے

اپنا ہاتھ پیچھے کرنا چاہا لیکن کنزل نے اس کے ہاتھ کو نہیں چھوڑا تھا۔

"کیا بحث کرنا ضروری ہے؟"

کنزل نے کہتے ہی وجاہت کے کندھے پر اپنا سر رکھا۔ وجاہت نے

گہرا سانس لیتے اپنی گلاسز اتاری اور کنزل کے بالوں پر اپنے لب

رکھے اسے خود کے قریب کرتے آنکھیں موندلی تھیں۔ کنزل

کے چہرے پر مسکراہٹ آگئی تھی۔

وہ پرسکون ہوا تھا کہ کنزل ریلکس ہے۔۔ لیکن وجاہت کے دماغ

میں عدیم کی باتیں گونجنے لگی۔

وہ گھبرا کر اٹھا تھا۔۔ کنزل حیران ہوئی تھی۔۔

"کہاں جارہے ہیں آپ؟؟" کنزل نے حیرانگی سے پوچھا۔

"تم سوجاؤ۔۔۔ کل بات کرتے ہیں۔۔"

وجاہت۔۔"اس نے اسے پکارا لیکن وہ باہر نکل گیا تھا۔۔کنزل کی آنکھیں بھیگی تھیں۔۔اتنی بے رخی اس نے کبھی نہیں برتی تھی۔۔

وہ وہیں روتے ہوئے سو گئی۔

آدھی رات کو وہ واپس آیا تو کنزل کے چہرے پر آنسوؤں کے مٹے مٹے نشان تھے۔

"اتنی سی بات پر رونے لگتی ہو۔۔میں نہیں چاہتا کہ تمہیں افسوس

ہو کہ میں نے تمہارا فائدہ اٹھایا۔۔"

اس کے چہرے پر انگوٹھا پھیرے وہ رنجیدگی سے بولا۔

اور اسے اٹھائے کمرے میں لے آیا۔اور اسے بیڈ پر لٹائے پاس ہی

بیٹھ گیا۔۔

"کبھی کبھی انسان ایسی سوچوں میں الجھ جاتا ہے جو سب سے زیادہ

اس کا اپنا نقصان کرتی ہیں لیکن پھر بھی انسان انہیں کو سوچتا

ہے۔۔تم مجھے میری زندگی کی مانند لگتی ہو۔۔میری سانسوں میں دھڑکتی ہو۔۔لیکن پھر عمر کا فرق۔۔۔شاید عدیم ٹھیک ہی کہہ رہا ہے۔۔"اس نے اپنی پیشانی رگڑی۔۔جیسے گہری الجھن میں الجھا ہو۔کنزل نیند میں بڑبڑانے لگی تھی۔عدیم کا خوف اسے کبھی کبھی نیند میں سہما دیتا تھا۔

اس کی نیند کا خیال کیے وہ پاس ہی لیٹ گیا۔۔کیونکہ وہ اکثر بے چین ہو جاتی تھی۔۔

کنزل کے تنے تاثرات نرم پڑنے لگے۔۔

اسکی گردن میں منہ چھپائے وہ آنکھیں موند گیا تھا۔

دن کا اجالا پھیلا تو کنزل کی آنکھ کھلی۔۔اپنا آپ کسی کے حصار میں محسوس ہوا تو وجاہت کو قریب دیکھ کر دل پر سکون اور آنکھوں میں چمک بڑھی تھی۔

"وجاہت کی آنکھ بھی کھلی تو کنزل کو قریب سے دیکھے

مسکایا۔۔ لیکن سوچیں حاوی ہونے لگی۔۔ گرفت کم ہوئی اور وہ

سنجیدہ ہوتا اٹھ گیا۔۔ کنزل نے اس کی شرٹ کو جکڑا اور اس کے

کندھے پر سر ٹکایا۔

"میں آج آپ کے ساتھ باہر جانا چاہتی ہوں جب سے سب گئے

ہیں آپ مجھے کہیں نہیں لے کر گئے۔۔"

کنزل نے لاڈ سے فرمائش کی۔

"کچھ دن میں چلیں گے۔۔آفس کا کام کافی بڑھ گیا ہے۔۔مجھے آفس کے لیے نکلنا ہے۔۔"

وجاہت دل کی بگڑی حالت کے پیشِ نظر اٹھا لیکن کنزل نے شرٹ نہیں چھوڑی۔۔

"ایسے کیوں کر رہے ہیں وجاہت۔۔۔"وہ روہانسی ہوئی۔

"چھوٹی بچیوں جیسا بیہو نہ کرو۔۔جاؤ ناشتہ ریڈی کرواؤ۔۔۔"

وجاہت تلخ ہوا تو کنزل کی ہچکیاں بڑھنے لگی۔۔

نکاح کے بعد وہ پہلی مرتبہ اس سے سخت لہجے میں بولا تھا۔۔ کنزل روتے ہوئے سٹڈی میں بند ہوئی۔

وجاہت غصے سے دیوار پر ہاتھ مار کر رہ گیا۔

کنزل۔۔۔"اس نے دروازہ ناک کیا لیکن کوئی جواب نہ ملنے پر وہ مایوس ہوا۔۔ موبائل کی بیل پر وہ واپس آیا۔۔ آفس سے کال تھی، آج ایک امپورٹنٹ میٹنگ تھی۔۔

وہ نیچے بڑھا تا کہ ملازمہ کو ہدایات دے سکے۔۔ آکر وہ اس معاملے

پر بات کرنا چاہتا تھا۔

کنزل کچھ دیر بعد باہر آئی تو خالی کمرہ اس کو منہ چڑا رہا تھا۔

وہ آنسو رگڑتی بیڈ پر بیٹھی۔

رنم کی کال پر وہ اپنے جذبات پر قابو نہیں رکھ پائی تھی۔

"تم رو کیوں رہی ہو۔۔ وہ کسی وجہ سے پریشان ہو گے۔۔"

"رنم وہ ایسے نہیں ہیں وہ تو کبھی مجھے سخت نظر سے گھورتے بھی

نہیں ہیں لیکن آج۔۔ انہیں لگتا ہے کہ میں ان سے کافی چھوٹی

ہوں اور میں ان کے ساتھ خوش نہیں ہوں۔۔" کنزل اداسی سے بولی۔

"تو تم ان کی پریشانی دور کرو۔۔۔انہیں احساس کرواؤ کہ تم ان سے محبت کرتی ہو۔۔وہ شاید تمہاری طرف سے پہل چاہتے ہیں۔۔"

"تم سچ کہہ رہی ہو۔۔" کنزل نے تسلی چاہی۔۔

"ہاں بالکل۔۔اب جاؤ۔۔اچھا سا تیار ہو جاؤ اور وجاہت بھائی کا ڈر ختم کرنے کی کوشش کرو۔۔انہیں بتا دو کہ تم ان کے ساتھ رہنا چاہتی ہو۔۔"

رنم سے بات کر کے وہ کچھ ریلکس ہو گئی تھی۔

پورا دن وہ مختلف پلانز سوچتی مسکراتی رہی تھی۔

شام کے سائے گہرے ہوئے تو کنزل وارڈروب سے وجاہت یالایا

ایک ڈریس نکال کر واش روم کی طرف بڑھی۔

رنم سے بات کر کے سمجھ گئی تھی کہ۔یقیناًیہ بھی عدیم کی وجہ سے

ہوا ہوگا۔۔ تبھی وجاہت اس نہج پر سوچ رہے ہیں۔۔

وجاہت کو سوچتی وہ ایک بار پھر مسکرادی۔۔اس کا نام ہمیشہ

مسکراہٹ ہی لاتا تھا۔

عدیم نے جتنی اسے تکلیف دی تھی۔

وجاہت نے اپنی محبت سے اس کی سارے تکلیف دور کرتے اسے

دوبارہ سے مسکرانا سیکھا دیا تھا۔

پھر وہ کیوں اس شخص کو اپنی محبت کا احساس دلاتی۔

چہرے پر ہلکا پھلکا میک اپ کر کے وہ پرفیوم سپرے کرتی بیڈ پر

بیٹھی۔

ابھی وہ بیٹھی وجاہت کے بارے میں ہی سوچ رہی تھی جب کمرے

کا دروازہ کھول کر وہ اندر آیا۔ آج وجاہت جلدی گھر آگیا تھا۔ وہ

سرخ پڑتے چہرے سے لیٹ گئی۔۔وجاہت نے نوٹ بھی کیا لیکن

پھر سر جھٹکا۔

"تم نے کھانا کھالیا؟"وجاہت نے کنزل کو دیکھتے پوچھا۔ان میں

اب کھانے کے علاوہ جیسے کوئی بات ہو ہی نہیں رہی تھی۔

"مجھے ابھی بھوک نہیں ہے۔اور کیا ہر وقت کھانے کھانے کی ہی

بات ہو گی۔"۔

کنزل کہتے ہی اپنی جگہ سے اُٹھ کر وجاہت کے پاس بڑھی۔ جو رخ موڑے کھڑا اپنے ہاتھ سے گھڑی اتار رہا تھا۔

"اور کیا باتیں کرنا چاہتی ہو؟؟" وجاہت نے اس کو نظر انداز کیا۔

"وجاہت مجھے پتہ چل گیا ہے آپ کس بات کو لے کر پریشان ہیں۔ آپ ہم دونوں کی عمر کو لے کر پریشان ہیں نا؟ اور کب تک

آپ اس بات کو لے کر الجھن کا شکار رہیں گے۔۔۔"اُس نے سیدھا آکر مدعے کی بات کی تھی۔

کنزل کی بات پر وہ جھٹکے سے مڑا۔۔جو گرین فراک میں ہوش ربا حسن سے وجاہت کو اپنی طرف متوجہ کر رہی تھی۔اسے زرا بھی پتہ نہیں تھا کہ وہ یہ سوال کرے گی۔

"ایسا کچھ نہیں ہے۔۔تم کھانا کھا کر سو جاؤ،رات کافی ہو گئی ہے۔۔"وہ دوبارہ رخ موڑ گیا۔

"اور اگر مجھے نیند نہ آرہی ہو۔۔تو کیا کروں،۔۔" کنزل نے لب

دبائے زرا سا جھک کر وجاہت کو دیکھا، جو سیگریٹ سلگا چکا تھا اور

اب اس کے گہرے کش لے کر اس کے حسن سے نگاہ چرانے کے

بہانے ڈھونڈ رہا تھا۔ وہ آج اس کے دل تک رسائی پانا چاہتی تھی۔

"تم کوئی مووی دیکھ لو۔۔یا جو تمہارا دل کرے وہ کر لو۔۔"

"اور اگر میرا مووی دیکھنے کو بھی دل نہ کرے تو؟؟؟"

تو پھر جو دل کرے وہ کرو۔۔"

وجاہت اسے اپنے سامنے سے ہٹانا چاہتا تھا۔

"میرا دل جو چاہ رہا ہے،۔وہ آپ کا دل نہیں مان رہا۔۔۔"

وہ بمشکل یہ بول پائی،۔حیا سے چہرہ لال پڑ گیا۔

وجاہت چونک کر مڑا۔۔

"تمہارا کیا دل چاہ رہا ہے،۔۔زرا مجھے بھی بتاؤ،۔وجاہت نے

چہرے پر گہری سنجیدگی سجائی۔

"آپ سے باتیں کرنے کو، آپ سے اپنی تعریف کروانے

کو۔کنزل نے مسکراتے ہوئے کہا۔

آج تو اس کا انداز ہی الگ تھا۔

"کنزل سٹاپ دس نان سینس۔۔اور جاؤ سو جاؤ۔۔۔"وہ بیزار ہی ہو گیا تھا۔

"کتنے خشک مزاج انسان ہیں آپ۔کیا سچ میں؟کنزل نے اپنی ہی بات پر خود سے سوال کیا پھر سر جھٹک کر وجاہت کی طرف دیکھا۔

وجاہت۔۔۔"اس نے ایک بار پھر اسے پکارا۔۔یہ ہمت اس کی دی ہوئی ہی تو تھی جو آج وہ اسے اس سے بات کر رہی تھی۔

"کنزل۔۔!!" وجاہت نے مصنوعی گھوری سے اسے نوازا۔

" آج میں آپ کی ان گھورتی نگاہوں سے بالکل بھی نہیں سہموں گی۔۔" وہ ناک چڑھائے بولتی اس کے لبوں پر مسکراہٹ لائی۔

"سیریسلی۔۔" وہ سیگریٹ جوتے تلے مسلتا آگے آیا کہ کنزل پیچھے ہوئی۔

"میں بالکل سیریس ہوں۔۔ "

"تو پھر پیچھے کیوں جا رہی ہو۔"

وہ میری مرضی۔۔۔" اس کی بولتی نگاہوں نے حالت بری کی۔

"رکو۔۔۔" وجاہت نے اسے رکنے کا اشارہ دیا۔۔

"پکڑ کر دکھائیں مجھے۔۔ دور جارہی ہوں میں آپ سے۔۔۔" وہ

زبان چڑھاتی کمرے سے نکل گئی۔

ایک پل کے لیے اس کے الفاظ دل روک گئے۔

کنزل۔۔۔"

وجاہت مٹھی بند کیے اس کے پیچھے بھاگا۔ کہیں وہ کھیل کھیل میں

اپنا نقصان نہ کروالے۔۔ اس کو زرا سی بھی تکلیف دینے کا وہ سوچ

بھی نہیں سکتا تھا۔۔ وہ لڑکی جن تکلیفات جن مشکلات سے گزر کر

اسے ملی تھی،۔ اب وہ اس کے معاملے میں کسی بے جان شے پر

بھی یقین نہیں کرنا چاہتا تھا۔

"کنزل۔۔۔" ولا میں اس کی آواز گونجی،۔ کنزل پلر کی اوٹ میں

چھپی وجاہت کو دیکھنے لگی جس کے چہرے پر بے قراری

تھی،۔ کنزل نے بمشکل اپنی مسکراہٹ روکی۔

"کنزل۔۔۔ اس نے بھرپور شدت سے اس کا نام پکارا۔۔ دل بے

قرار ہونے لگا۔۔ پیشانی پر پسینہ چمک گیا۔ اس نے سینہ مسلا تھا۔

"اب ڈھونڈیں مجھے۔۔میری طرف دیکھ بھی نہیں رہے تھے۔"

کنزل بھی ضدی ہوئے بڑبڑائی۔

"کنزل۔۔۔باہر آؤ۔ جلدی۔۔"وہ اپنا دل مسلتا گھبرا رہا تھا۔ آج اسے اپنے ان سارے سوالوں کے جواب مل گیا تھے جو پچھلے دو دن سے اسے پریشان کر رہے تھے۔ کنزل سے محبت نہیں وہ عشق کرنے لگا تھا۔ اور اس نے کبھی کنزل کی کم عمری کا فائدہ اٹھانے کی

کوشش نہیں کی فضول میں وہ عدیم کی باتوں کو سر پر پچھلے کچھ

دنوں سے سوار کیے بیٹھا ہوا تھا۔

کنزل کو اس کی حالت حیران پریشان کر گئی تھی۔

کنزل۔۔۔" وجاہت اب تیز قدموں سے ہر جانب دیکھ رہا تھا۔۔

کنزل اس کی دیوانگی بھری حالت دیکھتی تیزی سے اس کی جانب

بھاگی۔۔ پھولی سانسوں اور بھیگی آنسوؤں سے بھری آنکھوں اسے

یہ فاصلہ سمیٹنا مشکل لگنے لگا۔ وہ بے قرار ہوتی پشت سے اس کے

ساتھ جا لگی۔

وجاہت رک گیا۔۔ کنزل کے ہاتھ اس کے سینے پر تھے۔۔ جبکہ

اس کی گرم سانسیں اسے پشت پر محسوس ہوئی۔

وجاہت کا دھڑ دھڑ کرتا دل اپنی روانی پر آنے لگا۔۔

"اتنی محبت کرتے ہیں۔۔ پھر نظر کیوں چرائے پھر رہے تھے

پچھلے دنوں سے ؟۔۔" وہ بھیگی آنکھوں سے بولی تھی۔۔ آواز میں

بھی نمی گھلی تھی۔

وجاہت نے آنکھ بند کی اور لب بھینچ لیے۔۔فلحال وہ کچھ نہیں کہنا چاہتا تھا۔۔کچھ بھی نہیں۔۔اس نے سینے پر رکھے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔جیسے یقین دلانا چاہو کہ وہ پاس ہی ہے۔

"کنزل کو اس کی دھڑکنیں اپنی ہتھیلی پر محسوس ہو رہی تھیں۔

وجاہت نے اسے سامنے کیا اور خود سے لگا لیا۔

"وجاہت۔۔"کنزل گھبرائی تھی جس کی آنکھوں میں سرخ بڑھ گئی تھی۔

"کچھ مت بولو کنزل۔۔"وجاہت نے اسے شدت سے خود میں بھینچ لیا۔

" "وجاہت میں آپ سے محبت کرنے لگی ہوں۔۔اور میں چاہتی ہوں کہ جس سے میں محبت کرتی ہوں وہ بھی مجھ سے اتنی ہی محبت کرے۔بلکہ اس سے بھی زیادہ کرے۔لیکن جس سے میں محبت کرتی ہوں۔۔وہ مجھ سے زیادہ تو کیا تھوڑی سی بھی محبت نہیں کرتا۔آپ نے مجھے اپنا عادی بنا دیا ہے۔۔اب اگر آپ مجھ سے دور جائیں گے تو میں مر جاؤں گی۔"

اس کی شرٹ جکڑے وہ روتی وجاہت کو بھی بے چین کر گئی۔

"کنزل۔۔۔"وجاہت نے گرفت سخت کی۔۔

"جس سے تم محبت کرتی ہو، کنزل۔۔۔وہ تم سے تمہاری محبت سے

بھی زیادہ دیوانگی بھرا عشق کرتا ہے۔۔ لیکن وہ ڈرتا ہے،۔۔ کہ

کہیں وہ تمہیں اپنی محبت سے نوازتے نوازتے تکلیف نہ دے۔۔"

"جو اتنی محبت کرتا ہو وہ کیسے کسی کو تکلیف دے سکتا ہے

وجاہت۔۔"

"اس کی گھنی داڑھی پر ہاتھ رکھ کر اس نے وجاہت کی آنکھوں میں دیکھتے کہا۔

اس وقت کنزل کو وہ معصوم سا بچہ ہی لگ رہا تھا۔ کنزل کے پیچھے جھکنے پر وجاہت نے کمر کے گرد دونوں ہاتھ رکھ کر اسے مکمل اپنے سہارے کیا۔

کنزل نے یہ سہارا دینا واضح محسوس کیا۔

" جانتے ہیں اس وقت آپ مجھ سے بھی چھوٹے بچے لگ رہے ہیں "۔ اس کی داڑھی سہلاتی وہ چڑ کر بولی۔

"اور تم بڑی عمر کی دادی۔۔" وجاہت نے بھی چڑ کر کہا۔

"پھر آپ بھی بڈھے وجاہت ہیں۔ جو صرف میرے ہیں ۔۔"

۔" کنزل نے ایک بار پھر داڑھی سہلائی۔ جو اس کے چہرے پر

بہت بھلی لگتی تھی۔

"یقین کرو۔۔مجھے آج تک کسی نے بڈھا نہیں کہا۔ یہ میری اپنی

بیوی کا کہنا ہے،۔ پھر میرا انسکیور ہونا بنتا بھی ہے۔۔"

اس کی ناک سے ناک سہلائے وہ شرارت پر آمادہ ہوا۔۔

بھیگی آنکھیں کنزل کی اندرونی کیفیت کو شدت سے بیان کر رہی

تھیں۔۔

"کنزل پچھلے کچھ دن میں پریشان ضرور تھا لیکن اب میں نے یہ

جان لیا ہے کہ میں نے عشق کی راہ میں قدم رکھ دیا ہے۔ جس کے

بعد کوئی راہ دکھائی نہیں دیتی۔" اس کا لفظ لفظ محبت کی ترجمانی

تھا۔۔ کنزل کو اپنی قسمت پر رشک آیا۔

"آئندہ آپ مجھ سے دور نہیں جائیں۔گے؟"

کنزل منہ پھلائے بولی۔ تو وجاہت نے نفی میں سر ہلا یام

"مجھے آپ کی محبت پر بالکل بھی شک نہیں ہے۔۔اور نہ ہی کبھی افسوس ہو گا،اب وعدہ کریں مجھ سے"

کنزل نے ہتھیلی سامنے کی۔

"میں وعدہ کرتا ہوں آئندہ کبھی بھی اپنی خوبصورت امعصوم اور چھوٹی بیوی سے دور رہنے کی کوشش نہیں کروں گا۔"اس کی ہتھیلی کو چومتے

وجاہت نے کہتے ہی کنزل کو اپنی باہوں میں اٹھایا اور اسے کمرے

کی طرف لے جانے لگا۔

وجاہت۔۔۔"وہ شرما کر اس کے سینے میں منہ چھپا گئی

اسے بیڈ پر لٹائے وہ اس کے قریب جھکا۔۔اور اپنی دہکتی نگاہوں

سے اس کا چہرہ دیکھا۔اور اس کے گالوں کو چھوئے وہ ان کی سرخ

چرا گیا۔اس کے لمس میں ہلکی سی شدت سمٹی تھی۔

"وجاہت یہ کیا کر رہے ہیں آپ؟"

کنزل نے تھوڑا گھبرائے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"کیا ہوا؟؟ تمہیں ہی لگ رہا تھا ناں کہ میں اپنی اور تمہاری عمر کو

لے کر تذبذب کا شکار ہوں۔ تو اب کیوں تم شرما رہی ہو۔؟"

وجاہت دبے لفظوں سے بولتا، کنزل کا سرخ پڑتا چہرہ دیکھ رہا تھا،

جہاں گلال بکھرا تھا۔

"پیچھے ہٹیں، آپ کچھ زیادہ ہی بے شرم ہو گئے ہیں،۔ اور پھر کہتے

ہیں میں شرما کیوں رہی ہوں ۔۔"

گالوں پر بکھری اس کی شدتوں کی لالی پر وجاہت کو مزید خماری

چڑھی۔

"ابھی تھوڑی دیر پہلے کوئی کہہ رہا تھا کہ میں بہت ہی خشک مزاج

آدمی ہوں ۔۔ اور اب کہا جارہا ہے کہ میں بہت بے شرم

ہوں ۔۔"

اس کی گلابی آنکھوں کو دیکھتے وہ قریب جھکا، کنزل نے شرم سے آنکھیں بند کر کے چہرہ چھپالیا۔

وجاہت اس کی نازک سی ادا پر مسکرائے بنا نہ رہ پایا۔۔

"کنزل۔۔۔میری طرف دیکھو" اس کی پکار میں طلب تھی۔۔

"میں ہرگز نہیں دیکھوں گی۔۔" وہ دھڑ دھڑ کرتے دل کے ساتھ بولی۔

"کنزل۔۔۔" اس بار لہجہ سخت ہوا تو کنزل نے ہاتھ ہٹایا۔

جب چہرے پر نظر پڑی تو شدید غصہ آیا، جہاں اب خمار آلود مسکراہٹ بکھری تھی۔

"ڈر لگ رہا ہے؟؟ میرا قریب آنا پسند نہیں آرہا؟؟"

وجاہت نے سیریس انداز میں پوچھ کر کنزل کو دیکھا،

"ایسا نہیں ہے وجاہت۔۔" پل میں آنکھیں بھیگی۔

"پھر کیسا ہے؟؟ وجاہت بے قرار ہوا۔

"آپ مجھے چھوڑ تو نہیں دیں گے نا؟؟"

کنزل کی آنکھوں میں سوال کے ساتھ حسرت بھی تھی۔وہ سہمی

سہمی اس کی شرٹ کو جکڑ گئی تھی۔

"تمہیں کیوں چھوڑوں گا۔۔۔"وجاہت نے دلچسپی سے پوچھا۔

"پتہ نہیں۔۔۔"آنسو کنپٹی پر بہہ گئے۔"

"تمہیں آج میں یہی تو بتانا چاہتا ہوں کہ اب میں تمہیں چاہ کر بھی

کبھی چھوڑ نہیں سکتا۔

اس کی بھیگی پلکوں کی نمی چراتے وہ چہرے پر جھکا،

کنزل بوکھلا گئی تھی۔

"وجاہت۔۔۔"اس نے شرٹ کو مزید گرفت میں لیے کپکپائے انداز میں کہا،۔اس کی ہر مزاحمت کو نظرانداز کیے وہ چہرے پر اپنی شدتیں بکھیرے اس کی سانسیں پھولا گیا تھا۔۔

"تم جانتی ہو، تم مجھے کب پہلی بار اچھی لگی تھی؟"اس کے بال سہلائے وہ قریب لیٹا اور ایک بازو پیٹ کر گرد حائل کر دیا۔کنزل نے سانس روکا۔۔اس کی سانسوں کی تپش گردن کو جھلسا گئی تھی۔

"جب تم یونیورسٹی میں بیہوش ہونے والی تھی،۔ مجھے لگا تھا تمہیں

میں کھودوں گا، تمہارا رنگ اڑ چکا تھا،۔۔ اور جسم بے جان

تھا،۔ اسی وقت مجھے احساس ہو رہا تھا کہ میرا دل بھی بے جان ہو رہا

ہے۔۔"

اس کی گردن پر لب مس کیے، اس نے محبت کی پہلی نشانی

بتائی۔۔ جبکہ کنزل کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے جو گردن میں

چہرہ چھپائے وجاہت کے بالوں میں جذب ہوئے۔

"وجاہت۔۔میں۔۔ع۔۔عدیم۔۔" کنزل نے کہنا چاہا لیکن

وجاہت نے اپنا بھاری ہاتھ اس کے گلابی لبوں پر رکھ کر اس کے

لفظوں کا گلا گھونٹ دیا۔

"میں اپنے درمیان کسی تیسرے کا ذکر تو کیا سوچ بھی نہیں چاہتا، وہ

تمہارا ماضی تھا، میں تمہارا حال مستقبل۔سب کچھ ہوں"

اس کے گال پر انگوٹھا پھیرے وہ سرد انداز میں بولا۔اور اٹھ کر

اس کی آنکھوں میں جھانکا۔

کنزل نے کروٹ بدل کر اس کے گرد بازو حائل کر کے خود کو اس تکلیف دہ لمحات سے آزاد کروانا چاہا۔۔جو ہر بار اسے سہا دیتے تھے۔،اس کی نرم سی بانہوں کا ہار دل کی حالت تہہ و بالا کر گیا تھا۔ وجاہت نے اس کو سختی سے خود سے لگایا۔۔اور پشت کو نرمی سے سہلایا۔

"تم۔وجاہت عالم کی ہو کنزل۔۔میری صرف اور صرف میری۔۔اور تمہیں میں کبھی تکلیف میں نہیں دیکھ سکتا،۔۔میری محبت تمہارے معاملے میں بہت خود غرض ہے۔وہ اپنے درمیان

کسی دوسری چیز کا ہلکا سا عکس بھی برداشت نہیں کر سکتی۔ پھر چاہے

وہ یہ آنسو ہی کیوں نہ ہو۔"

اس کی بوجھل۔ پلکوں پر ٹھہرے آنسو اس نے اپنی پور پر لیے۔

"یہ آنسو تو ایسے ہی۔۔۔"

کیا ایسے ہی؟ تم انہیں بہنے کا موقع خود دیتی ہو۔۔"ایک بار پھر

پلکوں کو چوم کر اس نے گرفت مضبوط کی۔

اب نہیں بہاؤں گی۔۔۔"اس نے فوراً ہتھیار ڈالے۔

"تمہارا وجود میرے لیے سکون ہے، میری تنہائیوں کی راحت ہے۔۔ تم وجاہت عالم کو سنبھالنا جانتی ہو۔۔ تو میں کیا یہ کام نہیں کر سکتا، حالانکہ میرا عشق تو سب سے اول درجے پر ہے۔۔" اس کے کان کی لو کو چھوئے اس نے کنزل کی سماعت کو مہکایا تھا۔ اور اس کے لبوں پر جھک گیا۔۔

کنزل نے سکون سے آنکھیں موندی۔

"اجازت ہے۔۔۔" کنزل کو خود پر رشک آیا، وہ شخص اسی کو چھونے کے لیے اسی سے اجازت چاہ رہا تھا۔۔ کنزل کا دل اس کی محبت پر ایمان لے آیا تھا۔۔ بنا کسی مزاحمت کے اس نے سینے پر سر رکھ کر بازو گردن کے گرد ڈالے۔

اس کی اجازت پر اس نے سائیڈ لیمپ بجھایا اور اس پر قابض ہوا دونوں کی دھڑکنیں ایک کر گیا تھا۔

وہ شخص اپنے ہر عمل سے سچا ثابت ہو رہا تھا۔۔ وہ زخم جو کبھی کنزل کو اذیت دیتے تھے۔ ان پر وجاہت کا لمس کنزل کو مسرور کر گیا تھا۔ ہر تکلیف ہر اذیت آج ختم ہو گئی تھی۔

وہ اسے نازک گڑیا کی طرح ہی اپنی بانہوں میں سنبھالے ہوئے تھا۔ یہ رات وجاہت کو ہر اندیشے سے دور کیے کنزل کی ذات میں گم کر گئی تھی۔

بوجھل سرگوشیوں میں رات صبح کی جانب ڈھلنے لگی تھی۔ اور وہ وجاہت کے سینے پر سر رکھے گہری پر سکون نیند میں سو گئی۔ آج

کوئی برا خواب اس کا تعاقب نہیں کر رہا تھا آج ہر جانب وجاہت عالم کا عکس تھا۔ جو اس کے ہر مرض کی دوا تھا۔

صبح وجاہت کی آنکھ کھلی تو اس نے اپنے پہلو میں لیٹی کنزل کو دیکھا۔ جو گہری نیند میں سوتی معصوم بچی لگ رہی تھی۔۔

اسے دیکھ کر وجاہت کے چہرے پر مسکراہٹ آگئی اس نے جھک کر کنزل کے ماتھے پر بوسہ دیا۔ اور اسے ایک بار پھر بانہوں میں بھینچ لیا۔

اس کی قربت میں مہکی وہ لڑکی وجاہت کو آج مزید خوبصورت لگی تھی۔ کئی پل وہ اس کا گلابی چہرہ دیکھتا مسکراتا رہا، آج مسکراہٹ لبوں سے جدا ہونے کا نام نہیں لے رہی تھی۔ وہ نیند مین کسمسائی تھی۔ اس کی نیند کا خیال کیے وہ اُٹھ کر فریش ہونے چلا گیا۔

جب وہ فریش ہو کر باہر آیا تو کنزل ابھی تک سو رہی تھی۔

وہ مسکرا کر کنزل کے پاس گیا۔ اور جھک کر اس کی گال کو تھپتھپایا۔

"کنزل جلدی سے اُٹھ کر فریش ہو جاؤ آج میں تمھارے لیے

ناشتہ بناؤں گا۔"

وجاہت نے محبت بھرے لہجے میں سوئی کنزل کو دیکھتے کہا۔

جس پر وجاہت کی بات کا زرا سا بھی اثر نہیں ہوا تھا۔ وہ اُٹھ گئی تھی

لیکن وجاہت کو دیکھتے اس نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔ آج نظر

ملانا اسے مشکل لگ رہا تھا۔

"کنزل پھر میں اپنے طریقے سے تمہیں جگاؤں گا"۔وجاہت کہتے ہی اس کے ہونٹوں پر جھک گیا۔کنزل نے فوراً آنکھیں کھولیں۔۔اور اسے دور ہٹانا چاہا۔۔

"وجاہت۔۔"وہ چہرہ چھپانے والی تھی جب وجاہت نے اس کے ہاتھ پکڑ لیے۔۔

"میں جاگ رہی تھی میں جانتا تھا۔"وجاہت نے اس کی ناک سے ناک مس کرتے کہا۔

"آپ نے ہی جگایا ہے۔۔" کنزل دبا دبا سا بولی تو وجاہت سر ہلا کر

اپنے گیلے بالوں کی کئی بوندیں اس کے چہرے پر پھیلائیں۔

"جلدی سے فریش ہو کر باہر آجاؤ۔ پھر میں تمہیں ناشتہ کرواتا

ہوں۔۔ تم میری بنائی چیز کو سراہے بنا نہیں رہ پاؤ گی۔۔" وجاہت

نے مسکراتے ہوئے اس کی ناک کو چومتے کہا اور وہاں سے باہر چلا

گیا۔

کنزل اُٹھ کر بیٹھی اور رات کا سوچ کر ہی اس کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔

وہ جلدی سے اپنی جگہ سے اُٹھی اور فریش ہونے چلی گئی۔

جب وہ فریش ہو کر باہر آئی تو آئینے کے سامنے کھڑی اپنے نکھرے چہرے کو دیکھ کر مسکرا پڑی تھی۔ جس پر وجاہت کی محبت کے گہرے رنگ تھے۔

ریڈ کلر کا فراک جو وجاہت ہی اس کے لیے نکال کر گیا تھا۔زیب تن

کیے وہ سرخ گڑیا ہی لگ رہی تھی۔

اس نے اپنے گھنے بالوں کو باندھا اور پھر کمرے سے باہر چلی گئی۔

باہر وجاہت ناشتہ تیار کر چکا تھا جب کنزل کو دیکھتے مسکرا پڑا۔

وہ ریڈ فراک میں بہت پیاری لگ رہی تھی۔چہرے پر قربتوں کی

لالی تھی۔

وجاہت نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا اور خود بھی اس کے ساتھ والی

کرسی پر بیٹھ گیا۔

"آج شام میں جلدی گھر آجاؤں گا تم تیار رہنا ہم ڈنر باہر کریں گے۔"

وجاہت نے کنزل کو دیکھتے کہا۔

"اوکے۔" کنزل نے فرمانبرداری سے اثبات میں سر ہلاتے کہا۔ لیکن نظر نہیں اٹھائی۔

"میں اب چلتا ہوں۔ اگر تم بور ہو تو مجھے کال کر لینا۔"

وجاہت اس کا چہرہ دیکھنا چاہتا تھا۔

کنزل۔۔" وجاہت نے سنجیدگی سے اس کا نام لیا تو کنزل نے

سر اٹھایا۔

وجاہت۔۔" وہ شرما کر اس کے سینے میں منہ چھپا گئی۔۔ جبکہ

وجاہت نے اس کے نم بالوں پر لب رکھے تھے۔

"اپنا خیال رکھنا۔۔" وجاہت نے اس کے چہرے کو ہاتھ کے پیالے

میں لیے ماتھے کو چومتے ہوئے کہا اور وہاں سے چلا گیا۔ اس کی آج

میٹنگ تھی اس لیے اسے جلدی آفس جانا تھا۔

تھوڑی دیر بعد کنزل ناشتے سے فارغ ہو کر اپنے کمرے میں آگئی

تھی۔

آج کا دن اس کے لیے روشن تھا۔ ہر چیز جیسے اسے خوبصورت لگ

رہی تھی۔

وہ مسکراتے ہوئے سٹڈی میں بڑھی۔۔ تاکہ وہاں ایک نظر ڈال کر

دروازہ بند کر سکے۔ وہ اندر آئی تو وہاں بھی جیسے وجاہت کی خوشبو

پھیلی تھی۔

وہ مسکراتی ہوئی الماریوں کو چھونے لگی۔۔ان میں بھری کتابوں کو

دیکھتی وہ مڑی تھیم

جب اس کی نظر ٹیبل کے کونے پر پڑے لاکٹ پر پڑی۔کنزل

نے آگے بڑھ کر اُس لاکٹ کو پکڑا اس پہنچانے میں ایک سیکنڈ لگا

تھا کہ یہ لاکٹ اس کا ہے۔جو یونیورسٹی میں کہی کھو گیا تھا۔

"تو یہ وجاہت کے پاس تھا۔" کنزل نے دل میں سوچا اور مسکرا

پڑی اور اب تو اسے لگ رہا تھا جو اسے کال آئی تھی وہ بھی وجاہت

کی ہی ہو گی کیونکہ وہ پہلے سے اس کے بارے میں سب کچھ جانتا

تھا۔

"یونیورسٹی میں تو مجھے ایسے دیکھتے تھے جیسے نظروں سے ہی سالم

نگل جائیں گئے اور میرے ہی لاکٹ کو سنبھال کر رکھا ہوا ہے۔"

کنزل نے منہ میں بڑبڑاتے ہوئے کہا اور اُس لاکٹ کو اس نے

پہن لیا۔ تاکہ وجاہت کو سرپرائز کر سکے، جس نے اس کی چیز کو اتنا

سنبھال کر رکھا تھا۔

وہ بہت خوش تھی۔

عالم نے اسے اپنے باپ کا نہیں بتایا تھا۔ نا ہی وہ حقیقت کسی کو بتانا

چاہتا تھا۔

اس نے یہی کہا تھا کہ اس کے ماں باپ کی ایک حادثے میں موت

ہو گئی۔

حسام اور اسفند نے بھی اپنی بیویوں کو یہی کہا تھا۔

کیونکہ حقیقت تو وہ بھی نہیں جانتے تھے کہ انکے باپ کے ساتھ

کیا ہوا۔ اس لیے جو وجاہت نے کہا وہی ان لوگوں نے کہہ دیا تھا۔

جمشید آفس میں بیٹھا ہوا تھا آج عدیم آفس نہیں آیا تھا۔

جب اس کے سیکریٹری نے ایک انویلپ لا کر جمشید کو دیا۔ جب پر

نام بھی اسی کا لکھا ہوا تھا۔

اس نے حیرانگی سے اسے کھولا اور اندر سے ایک رپورٹس نکلی لیکن

جیسے جیسے وہ پڑھتا جا رہا تھا غصے سے اسکا چہرہ سرخ ہوتا گیا۔

"تو اُس دن یہی سب کچھ جمال مجھے بتانے آرہا تھا جب تم نے اپنے بھائی کو کہہ کر اُس کا ایکسیڈنٹ کروانا چاہا تمھاری بدقسمتی اُس حادثے میں تمھارے بھائی نے بھی اپنی جان گوادی تھی۔

تم نے اتنا بڑا دھوکہ دیا مجھے۔" جمشید نے کھڑے ہوتے زور سے ٹیبل پر ہاتھ مارتے سرد لہجے میں کہا۔

اب اسے ساری بات سمجھ میں آئی تھی لیکن وہ نہیں جانتا تھا کہ یہ رپورٹس اسے کس نے بھیجی ہیں۔ اور یہ جاننا اس کے لیے ضروری بھی نہیں تھا۔

اس وقت وہ اس قدر غصے میں تھا اگر اس کے سامنے تہمینہ ہوتی تو

اس کا گلا دبا دیتا۔

غصے میں وہ رپورٹس پکڑے آفس سے باہر نکلا تھا۔

گھر میں داخل ہوتے اس نے سامنے تہمینہ کو بیٹھے دیکھا جو اس کی

ماں کے پاس بیٹھی باتیں کر رہی تھی۔

جمشید تہمینہ کے پاس گیا اور اسے بازو سے پکڑ کر سامنے کھڑا کرتے

زور سے اس کے منہ پر تھپڑ دے مارا۔

نور بانو اور تہمینہ تو کچھ سمجھ نہیں پائی تھی کہ ہوا کیا ہے۔

"یہ کیا ہے؟"جمشید نے تہمینہ کے منہ پر رپورٹس کو پھینکتے ہوئے سرد لہجے میں پوچھا۔

تہمینہ نے بے یقینی سے جمشید کی طرف دیکھا جس کا چہرہ غصے سے سرخ ہو رہا ہے تھا۔

"جمشید کیا ہوا؟ تم اتنے غصے میں کیوں ہو۔۔اور تہمینہ کو کیوں مارا؟؟"نور بانو نے جمشید کو دیکھتے پوچھا۔

تہمینہ نے جھک کر رپورٹس پکڑی اور پڑھنے لگی لیکن جیسے جیسے وہ پڑھتی جارہی تھی اس کے چہرے کا رنگ اڑتا جارہا تھا۔

"جمشید یہ جھوٹ ہے۔۔یہ سچ نہیں ہو سکتا۔۔ایسا کچھ بھی نہیں

ہے۔" تہمینہ نے نفی میں سر ہلاتے کہا۔

"ابھی بھی تم مکر رہی ہو؟ اتنے سالوں تک تم نے مجھے دھوکہ دیا؟

تم ایک گھٹیا عورت ہو۔

شادی سے پہلے تمھارے جمال سے ناجائز تعلقات تھے۔اور عدیم

اُسی کا خون ہے۔"

جمشید نے کرخت لہجے میں دھاڑتے ہوئے کہا۔

نور بانو بے یقینی سے اپنے بیٹے کو دیکھ رہی تھی۔ جس کے لفظوں کی سچائی اب بھی ہضم نہیں ہوئی تھی۔

"جمشید سوچ سمجھ کر بات کرو تم اپنی بیوی پر الزام لگا رہے ہے" نور بانو نے سرد لہجے میں کہا۔

"الزام نہیں لگا رہا ثبوت ہے میرے پاس عدیم میری اولاد نہیں ہے اس عورت نے مجھ سے جھوٹ بولا اور اپنے گناہ کو چھپانے کے

لیے اس نے اپنے بھائی کی مدد کی اور جمال کا ایکسیڈنٹ کروایا جس

میں اس کے اپنے بھائی کی بھی موت ہوئی۔

تمھاری جیسی مکار عورت کو تو میں دیکھنا بھی پسند نہیں کرتا۔"

جمشید نے اپنی ماں کو دیکھتے اسے حقیقت بتائی۔

اس کی آواز اونچی ہوتی جا رہی تھی۔

نور بانو نے بے یقینی سے تہمینہ کو دیکھا تھا جو آنسو بہا رہی تھی۔

اسے تو لگا تھا جمال کے ساتھ یہ سچائی بھی ہمیشہ کے لیے دفن ہو گئی

ہے لیکن وہ غلط تھی۔

"تہمینہ کیا یہ سچ ہے؟" نور بانو نے تہمینہ کو دیکھتے سرد لہجے میں

پوچھا۔

"امی جی میں آپ کو حقیقت بتاتی ہوں"۔ تہمینہ نے کہنا چاہا جب

نور بانو نے ایک زور دار تھپڑ تہمینہ کے منہ پر دے مارا۔

ان کے سینے میں شدید درد کی لہر اٹھی تھی۔

عدیم جو اندر آ رہا تھا۔ اپنے باپ کی بات سنتے وہی رک گیا۔

لیکن جیسے ہی اُس کے کانوں نے یہ تلخ حقیقت سنی اسے تو یقین

نہیں آیا۔

سچائی جاننے کے بعد تو اسے اپنے پیروں تلے زمین نکلتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔

اس کا مطلب تھا کہ وہ جمشید کی اولاد نہیں تھا۔ناجائز کا ٹیگ اس پر لگ چکا تھا۔

اس کے قدم ڈگمگائے تھے اسے وجاہت کی بات یاد آئی اس کا مطلب وہ سب جانتا تھا اوہ وہ سچ بول رہا تھا۔

جمال وہ جمال کا بیٹا تھا اور وجاہت کا وہ سوتیلا اور ناجائز بھائی ہے۔

یہ سب سوچتے اسے اپنے سینے میں سانس اٹکتا ہوا محسوس ہوا تھا۔

"اتنا بڑا سچ ؟کاش مجھے اس بارے میں پتہ نہ چلتا۔"

وہ الٹے قدم لیتا اپنے سینے کو مسلتے ہوئے منہ میں بڑبڑاتے وہاں

سے چلا گیا۔

تہمینہ اپنے گال پر ہاتھ رکھے بے یقینی سے اپنی ساس کو دیکھا تھا

جس نے آج تک اس پر ہاتھ نہیں اٹھایا تھا۔ لیکن آج ان کا ہاتھ

اٹھا اور اس کے چہرے پر نشان چھوڑ گیا تھا۔

"اب تو مجھے شک ہو رہا ہے پتہ نہیں زبیر اور سدرہ بھی میرے بچے

ہیں یا نہیں"

جمشید نے قہر برساتی نظروں سے تہمینہ کو دیکھتے کہا۔

"نہیں جمشید وہ دونوں آپ کے ہی بچے ہیں میری بات کا یقین

کریں۔" تہمینہ نے جمشید کی طرف آتے روتے ہوئے کہا۔

"پیچھے رہو مجھ سے اور تمھاری جیسی عورت میری بیوی نہیں ہو

سکتی۔ اتنے سال مجھے دھوکے میں رکھا۔ لیکن اب نہیں۔۔

میں تمہیں اپنے پورے ہوش و حواس میں طلاق دیتا ہوں

طلاق دیتا ہوں

طلاق دیتا ہوں

نکل جاؤ میرے گھر سے تمھاری منحوس شکل میں دیکھنا بھی نہیں

چاہتا۔"

جمشید۔۔۔"تہمینہ چیخی تھی۔

دفعہ ہو جاؤ یہاں سے۔۔۔"اس نے تہمینہ کو دیکھتے کہا جو اپنے منہ

پر ہاتھ رکھے جمشید کو بے یقینی سے دیکھ رہی تھی۔

پل بھر میں جمشید نے اپنا نام اس سے چھین لیا تھا۔ کتنا کچھ اس نے شائستہ کو سنایا تھا۔ کنزل کے بارے میں باتیں کی تھیں اور اللہ تو بہتر انصاف کرنے والا تھا۔ تہمینہ اپنی جگہ پر بت بنی کھڑی تھی۔

امی !!! جمشید نے نور بانو کو زمین پر گرتے دیکھا تو فوراً اپنی ماں کے پاس پہنچا۔ جو زمین پر گر چکی تھی۔

نور بانو نے اپنے دل پر ہاتھ رکھا تھا اور وہی زمین پر ڈھ گئی۔

تہمینہ کھڑی انجان نظروں سے نور بانو کو دیکھ رہی تھی۔اس کی تو

ایک پل میں دنیا اجڑ گئی تھی،ایک پل میں اس کے ساتھ کیا ہو گیا

اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی۔

جو گناہ اس نے جمال کے ساتھ مل کر کیا تھا وہ کبھی نا کبھی تو اس کے

شوہر کے سامنے آنا ہی تھا۔

جمشید فوراً اپنی ماں کو ہسپتال لے گیا تھا۔

ہسپتال پہنچتے ہی ڈاکٹر نے نبض چیک کرتے ہی بتا دیا کہ ان کی ماں

یہاں لانے سے پہلے ہی ان کو چھوڑ کر جا چکی تھی۔

نور بانو اتنا بڑا سچ برداشت نہیں کر پائی۔ اور ان کو ہارٹ اٹیک ہوا اور اُسی وقت وہ سب کو چھوڑ کر اس دنیا سے چلی گئی۔

جمشید نے جب یہ سنا تو وہ وہی بینچ پر گرنے کے انداز میں بیٹھ گیا تھا۔

سدرہ جو خاور کے کہنے پر اپنا چیک اپ کروانے آئی تھی اس کی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں تھی اس لیے اس نے کنزل کو بھی فون کر کے کہہ دیا کہ آج وہ اس کے گھر نہیں آپائے گی۔

اس نے جب جمشید کو دیکھا تو

تو منہ میں بڑبڑائی۔

"ڈیڈ؟ ڈیڈ یہاں کیا کر رہے ہیں؟ "

سدرہ نے حیرانگی سے کہا اور اپنے باپ کی طرف اس نے قدم بڑھا

دیے۔

خاور بھی اسکے ساتھ ہی تھا۔

"ڈیڈ آپ یہاں سب خیریت ہے؟" سدرہ نے جمشید کے قدموں

میں بیٹھتے ہوئے پریشانی سے پوچھا۔

جمشید جو چہرہ جھکائے بیٹھا تھا آنکھیں اس کی آنسوؤں سے بھری ہوئی تھیں۔

پہلے بیوی کا سچ سامنے آیا پھر اس کی ماں بھی اسے چھوڑ کر چلی گئی۔اب سدرہ کو انجان نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

"ڈیڈ کیا ہوا سب ٹھیک ہے؟" سدرہ نے بے تابی سے پوچھا۔

"سدرہ تمھاری دادی جان ہم سب کو چھوڑ کر چلی گئی۔" جمشید نے سدرہ کو دیکھتے کہا۔

جس نے بے یقینی سے خاور کو دیکھا تھا۔

"دادی کو کیا ہوا؟ وہ تو ٹھیک تھیں۔۔"سدرہ نے اپنے باپ کے

ہاتھ پر ہاتھ رکھتے پوچھا۔ آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تھے۔

"ڈاکٹر نے کہا ہے کہ اُن کو ہارٹ اٹیک ہوا ہے۔ اور وہ۔۔"

جمشید نے مرجھائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"سدرہ تم ڈرائیور کے ساتھ اپنے ڈیڈ کو لے کر گھر جاؤ ان کی

طبیعت مجھے ٹھیک نہیں لگ رہی یہاں میں دیکھ لوں گا۔"

خاور نے سنجیدگی سے سدرہ کو دیکھتے کہا۔ جس نے اثبات میں سر

ہلا یا دیا تھا۔

"مجھے شائستہ کو بھی بتانا ہے"۔ جمشید نے بھیگے لہجے میں کہا۔

سدرہ نے بے بسی سے اپنے باپ کو دیکھا تھا۔

کیسا بھائی تھا جسے یہ تک معلوم نہیں تھا کہ ان کی بہت پہلے سے

روٹھ کر سب کچھ چھوڑ کر جا چکی ہے۔

"ڈیڈ شائستہ پھپھو کی بہت پہلے دیتھ ہو گئی تھی۔

اب وہ اس دنیا میں نہیں ہیں"

۔سدرہ کے اس انکشاف پر جمشید نے سدرہ کی طرف ایسے دیکھا

جیسے اُس نے کوئی ناممکن سی بات کر دیا ہو۔

"یہ۔۔کیسے۔۔نہیں یہ نہیں ہو سکتا۔"جمشید نے نفی میں سر

ہلاتے کہا۔

"ڈیڈ یہ سچ ہے آپ پلیز میرے ساتھ گھر چلیں"۔سدرہ نے

تکلیف دہ لہجے میں کہا۔

"میری بہن بھی اس دنیا سے چلی گئی اور کیسا برا بھائی ہوں میں کہ

مجھے معلوم تک نہیں نہ میں نے اُس کی کبھی خیریت معلوم کرنی

چاہی۔

میری ماں میری بہن دونوں اس دنیا سے چلی گئی۔

میں پیچھے اکیلا رہ گیا۔"

جمشید نے بے یقینی اور بے بسی سے سدرہ کو دیکھتے کہا۔

جس کی خود آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئی تھیں۔

"ڈیڈ چلیں میرے ساتھ۔۔" سدرہ نے جمشید کو کھڑے کرتے کہا

اور اسے زبردستی وہاں سے لے گئی۔

پیچھے خاور نے سارے معاملات دیکھے تھے اور نور بانو کی باڈی کو

وہی گھر لے کر آیا۔

عدیم اپنے فلیٹ پر چلا گیا تھا، جب اسے خاور کی کال آئی اور اس

نے نور بانو کا بتایا۔

اس وقت وہ اکیلا رہنا چاہتا تھا۔

جس حقیقت کا اسے پتہ چلا تھا۔ اُس کے بعد تو وہ خود کو سب کے سامنے چھوٹا سا انسان محسوس کر رہا تھا۔ وہ شاید نظر اٹھانے کے قابل نہیں رہا تھا۔

کتنا غرور تھا اسے خود پر جو ایک سیکنڈ میں چکنا چور ہو گیا تھا ۔

لیکن وہ اپنی دادی کے جنازے پر گیا تھا۔

بے شک وہ اس کی سگی دادی نہیں تھی لیکن جتنا پیار نور بانو نے اسے دیا تھا۔ وہ بھول نہیں سکتا تھا۔

تہمینہ اپنے کمرے میں ہی بند رہی تھی۔

سدرہ کو یہ بات پتہ چل گئی تھی کہ اس کا باپ اس کی ماں کو طلاق دے چکا ہے۔اور تہمینہ نے اپنے منہ سے ہی ساری حقیقت اسے بتائی تھی۔

کبھی وہ بات کرتے رونے لگتی کبھی ہنسنے لگتی۔سدرہ کو تو یقین نہیں آرہا تھا کہ عدیم اس کا سگا بھائی نہیں ہے۔یہ حقیقت اس کے لیے بھی ناقابل یقین تھی۔

لیکن سچ کو بدلہ نہیں جا سکتا تھا۔

سدرہ کو اپنی ماں کی دماغی حالت بھی کچھ ٹھیک نہیں لگ رہی

تھی۔ اس لیے اس کا کمرے میں رہنا ہی ٹھیک تھا۔

عدیم نے ایک نظر سدرہ کو دیکھتے اس اگنور کیا تھا۔ اس وقت اس

کے اپنے دماغ میں جنگ چل رہی تھی۔

کچھ دیر وہ تنہا رہنا چاہتا تھا۔

جمشید کو تو یہی معلوم تھا کہ عدیم کو حقیقت معلوم نہیں ہے لیکن وہ

اپنے کانوں سے سب کچھ سن چکا تھا

اُس نے عدیم کو اپنے بیٹے کی طرح پالا تھا اور اسے عدیم سے کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ جو بھی کیا تہمینہ نے کیا تھا۔

نور بانو کو دفنانے کے بعد عدیم گھر سے نکل گیا تھا۔ سدرہ اپنی ماں کے پاس رکنا چاہتی تھی۔ لیکن جمشید نے اسے منع کر دیا۔ کہ وہ یہاں نہیں رکے گی اپنے گھر جائے۔ سدرہ نے بے بسی سے خاور کی طرف دیکھا۔ جو خود کچھ نہیں کر سکتا تھا اس لیے سدرہ کو لیے گھر آ گیا۔

وہ گھر آتے خاور کے گلے لگتی روتی رہی تھی۔

خاور اسے چپ کروانے کی کوشش کر رہا تھا کیونکہ اس کی طبیعت پہلے ہی ٹھیک نہیں تھی۔

سدرہ روتے ہوئے وہی سو گئی۔

خاور پیار سے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیر رہا تھا۔ اسے بھی پتہ چل گیا تھا کہ جمشید صاحب نے اپنی بیوی کو طلاق دی ہے لیکن اس نے سدرہ سے وجہ پوچھی تو نہیں تھی۔ اگر وہ اسے خود نہیں بتانا چاہتی تھی تو خاور نے بھی زیادہ اس بارے میں نہیں پوچھا۔ حقیقت ہی کچھ ایسی تھی وہ کس منہ سے خاور کو سچائی بتاتی۔

لیکن اس عمر میں طلاق دینا خاور کو کچھ عجیب لگا تھا۔

اگلے دن کنزل نے سدرہ کی خیریت معلوم کرنے کے لیے کال کی تھی۔

جب اسے پتہ چلا کہ اس کی نانی اب اس دنیا میں نہیں رہی اسے سدرہ کی حالت بھی کچھ ٹھیک نہیں لگی تھی۔

اس لیے اس نے وجاہت سے سدرہ کے گھر جانے کی اجازت مانگی۔

"کنزل تم جہاں بھی جاؤ گی میرے ساتھ جاؤ گی۔

اکیلے میں تمہیں کہیں جانے کی اجازت نہیں دے سکتا"۔

وجاہت نے سنجیدگی سے کہا۔

"وجاہت سدرہ کی طبیعت مجھے ٹھیک نہیں لگی تھی۔میں اُس کے

پاس جانا چاہتی ہوں اور تین گھنٹے بعد واپس آجاؤں گی۔"

کنزل نے وجاہت کو دیکھتے ضدی لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے تین گھنٹے بعد میں تمہیں لینے آجاؤں گا۔جلدی سے

تیار ہو جاؤ میں تمہیں خاور کے گھر چھوڑ دیتا ہوں۔"

وجاہت نے کنزل کے ماتھے کو چومتے ہوئے کہا۔

جب اس کی نظر کنزل کے گلے میں پہنے ہوئے لاکٹ پر پڑی۔

اسکے چہرے پر مسکراہٹ آگئی تھی۔ لیکن اس نے لاکٹ کے

بارے میں اس سے کوئی سوال نہیں کیا۔

کنزل اس کے پیچھے ہوتے ہی تیار ہونے چلی گئی۔ اسے نانی کے

جانے کا دکھ تھا۔ انہوں نے کبھی ان دونوں بہنوں کے سروں پر

شفقت بھرا ہاتھ نہیں رکھا لیکن وہ ان کی بہت عزت کرتی تھی۔

وجاہت نے کنزل کو سدرہ کے گھر چھوڑا اور خود آفس کے لیے

نکل گیا۔

خاور کو ایک ضروری کام سے جانا تھا اس لیے کنزل کے آتے ہی وہ

کہہ کر گیا کہ ایک گھنٹے تک وہ واپس آجائے گا۔

کنزل نے سدرہ کو دیکھا جس کا چہرہ کافی مرجھایا ہوا تھا۔

اس نے سدرہ کو کافی حوصلہ دیا لیکن اب سدرہ اسے کیا بتاتی کہ

اس کا باپ اس کی ماں کو طلاق دے چکا ہے کیونکہ اُس کا کریکٹر

ٹھیک نہیں تھا۔ اور عدیم بھائی اس کے سگے بھائی نہیں ہیں۔ اس میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ کنزل کو. حقیقت بتا سکتی۔

اس نے بس خاموشی سے کنزل کے گلے لگے آنسو بہائے تھے۔

"سدرہ تم ایک کافی بناتی تھی ناجو سب کو پسند آتی تھی وہ مجھے بھی بنانا سکھاؤ مجھے بھی سیکھنی ہے۔" کنزل نے سدرہ کو دیکھتے ہوئے کہا۔ وہ اس کا دھیان بٹانا چاہتی تھی۔

"تم مذاق کر رہی ہو نا تم مجھ سے اچھی کافی بناتی ہو۔۔" سدرہ نے اسے دیکھتے کہا۔

"نہیں تم بھی جانتی ہو پہلے تم ایک کافی ہی اچھی بناتی تھی۔"

کنزل نے مسکراہٹ دباتے کہا تو سدرہ نے اسے گھور کر دیکھا۔

"چلو میں تمہیں بتاتی ہوں۔"

سدرہ نے کھڑے ہوتے کہا اور کنزل کو کچن کی طرف لے گئی۔

اور کنزل کو کافی بنانے کا طریقہ بتانے لگی۔

کنزل کا مقصد سدرہ کا دھیان بھٹکا تھا جس میں وہ کامیاب بھی ہو گئی

تھی۔

عدیم نے اپنے فلیٹ کا سارا سامان غصے سے توڑ چکا تھا۔

بار بار اسے اپنے باپ کی بات یاد آ رہی تھی۔

"وجاہت سب جانتا تھا کیا عزت رہ گئی ہو گی اُس کی نظروں میں

میری

اور میں عدیم ہوں مجھے وہ حقارت کی نظر سے دیکھ رہا ہو گا۔

اور وہ سب کو بتا دے گا۔

جن لوگوں کو اس حقیقت کا معلوم نہیں ہے وہ بھی مجھے ناجائز کہیں

گے میری عزت نہیں کریں گے۔ جو لوگ مجھ سے بات کرتے

ڈرتے تھے۔۔اتنی بڑی حقیقت کے بعد وہ میرے سامنے کھڑے

ہوگے۔۔"

عدیم نے زمین پر بیٹھتے اپنے بالوں کو نوچتے ہوئے کہا۔اور خود سے

اندازے لگارہا تھا وہ سمجھتا تھا جیسا وہ خود گھٹیا ہے باقی سب بھی

ویسے ہی ہوں گئے۔

اس وقت اس کا بکھیرا حلیہ کہیں سے بھی دیکھ کر ایسا نہیں لگ رہا تھا

کہ یہ وہی عدیم ہے جو ہمیشہ خود کو سب سے الگ سمجھتا تھا۔ہمیشہ

سوٹ بوٹ میں رہتا تھا۔

"نہیں میں چپ نہیں رہوں گا۔۔وجاہت نے میری روح پر وار

کیا ہے،اب میں بھی وہی کروں گا۔ آج یا تو آر ہو گا یا پار"

کنزل کا یاد آتے ہی اس نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے سرخ

آنکھوں سے سامنے صوفے پر پڑی اپنی گن کو دیکھتے سرد لہجے میں

کہا۔

اور گن پکڑے فلیٹ سے باہر نکل گیا تھا۔

نجانے اب وہ کیا کرنے والا تھا۔اس کے سر پتہ نہیں کس بات کا

جنون سوار تھا۔

کنزل کا پتہ اسے سدرہ دے سکتی تھی۔

وہ جانتا تھا کہ وہ اچھے سے جانتی ہو گی کہ اس وقت کنزل کہاں پر

ہے اس لیے وہ سیدھا خاور کے گھر گیا تھا۔

سدرہ اور کنزل کچن میں تھیں۔جب دروازے پر بیل ہوئی۔

ملازمہ نے دروازہ کھولا تو سامنے عدیم چہرے پر سرد تاثرات لیے

ہاتھ میں گن پکڑے کھڑا تھا۔

ملازمہ کچھ زیادہ ہی ڈرپوک تھی جو گن کو دیکھ کر چیخ پڑی تھی۔ کنزل اور سدرہ جو کچن میں تھیں ملازمہ کی چیخ سنے جلدی سے دونوں باہر آئیں۔

عدیم اندر آچکا تھا۔ اس نے سدرہ کے ساتھ کنزل کو دیکھا تو اس کے چہرے پر زہریلی مسکراہٹ آگئی۔

"تم تو مجھے یہی پر مل گئی چلو میرا کام آسان ہو گیا۔"

عدیم نے کنزل کی طرف قدم بڑھاتے پر سرار لہجے میں کہا۔ لیکن درمیان میں سدرہ حائل ہو گئی تھی۔

"میرے راستے سے ہٹ جاؤ سدرہ۔۔" عدیم نے سرد لہجے میں کہتے ہی سدرہ کو بازو سے پکڑ پر پیچھے دھکا دیا جو زمین پر جا گری اور زمین پر ماتھا لگنے کی وجہ سے اس میں سے خون نکلنے لگا۔

کنزل نے آنکھیں پھاڑے سدرہ کو دیکھا تھا۔

اس سے پہلے وہ سدرہ کی طرف قدم بڑھاتی عدیم نے اس کے بازو کو پکڑا تھا۔

ملازمہ تو پہلے ہی ڈر کر بھاگ گئی تھی۔

عدیم اسے بازو سے پکڑے وہاں سے لے جانے لگا۔

جب کنزل نے اپنا پورا زور لگا کر اپنے بازو کو جھٹکا تھا۔

"چھوڑو مجھے۔۔ آہہ۔۔۔" وہ درد سے چیخی۔۔

"نہیں کنزل۔۔ اب تمہیں حساب دینا ہو گا۔۔ وہ جنونی ہوتا غرایا

تھا۔۔ اور اس کی بازو کو سختی سے پکڑ کر اسے کھینچا۔۔

"کیا چاہتے ہو تم؟ کیوں مجھے سکون سے زندگی نہیں گزارنے

دیتے۔ تم نے اتنے ظلم کیے مجھ پر تمہیں زرا بھی شرم نہیں آتی

۔۔" کنزل نے چیختے ہوئے کہا۔ آج وہ ڈر کر عدیم کو خود پر مزید جبر

نہیں کرنے دے سکتی تھی۔۔

وجاہت کا بخشا مان عزت وہ کیسے رسوا ہونے دیتی۔

عدیم نے رک کر کنزل کی طرف دیکھا تھا۔

سدرہ دروازے کے پاس گری تھی جو بمشکل اٹھ کر اندر گئی اور اس نے اپنا موبائل پکڑے خاور کو فون کیا۔ جس بے کال اٹینڈ نہیں کی تو سدرہ نے بوکھلائے ہوئے جلدی سے وجاہت کا نمبر ڈائل کیا جو سدرہ کا نمبر دیکھ کر حیران ہوا تھا۔

اس نے کال اٹینڈ کی اور فون کان سے لگایا۔ اس سے پہلے وہ کچھ بولتا سدرہ پھولے ہوئے سانس سے جلدی سے بول پڑی تھی۔

"وجاہت بھائی آپ جلدی یہاں آجائیں عدیم بھائی کے پاس گن ہے اور وہ کچھ بھی کر سکتے ہیں۔"

ابھی سدرہ یہ کہہ رہی تھی جب گولی چلنے کی آواز آئی۔ سدرہ کے ہاتھ سے موبائل چھوٹ کر نیچے گر گیا تھا۔

دوسری جانب وجاہت کو لگا کہ وہ اگلا سانس نہیں لے پائے گا۔

کنزل۔۔۔"اس کے لبوں سے سر اسراتے انداز میں کنزل کا نام

نکلا۔

وہ اپنی جگہ سے کھڑے ہوتے باہر کی طرف بھاگا۔

عدیم سرخ آنکھوں سے کنزل کو دیکھ رہا تھا۔

"تمہیں میرے ساتھ چلنا ہو گا۔

محبت کرتا ہوں تم سے۔۔"عدیم نے سرد لہجے میں کہا۔

"تمھارے جیسا وحشی انسان محبت نہیں کر سکتا جو اپنے بچے کی جان لے سکتا ہے وہ انسان میری نظروں میں ایک گھٹیا انسان ہے۔جو ایک لڑکی کو شرط کی خاطر برباد کر سکتا ہے وہ محبت نہیں کر سکتا، محبت کو رسوا مت کرو۔

کیا تمہیں ابھی بھی احساس نہیں ہے کہ تم کیا کچھ کر چکے ہو؟ کبھی تمھارا ضمیر تمہیں ملامت نہیں کرتا؟"

کنزل نے چیختے ہوئے کہا۔ آنسو بے ساختہ اس کی آنکھوں سے نکل کر اس کا چہرہ بھگو رہے تھے۔ جبکہ گلے میں خراشیں پڑ گئی تھیں۔

"اگر تم چاہتی ہو کہ میں تم سے معافی مانگوں تو یہ صرف تمھاری سوچ ہے میں ایسا کچھ نہیں کروں گا نا ہی مجھے اپنے کیے پر افسوس ہے۔ تمہاری حرکتوں نے ہی مجھے اکسایا تھا۔۔"

عدیم نے کرخت لہجے میں کہتے ہاتھ میں پکڑی گن کا رخ کنزل کی طرف کرتے کہا۔ جس کی خوف سے آنکھیں پھیل گئی تھیں۔

اس نے گن کا ٹریگر دبایا۔ تو کنزل کی چیخ پورے گھر میں گونجی تھی۔

کنزل وہی زمین پر اپنی کانوں پر ہاتھ رکھے آنکھیں بند کیے بیٹھ گئی تھی۔

عدیم نے گولی چلائی ضرور تھی لیکن پیچھے دیوار پر جالگی تھی۔

عدیم اسے دیکھ کر ہنس پڑا اور چلتا ہوا اس کے پاس آیا۔

"تمہیں لگتا ہے کہ میں اپنے بچے کا قاتل ہوں۔ لیکن میں ایک اور بات تمہیں بتانا چاہتا ہوں۔

تمھارے باپ کا ایکسیڈنٹ بھی میں نے کروایا تھا تاکہ تم میرے گھر آ کر رہ سکو۔"

عدیم نے ہنستے ہوئے ہاتھ میں پکڑی گن سے کنزل کے چہرے پر آئے بالوں کو پیچھے کرتے کہا۔

"میں نے اُسے پہلے آرام سے کہا تھا کہ اپنی فیملی کو نلے کر. میرے گھر آ جائے مگر تمھارا ڈھیٹ باپ مانا ہی نہیں تو مجھے اُس کی جان لینی پڑی۔"عدیم نے دلچسپی سے کنزل کو دیکھتے بتایا۔

جو بے یقینی سے آنسو سے تر چہرہ لیے عدیم کو دیکھ رہی تھی۔

"تم انسان نہیں درندے ہو۔ تم مر کیوں نہیں جاتے نکل جاؤ

میری زندگی سے۔۔۔ گھٹیا انسان۔۔"

کنزل اس کا منہ نوچتے ہذیاتی ہوئی۔۔ اس درندہ صفت انسان نے

اپنی شرط کی خاطر کتنی زندگیاں تباہ کی تھی۔۔ لیکن اسے اندازہ ہی

نہیں تھا۔ وہ اب بھی خود غرض بنا اپنی اکڑ میں تھا۔

"پیچھے ہٹو۔۔ تمہاری یہ فالتو باتیں مجھ پر کوئی اثر نہیں کریں

گی۔۔" اس نے کنزل کو پیچھے جھٹکا۔۔

اتنے میں سدرہ بھی باہر آگئی تھی۔

"تم جانتی ہو کنزل جو حقیقت مجھے پتہ چلی ہے اُس کے بعد میں خود بھی زندہ نہیں رہنا چاہتا۔

میں برداشت نہیں کر سکتا کہ لوگ مجھے حقارت بھری نظروں سے دیکھیں۔"

عدیم نے بے بسی سے کنزل کو دیکھتے کہا۔

بھائی سدرہ نے آگے بڑھنا چاہا جب عدیم نے اسے وہی رہنے کا اشارہ کیا۔

"وہی رک جاؤ نہیں ہوں میں تمھارا بھائی۔ کسی کا بھائی بیٹا نہیں ہوں میں۔۔۔" عدیم نے سرد لہجے میں کہتے ہی اپنی کنپٹی پر گن رکھ لی تھی۔

سدرہ اور کنزل کی خوف سے آنکھیں پھیل گئیں۔

"اگر مجھے یہ حقیقت پتہ نہ چلتی تو میں کبھی بھی تمھارا پیچھا نہ چھوڑتا۔ شکر کرو میں جا رہا ہوں ورنہ میرا ارادہ تمہیں پور زندگی اپنی قید میں بند رکھنے کا تھا۔

تم نے پوری زندگی میری محبت کے پنجرے میں قید رہنا تھا۔ کیونکہ میں تم سے بہت محبت کرتا ہوں۔۔اتنی کہ کوئی کسی سے نہیں کرتا۔۔"

عدیم نے ہنستے ہوئے کہا۔ کنزل کو اس کی ذہنی حالت بگڑتی محسوس ہوئی۔

اس سے پہلے سدرہ یا کنزل کچھ کہتی عدیم نے مسکراتے ہوئے گن کا ٹریگر دبا دیا۔

پورے گھر میں گولی کی آواز گونجی تھی۔ اور وہی عدیم زمین پر گر گیا۔ پیشانی سے نکل کر خون زمین پر بہنے لگا۔

کنزل منہ پر ہاتھ رکھے ساکت تھی۔ سانس روکے وہ عدیم کی کھلی آنکھوں کو دیکھتی دیوار سے لگی تھی۔

اسی وقت وجاہت جو تیز ڈرائیونگ کرتے آیا تھا۔ زمین پر پھیلے خون اور عدیم کو دیکھ کر اس کے قدم وہی رک گئے تھے۔

اس کی نظر کنزل پر پڑی جو زمین پر گرے عدیم کو سہمی ہوئی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

سدرہ اپنے منہ پر ہاتھ رکھے بت بنی کھڑی تھی۔

"کنزل۔۔۔"

وجاہت نے جلدی سے آگے بڑھ کر کنزل کو اپنی بانہوں میں چھپایا۔ یہاں آتے کتنے وسوسے کتنی اذیت ناک سوچیں دماغ جکڑ چکی تھی، لیکن شکر تھا کہ اس کی زندگی محفوظ تھی۔

اتنے میں خاور بھی وہاں آگیا۔ لیکن عدیم کو دیکھتے اس نے بے یقینی سے وہاں موجود لوگ کو دیکھا اور فوراً سدرہ کے پاس گیا جس کے ماتھے سے خون نکل رہا تھا۔

وجاہت کنزل کو فوراً وہاں سے لے گیا تھا۔ جو بے ہوش ہو گئی تھی۔ وہ اس لڑکی کو اب ایک پل کی اذیت بھی نہیں دے سکتا تھا۔

ویسے تو پولیس کیس بن رہا تھا جس میں کنزل کا نام بھی آ رہا تھا لیکن وجاہت نے سب سنبھال لیا تھا۔

جمشید کے گھر عدیم کہ باڈی پہنچی تو تہمینہ تو اپنے جوان بیٹے کی لاش کو دیکھ کر اونچی آواز میں رونے لگی تھی۔ کبھی وہ روتی تو کبھی ہستی۔

جمشید خاموش تھا کچھ کہتا بھی تو کیا کہتا۔

آفس کے لوگ بھی تعزیت کرنے آئے تھے۔ جمشید کے کندھے

ڈھلک گئے تھے۔۔ بیٹا تھا ان کا لیکن ناجائز۔۔ پر انہیں بہت عزیز

تھا۔۔ لیکن شاید اس سچ نے اس کے دماغ پر گہرا اثر چھوڑا تھا۔ کہ

اندر سے اتنا کمزور ہو گیا تھا کہ اس نے حرام موت کو گلے لگا لیا تھا۔

لیکن مرنے سے پہلے جو ظلم اُس نے کیے اور کنزل کے باپ کی

جان لی اپنے بچے کی جان لی مرنے سے پہلے عدیم نے توبہ نہیں کی

یا شاید اُس میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ وہ کنزل سے معافی مانگ سکتا

یا سزا برداشت کر سکتا۔

حرام موت کو گلے لگاتے وہ اس دنیا سے چلا گیا تھا۔

کچھ لوگ آخری وقت تک اپنی ذات کے زعم میں مبتلا رہتے ہیں

عدیم بھی انہیں میں سے ایک تھا۔جو کبھی سدھر نہیں سکتے چاہے

کچھ بھی ہو جائے۔توبہ کرنے سے بہتر اور معافی مانگنے سے بہتر وہ

موت کو گلے لگانا سمجھتے ہیں۔

اسی طرح عدیم نے کیا تھا۔

موت کو گلے لگایا اور اس دنیا سے رخصت ہو گیا۔

وہ اپنی برائی کے ساتھ ختم ہو گیا تھا۔

حسام اور اسفند جلدی سوئیزرلینڈ سے واپس آ گئے تھے۔۔جب ان کو بھی عدیم کا پتہ چل گیا تو دونوں خاموش رہے تھے۔کہنے کو کچھ نہیں تھا۔

سدرہ اور کنزل نے اپنی آنکھوں کے سامنے عدیم کو مرتے دیکھا

تھا وہ کافی دنوں تک اس حادثے سے باہر نکل نہیں پائی تھیں۔

سدرہ تو وقت رہتے سنبھل گئی تھی لیکن کنزل اب بھی خوف میں

مبتلا تھی۔

"کنزل۔۔" وجاہت نے اسے اپنے قریب بٹھایا اور اپنی بازو اس

کے گرد حائل کی۔

"تم مجھے نظر انداز کرنے لگی ہو۔۔جو مجھ سے برداشت نہیں

ہوتا۔۔" اس کے کندھے پر تھوڑی ٹکائے وہ خفگی لیے بولا۔

"وجاہت۔۔عدیم نے یہ سب۔۔۔"

وہ خالی ویران آنکھوں سے زمین کو دیکھ رہی تھی۔

"کنزل۔۔تم اچھے سے جانتی ہو۔۔میں اپنے درمیان کسی کا ذکر نہیں پسند کرتا۔۔"

وہ سنجیدگی سے بولتا گرفت سخت کیے اس کے کندھے پر لب رکھ گیا۔۔

اس کی شدت پسندی پر وہ کانپتی اس کے ہاتھوں پر اپنے ہاتھ رکھ گئی۔

"وجاہت۔۔۔"

ہمم۔۔"

کنزل کے بالوں میں چہرہ چھپائے وہ بولا۔

"ایک بات پوچھوں۔۔۔"وہ اب بھی جیسے حواسوں میں نہیں تھی۔۔وجاہت کی قربت بھی جیسے کوئی احساس نہیں دلا پائی تھی۔

"عدیم کس حقیقت کی بات کر رہا تھا؟"۔

"کنزل۔۔"وجاہت اسے دور ہوئے اٹھا تھا۔۔جیسے اس کی بات ناگوار گزری ہو۔

"وجاہت۔۔۔" وہ کھڑی ہوتی اس کے سینے سے لگی۔۔اور بازو سختی سے ارد گرد حائل کر کے شرٹ کو جکڑ لیا۔۔جیسے اس کے کھو دینے کا ڈر ہو۔

"آپ نے کہا تھا آپ دور نہیں جائیں گے۔۔لیکن آپ۔۔۔جا رہے ہیں۔۔میں اب کچھ نہیں پوچھوں گی۔۔بالکل بھی نہیں پوچھوں گی۔"

کنزل کے آنسو شرٹ بھگونے لگے۔۔تو وجاہت کو بھی اپنی جلد بازی پر افسوس ہوا۔اس کی پشت کو سہلا

کر اس نے بالوں پر لب رکھے۔ اپنے لمس کا احساس دلایا۔

"میں کیوں جاؤں گا۔۔ دور۔ کبھی بھی نہیں جاؤں گا۔۔ لیکن تم

اب اس شخص کا ذکر نہیں کرو گی۔ اس شخص کا نام تمہیں تکلیف

دیتا ہے۔۔ اور کچھ نہیں۔"

اس کے بالوں میں اپنی نرم پوروں کا جادو چلائے اس نے کنزل کو

ریلکس کرنا چاہا۔

"نہیں کروں گی۔ بالکل بھی نہیں کروں گی" اس نے چہرہ سینے سے نکال کر اس کی داڑھی سہلائی۔۔ وجاہت کی داڑھی کو سہلانا اس کا سب سے من پسند کام تھا۔

چلو آؤ کھانا کھاتے ہیں۔۔" اس کی انگلیوں کو چومتے وہ اسے لیے باہر نکلا تھا۔

آج ہی اسے خاور کا فون آیا تھا۔

تہمینہ کی حالت بیٹے کی موت کے بعد مزید خراب ہو گئی تھی۔۔ اسے مینٹل ہاسپٹل داخل کروا دیا گیا تھا۔

اس کی حالت ایسی نہیں تھی کہ اسے گھر پر رکھا جاتا وہ باہر نکل جاتی تھی عجیب حرکتیں کرتی تھی۔لوگوں کو روک کر اپنی کہانی سناتی تھی۔اس لیے اسے پاگل خانے بھیج دیا گیا۔

وجاہت ان سب چیزوں سے کنزل کو دور ہی رکھتا تھا۔

جمشید یہاں سے زبیر کے پاس چلا گیا تھا۔جو ایک کار ایکسڈنٹ میں اپنے ایک ہاتھ سے محروم ہو چکا تھا۔

اس شخص نے جیسے اپنی اولاد اور بیوی کا بویا کاٹا تھا۔۔

اپنی ماں کی قبر پر فاتحہ پڑھ کر وہ ابو کی قبر پر آئی۔ وجاہت اسے سنبھالے کھڑا تھا۔۔ آج اس نے اسے رونے سے نہیں روکا۔ کئی پل وہ دعا کرتی انہیں اپنے غم سناتی وہیں بیٹھی رہی۔ وجاہت بھی اس کے ساتھ تھا۔۔ تھکن کا اس کے چہرے ہر شائبہ بھی نہیں تھا۔

وہ شخص اس کا سایہ تھا۔ ہر وقت اسے اپنے حصار میں قید رکھے اسے ہر پریشانی سے ایسے دور کر دیتا تھا کہ کنزل کو وجاہت کے علاوہ کسی کا احساس باقی نہیں رہتا تھا۔

"چلیں۔۔" وجاہت نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھے نرمی سے کہا۔۔ تو کنزل نے سر ہلایا۔

وجاہت نے کھڑے ہو کر دعا کی اور اسے لیے قبرستان سے نکل آیا۔

"تمہارا چیک اپ ہے آج۔۔۔" وجاہت نے گاڑی میں بیٹھ کر اس

کا ہاتھ تھاما تو کنزل نے منہ پھلایا۔

"آپ یہ بات آج کے دن میں سو مرتبہ دہرا چکے ہیں۔۔"

کنزل کا تھری منتھ کا چیک اپ تھا۔ جس کے بارے میں کہہ کر وہ

کنزل کو کافی خوار کر چکا تھا۔

حادثے کی وجہ سے کافی مہینوں تک گھر میں خاموشی چھائی رہی

تھی لیکن آہستہ آہستہ کر کے سب ٹھیک ہو گیا۔

کنزل کے پریگننٹ ہونے کی خبر جیسے خاموشی کو بہا کر لے گئی

تھی۔اور اس کی جگہ گھر میں خوشیوں کا راج ہوا تھا۔کنزل کی خبر

نے وجاہت کو خوشی سے جیسے شکر ادا کرنے کا موقع فراہم کیا

تھا۔۔اسے بانہوں میں بھرتے وہ اپنی خوشی سے کنزل کو بھی بوکھلا

گیا تھا۔

اس کو ہتھیلی کا چھالا بنائے وہ کنزل کو کبھی کبھی خفا کر دیتا تھا۔۔ہر

چیز کا وہ ایکسٹرا اہی خیال کرتا تھا۔

زراسی کھانے کی دیری پر وہ گھر سر پر اٹھالیتا اور کنزل خفت سے سب کے سامنے شرمندہ ہو جاتی۔

" کبھی کبھی نہ آپ بڈھے وجاہت نہیں بلکہ چھوٹے سے وجاہت لگتے ہیں۔۔ جس کے لیے بیوی سے بڑھ کر کچھ نہیں ہے۔"

کنزل نے منہ پھلائے کہا۔ تو وجاہت کے لبوں پر مسکراہٹ چمکی۔

"شکر ہے میں تمہیں چھوٹا سا وجاہت تو لگا۔۔ اپنے بڑھاپے کا احساس جتنا اپنی بیوی کے منہ سے سن کر ہوتا ہے اتنا مجھے کبھی خود بھی محسوس نہیں ہوا۔۔۔"

کنزل کھکھلائی تھی۔ اس کی ہنسی نے وجاہت کو بھی ریلیکس کیا تھا۔

پوروں کو چھو کر اس نے کنزل کی جانب دیکھا۔ جواب بھی

مسکرا رہی تھی۔

"ویسے آپ ہیں تو بڈھے ہی، تو اتنا فیل کیوں کرتے ہیں۔۔"

کنزل شرارت سے بولی تو وجاہت نے اسے مصنوعی گھوری سے

نوازا۔

"اچھا اچھا آپ بڈھے وجاہت نہیں ہیں آپ صرف میرے

وجاہت عالم ہیں۔۔ جس نے کنزل کے ہر درر کو راحت میں بدل

دیا۔۔"

اس کے مضبوط بازو میں اپنا ہاتھ ڈالے اس نے سر اس پر ٹکایا اور

آنکھیں بند کرلی۔

وجاہت اس کے قریب ہونے پر مسرور ہوا۔ اور گاڑی آگے

بڑھائی۔

"کنزل اگر ڈاکٹر نے کہا کہ تم کمزور ہو یا بے بی کمزور ہے تو مجھ سے

برا کوئی نہیں ہو گا۔۔" وہ ایک بار پھر سنجیدہ ہوا۔

"وجاہت۔۔!! جتنا آپ مجھے کھلا کھلا کر ان چند مہینوں میں موٹا

کر چکے ہیں اس کے بعد ڈاکٹر کہے گی کہ کم کھایا کریں۔۔"

کنزل چڑ کر بولی تھی۔

"چڑیا جیسی خوراک ہے تمہاری۔۔وہ تو میں نہ کھلاؤں تو تم دغابازی

سے باز نہیں آتی۔۔"

کنزل نے اب شانے پر ہلکا سا پنچ مارا۔۔ اور دوبارہ سر رکھ کر

آنکھیں بند کرلی۔وہ جانتی تھی کہ وہ اس معاملے میں اس شخص

سے بالکل بھی نہیں جیت سکتی تھی۔

دو سال بعد

"وجاہت کہاں رہ گئے تھے آپ؟ اپ کا بیٹا تو مجھے تیار ہونے بھی نہیں دیتا۔ سارا دن بس اسے میری گود میں بیٹھنا ہے۔ اور باپ کو دیکھ کر ایسے پارٹی بدل لیتا ہے جیسے میں اس کی ماں ہی نہیں ہوں۔۔"

کنزل نے وجاہت کو دیکھتے اکتائے ہوئے لہجے میں کہا جس نے مسکرا کر پہلے کنزل کی گود میں پکڑے اپنے شہزادے کو دیکھا جو باپ کو دیکھ کر مسکرا رہا تھا پھر آگے بڑھتے اس نے کنزل کے

ماتھے پر بوسہ دیتے منہاج کو پکڑ لیا۔یہ اس کی عادت اب پختہ ہو چکی تھی،۔کنزل ہر شے سے بڑھ کر اسے عزیز تھی۔

"میرا بیٹا تو بہت شریف ہے بلکل اپنے ڈیڈ پر گیا ہے بتاؤ ماما کو۔۔"

وجاہت نے منہاج کے پھولے ہوئے گالوں کو چومتے ہوئے مسکراہٹ دباتے کہا۔

"جی بہت شریف ہے۔۔مجھے تو لگتا ہے آپ ہی اسے سکھاتے ہیں۔۔"

کنزل نے منہ بگاڑا۔

"شک کر رہی ہو ہم باپ بیٹے پر۔۔۔"منہاج کے گال ایک بار پھر چوم کر اس نے کنزل کو دیکھا

"شک نہیں یقین۔۔"

کنزل نے نفی میں سر ہلایا اور چینج کرنے چلی گئی۔وہ جانتی تھی کہ بحث کرنا بیکار ہے۔

وجاہت منہاج کو بیڈ پر لیے بیٹھ گیا تھا اور اس سے باتیں کرنے لگا۔سارا دن کی تھکن جیسے ختم ہونے لگی تھی۔۔

منہاج گھر میں ہر ایک کا لاڈلا تھا۔

آج اس کی سالگرہ کی تقریب تھی۔ ہر جانب خوشیاں بکھری

تھیں۔

وجاہت کی چاہت محبت پر کنزل کو اپنی قسمت پر رشک آتا تھا۔۔

وہ تیار ہو کر باہر آئی تو وجاہت، منہاج کے گرد کشن لگاتے اس کی

طرف آیا، جو آئینے کے سامنے کھڑی تھی۔

وجاہت نے کنزل کی پشت کو سہلایا جہاں نشان مدھم ہو گئے

تھے۔۔

شرٹ کو تھوڑا سا کھسکا کر اس نے وہی عمل دہرایا جو ہر مرتبہ

دہراتا تھا۔۔ ان نشانوں کو اس نے تکلیف دہ احساس کے بجائے

ایک راحت آمیز احساس میں بدل دیا تھا۔۔ ہر بار وہ ان نشانوں کو

اپنی نرمی سے چھو کر اسے بوکھلا دیتا تھا۔

وجاہت۔۔ آپ کا بیٹا دیکھ رہا ہے۔۔" کنزل نے اسے ہٹانا

چاہا۔ لیکن وجاہت نے اس کے پیٹ پر ہاتھ باندھے۔۔

"وہ اب عادی ہو گیا ہے۔۔" اس کی کنپٹی کو چوم کر وہ دلفریبی سے

بولا۔

"اور آپ بے شرم ہو گئے ہیں۔۔" وہ کسمسائی تھی۔

منہاج کے رونے کی آواز کمرے میں گونجی تو وہ دونوں بوکھلائے

تھے۔

اسے اب پھر ماما چاہیے تھی جو اس کے پاپا کے ساتھ اسے زرا اچھی

نہیں لگ رہی تھی۔۔

"یہ آپ کا بیٹا بہت تیز ہے۔۔۔" وہ ہلکا سا پنچ مارتی منہاج کو اٹھانے

بڑھ گئی تھی۔

وجاہت نے شکراًاوپر آوپر دیکھا اور پھر اپنے خوبصورت آشیانے

کو دیکھتا وہ شکر گزار ہوا تھا۔

"خاور گل کی اتنی بار کال آچکی ہے کب تک نکلنا ہے؟" سدرہ نے

کمرے سے باہر آتے اپنی پانچ ماہ کی بیٹی کو خاور کو پکڑاتے

پوچھا۔دونوں کو اللہ نے اپنی رحمت سے نوازا تھا اور خاور بہت

خوش تھا کہ اللہ نے اسے اپنی رحمت سے نوازہ ہے۔ اس کا نام

سدرہ نے پری رکھا تھا۔ وہ پریوں جیسی ہی تھی۔

"بیگم صاحبہ میں تو کب کا آپ دونوں کا انتظار کر رہا ہوں۔ اور

آپ مجھ پر ہی الزام لگا رہی ہیں" خاور نے گھورتے ہوئے کہا تو

سدرہ ہنس پڑی۔

"ہمیں تیاری میں وقت تو لگتا ہے،۔۔ کیوں پری؟؟" اس نے پری

کو کھلایا تو وہ ہنسنے لگی تھی۔۔ خاور نے بیٹی کے سر کو چوما۔۔

"چلیں اب؟" سدرہ نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"بالکل چلو۔۔ لیکن ایک منٹ۔۔۔" خاور نے کہتے ہی جھک کر ہلکا

سا سدرہ کے لبوں کو چھوا۔ ہمیشہ کی طرح اس کا چہرہ لال ہوا۔

"خاور آپ بھی نا۔۔۔" وہ لجائی تھی۔

دونوں باہر نکلے تھے۔ گفٹ وہ پہلے ہی گاڑی میں رکھ چکے تھے۔

وہ اب گھر بھی تبدیل کر چکے تھے۔۔ خاور چاہتا تھا کہ سدرہ اس

گھر میں نہ رہے۔ ورنہ وہ ذہنی طور پر پریشان ہو جاتی تھی

سدرہ دو دن پہلے ہی خاور کے ساتھ جا کر منہاج کے لیے کافی گفٹ

لے آئی تھی۔

گھر پہنچتے ہی سدرہ اپنی بیٹی کو لیے اندر چلی گئی پیچھے خاور گفٹس

گاڑی سے نکال کر باہر لے کر آ رہا تھا۔

"پری۔۔۔" رنم آگے بڑھی اور سدرہ کی گود سے پری کو لیے اس

کے گال چومے اسے کھکھلانے لگی تھی۔

سدرہ مسکراتی اس کے لاڈ دیکھ رہی تھی۔۔

" آؤ سدرہ بیٹھو،۔۔" پری سے توجہ ہٹا کر اس نے سدرہ کو کہا۔۔

" مجھے لگا میری بیٹی کے علاوہ تمہیں کوئی نظر نہیں آئے گا۔۔"

سدرہ کی بات پر وہ جھینپی تھی۔ پری ہر ایک کی توجہ کھینچ لیتی تھی

لیکن رنم کی وہ زیادہ ہی لاڈلی تھی۔

"تم بیٹھو میں پری کو اس کے ٹوائز دکھادوں جو میں اس کے لیے

لائی تھی۔۔" رنم تیزی سے بولتی اندر چلی گئی۔

جبکہ سدرہ نفی میں سر ہلا کر رہ گئی۔

رنم کمرے میں گئی تو اسفند پری کو دیکھ کر مسکرا پڑا۔

"اسفند اس کے ہاتھ کتنے نرم ہیں۔" رنم نے پری کے چھوٹے

ہاتھ کو پکڑتے کہا۔

اسفد نے آتے پری کے گال کو چوما۔

"کیا تمہیں بھی اس طرح کی گڑیا چاہیے؟" اسفند نے شرارتی لہجے

میں رنم کو دیکھتے پوچھا۔

"میں نے پہلے کب منع کیا آپ ہی کہہ رہے تھے میں ابھی چھوٹی

ہوں۔" رنم نے منہ بسوڑتے صاف گوئی سے اسفند کو دیکھتے کہا۔

جو اس کی بات کو سن کر ہنس پڑا تھا۔

"ٹھیک ہے پھر اس بارے میں سوچتے ہیں"۔ اسفند نے اپنا چہرہ

رنم کے قریب لاتے گھمبیر لہجے میں کہا۔

"اسفند ابھی ہمیں نیچے جانا ہے"

رنم نے پری کو اٹھاتے اسے گھور کر دیکھتے کہا۔

"اگر ایسا ہی رہا تو پری نہیں آنے والی۔۔"

اسفند نے اسے چڑایا تھا۔

"بے شرم۔۔۔"وہ چڑ کر کہتی پری کو لیے باہر نکل گئی تھی۔

"حسام تم کو بیٹا چاہیے یا بیٹی ؟"گل نے حسام کو دیکھتے پوچھا۔

"مجھے تو بیٹی چاہیے جو بلکل تمھارے جیسی ہو"۔ حسام نے جھک کر گل کی ناک کو چومتے کہا۔

"اور اگر بیٹا ہوا تو؟"گل نے مسکراتے پوچھا۔

"تو وہ میرے جیسا ہو گا۔ ہینڈ سم اور عقل مند"

حسام نے اپنی گردن اکڑا کر کہا۔

گل اس کی بات سن کر ہنس پڑی تھی۔

"لڑکا ہو یا لڑکی مجھے اس سے فرق نہیں پڑتا۔ بس اللہ تمہیں اور ہمارے بچے کو اپنی حفاظت میں رکھے۔ اور لمبی زندگی دے۔"

حسام نے گہرا سانس لیتے کہا۔

گل اس کی بات سن کر مطمئن ہو گئی تھی۔

اسے اسی بات کا ڈر تھا کہ کہی حسام یہ نا کہہ دے کہ اسے بیٹا چاہیے۔ کیونکہ آجکل وہ بہت زیادہ ایسے ڈرامے دیکھ رہی تھی جس میں شوہر کو لڑکا ہی چاہیے ہوتا ہے۔ اور وہی بات اسکے دماغ میں بیٹھی ہوئی تھی اس لیے اس نے حسام سے پوچھا تھا۔

"اب چلو باہر سب انتظار کر رہے ہوں گے۔ اور فضول۔ ڈرامے نہ دیکھا کرو۔"

حسام نے کہا تو گل اثبات میں سر ہلائے اس کے ساتھ باہر چلی گئی۔

سب لوگ آ گئے تھے۔

وجاہت نے اپنے شہزادے کو پکڑا ہوا تھا۔ جو اپنی بڑی بڑی

آنکھوں سے سب کو دیکھ رہا تھا۔

منہاج نے سیم وجاہت جیسی شلوار قمیض پہنی تھی۔ اور کنزل کے

سوٹ کا کلر بھی بلیک ہی تھا۔

سب لوگ بہت خوش تھے۔ کیمرہ مین سب کی تصاویر لے رہا تھا۔

سب کی تالیوں میں وجاہت اور کنزل نے اپنے ننھے شہزادے کا

ہاتھ پکڑے کیک کاٹا۔

سب لوگ اپنی زندگیوں میں بہت خوش تھے۔

کنزل نے وجاہت کی طرف دیکھا اور مسکرا پڑی وجاہت نے بھی

جھک کر اس کے بالوں پر بوسہ دیا اسی وقت کیمرے کی آنکھ نے

اس خوبصورت منظر کو قید کیا تھا۔

اسفند نے بھی تینوں کی تصویر لی تھی۔ رنم اپنی بہن کو دیکھ کر خوش

تھی اتنی مشکلات برداشت کرنے کے بعد اب اس کی زندگی میں

خوشیاں ہی خوشیاں تھیں۔

حسام کھڑا اگل سے کسی بات کو لے کر ہمیشہ کی طرح بحث کر رہا تھا

جسے سدرہ اور خاور دیکھ کر مسکرا رہے تھے۔ خاور کی گود میں اس

کی ننھی سی پری تھی۔

ان سب کی زندگیوں میں اب خوشیاں ہی خوشیاں تھی غم کی اب

ان کی زندگیوں میں جگہ نہیں تھی۔

کیمرہ مین نے ایک فیملی فوٹو لینے کا کہا تو سب نے مسکراتی نظروں سے کمرے کی طرف دیکھا تھا۔

کمرے کی آنکھ نے اس خوبصورت منظر کو قید کر لیا تھا۔

یہ عشق کا سفر آج اپنے اختتام کو پہنچا تھا لیکن یہی اصل آغاز بھی تھا۔

وجاہت کے عشق کی داستان ہمیشہ یاد رہنے والی تھی۔ کنزل کے غم کو راحت میں بدلنے والا شخص اپنی خوبصورت کردار کے ساتھ دل میں سما جانے والا تھا۔

ہر شخص نے اپنا سفر مکمل کیا تھا۔ کہیں خوشیاں تھی تو کہیں پچھتاوے تھے لیکن عدیم نامی اس درندے کا ذکر کسی کی زبان پر بھولے سے بھی نہیں آتا تھا۔

کیونکہ برائی کو یاد رکھا جانا کبھی ضروری نہیں ہوتا۔۔

ختم شد